مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (احزاب، القرآن)

عقیدہِ ختمِ نبوّت

دلائل و مسائل

پروفیسر حبیب اللہ چشتی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی ○ پاکستان

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ﴿الاحزاب: ۴۰﴾ (القرآن)

عقیدہ ختمِ نبوت

دلائل و مسائل

پروفیسر حبیب اللہ چشتی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

نام کتاب	عقیدہ ختم نبوت
مصنف	پروفیسر حبیب اللہ چشتی
تاریخ اشاعت	مارچ 2006ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	1Z352
قیمت	Rs200 00 روپے

ملنے کے پتے

فہرست

اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

(الحدیث)

انتساب

تحریک ختم نبوت زوروں پر تھی

صبح کا وقت تھا، جلوس نکلا ہوا تھا، بچے سکول جا رہے تھے

ایک بچے نے بستہ پھینکا اور جلوس میں شامل ہو گیا۔

ساتھیوں نے پوچھا: یہ کیا؟

کہنے لگا: جو پڑھتے رہے اس پر عمل کرنے کا وقت آ گیا

جلوس میں گھسا۔ تاجدار ختم نبوت۔ زندہ باد کا نعرہ لگایا

پولیس نے گولیاں چلا دیں

ایک گولی اس کی ران پر لگی۔ خون کا فوارہ بہہ نکلا

بے بس ہو کے زمین پر گرا

ایک پولیس والا دوڑ کے آیا۔ اس نے بچے کو اپنی گود میں اٹھا لیا، بچے نے غصے اور تعجب سے اسے دیکھا اور زوردار آواز میں کہنے لگا:

''ظالمو! عشق مصطفیٰ ﷺ تو میرے سینے میں ہے گولی ران پر کیوں ماری ہے؟''

میں نہیں جانتا وہ بچہ کون تھا اس کا نام کیا تھا

لیکن

میں بصد ادب واحترام

اپنی اس کتاب کا انتساب

اس بچے کے نام کرتا ہوں

جو بچہ ہو کر بوڑھوں کو عشق مصطفیٰ ﷺ کے اسرار سکھا گیا

ع خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

محمد حبیب اللہ چشتی

الہام و آزادی

ہو بندۂ آزاد اگر صاحب الہام
ہے اس کی نگہ فکر و عمل کے لیے مہمیز
اس کے نفس گرم کی تاثیر ہے ایسی
ہو جاتی ہے خاک چمنستان شرر آمیز
شاہیں کی ادا ہوتی ہے بلبل میں نمودار
کس درجہ بدل جاتے ہیں مرغان سحر خیز
اس مرد خود آگاہ و خدامست کی صحبت
دیتی ہے گداؤں کو شکوہ جم و پرویز
محکوم کے الہام سے اللہ بچائے
غارت گرِ اقوام ہے وہ صورت چنگیز

(اقبال)

سوئے منزل

کافی عرصہ میں اس خوش فہمی میں مبتلا رہا کہ قادیانیت کے ایک فتنہ ہونے میں تو کوئی شک وشبہہ نہیں لیکن یہ فتنہ کبھی تھا، اب نہیں ہے۔ جب سے انہیں غیر مسلم قرار دیا گیا یہ فتنہ ختم ہو گیا۔ لہٰذا اب اس فتنہ پر کچھ لکھنا ایک عبث کام ہے محنت اور وقت کا کوئی اچھا مصرف نہیں۔

لیکن چند دوستوں کے حوالے سے مجھے قادیانیت کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ جب قادیانیت کی نشر واشاعت کے لئے ان کی سرگرمیوں اور منظم پلاننگ کو میں نے محسوس کیا تو میری خوش فہمیوں کا سارا محل دھڑام سے زمین پر آن گرا اور میرے وجود پر لرزہ طاری ہو گیا۔ مجھے اپنی غلطی کا شدید احساس ہوا۔ میں اپنے آپ سے بہت شرمندہ ہوا۔

میں نے سوچا کہ کیا بعید ہے کہ میرا کریم رب قادیانیت کے خلاف جاری اس جہاں میں مجھ سے بھی چند حروف لکھوانے کی خدمت لے لے شاید یہی میرے رب کریم کی رضا کا سامان بن جائے۔ شاید میرے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اپنے در کی یہ چاکری ہی قبول فرمالیں۔ کیا عجب میرا وہاب رب انہیں حروف کو کسی بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم لے جانے کا ذریعہ بنادے۔ ع

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

میری یہ آرزو دعاء کے قالب میں ڈھلی۔ اسی کریم نے مجھے یہ آرزو کی دولت عطا کی تھی۔ اسی نے اسے دعاء کے قالب میں ڈالا اور اسی نے اسباب فراہم کیے۔ اسی نے اس ذرہ حقیر پر اتنا کرم فرمایا کہ حد کر دی یہ کتاب میری اسی آرزو کی تکمیل ہے۔ یہ بھی میرے کریم کے کرم کا ایک انداز ہے۔

ختم نبوت پر امت ہمیشہ متفق رہی۔ اس موضوع پر علماء اسلام نے لکھا اور کمال کر دیا۔ اپنے کریم آقا سے محبت وعقیدت کے نئے نمونے قائم کیے۔ انہوں نے ختم نبوت کے کسی

گوشے کو تشنہ نہیں چھوڑا۔ اپنے آقا سے امت کی بے پناہ وابستگی کا ایک انداز یہ بھی تھا کہ کتنے ہی خوش نصیب تھے جنہوں نے تحفظ ختم نبوت کے لئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے۔ گلشنِ ختم نبوت کو اپنے مقدس خون سے سیراب کیا۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ ہر شہید اپنی شہادت کے وقت مدینہ کی طرف منہ کر کے پکارتا ہوگا ؎

سر سیکڑوں یہاں ہیں سروں کی کمی نہیں
اس آستاں کی خیر ہو وہ آستاں رہے

میں ان تمام شہدائے ختم نبوت کی عظمتوں کو عقیدتوں کا سلام پیش کرتا ہوں جو اپنے لہو سے ختم نبوت کے دیپ جلا گئے۔ اور ختم نبوت کے تحفظ کی اہمیت ہر مسلمان کے دل پر نقش کر گئے۔ وہ زمانے سے کہہ گئے ؎

ہم نے تو دل جلا کے سر بزم رکھ دیا
اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی

جب ختم نبوت کے تحفظ کے لئے قلمی جہاد کا مرحلہ آیا تو تاجدار ختم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیدائیوں نے محبت وعقیدت کے نئے باب رقم کر دیئے۔ میں ہر اس انسان کی عظمت کو سلام کرتا ہوں جس نے تحفظ ختم نبوت کے لئے ایک لفظ بھی لکھا ہو یا ایک جملہ بھی کہا ہو۔

سوچا جا سکتا ہے کہ اتنے لٹریچر کے باوجود اک نئی کتاب لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ تو گذارش یہ ہے کہ ایک تو میں بھی اس قلمی جہاں میں شمولیت کی سعادت سے محروم نہیں رہنا چاہتا تھا۔ شاید جدید محققین کو صرف سعادت کے لئے ایک کتاب لکھنا وقت کا ضیاع محسوس ہوتا ہو لیکن مجھے یہ کہنے میں کوئی تردد نہیں کہ اگر یہ کتاب صرف حصول برکت کے لیے بھی لکھی جاتی تب بھی یہ بہت بڑی سعادت تھی۔ یہ میرا ذوق ہے میں اپنے ذوق کو کسی پر مسلط تو نہیں کر سکتا۔ لیکن میرے لیے تو اس کی تکمیل فرض کا درجہ رکھتی ہے لیکن یہ کتاب لکھتے وقت میرے پیش نظر بہت سی ایسی چیزیں بھی تھیں جن کے تصور سے میں یہ سمجھتا تھا کہ اس کتاب کا لکھنا نہ صرف یہ کہ ایک سعادت ہے بلکہ بہت ضروری ہے کیونکہ ہر زمانے میں تحریر کے

تقاضے اور لوگوں کا ذوق مختلف ہوتا ہے۔ میں نے کوشش کی کہ لوگوں کے مخصوص ذوق کو مد نظر رکھتے ہوئے جدید اسلوب تحقیق کے مطابق ایک کتاب اہل اسلام کی خدمت میں پیش کروں۔ تاکہ ایک عام انسان بھی مسئلہ ختم نبوت کو سمجھ سکے اور منکرین ختم نبوت کے دامِ تزویر سے بچ سکے۔ اور جب بھی کوئی بندہ کسی مسئلہ پر لکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں کچھ ایسی باتیں بھی ڈال دیتا ہے جو اس باب میں ایک حسین اضافے کا درجہ رکھتی ہیں۔ ممکن ہے قارئین کو کوئی ایسی بات بھی مل جائے جو اللہ تعالیٰ کے اس کرم کا اظہار ہو۔

میں نے پوری کوشش کی کہ مفسرین کرام، محدثین عظام اور علماء امت میں سے صرف ان حضرات کے اقوال ذکر کروں جو مرزا جی سے پہلے ہو گزرے ہیں تاکہ قارئین کرام محسوس کر سکیں کہ اس مسئلہ میں امت کیا کہتی آئی ہے اور مرزا جی کیا نئی بات گھڑ رہے ہیں۔

مسئلہ ختم نبوت میں قادیانیوں اور اہل اسلام کا اختلاف کیا ہے؟

اس مسئلہ میں قرآن وسنت کی نصوص کیا کہتی ہیں؟

امت کس بات پہ متفق رہی؟

ختم نبوت کے باب میں عقل ودانش کا تقاضا کیا ہے؟

وہ کون سے شواہد ہیں جو مرزا جی کو ایک اچھا مسلمان بلکہ اچھا انسان ماننے سے بھی روکتے ہیں؟ نبوت کی بحث تو دور کی بات ہے

مرزا جی کے خود تراشیدہ مسائل کی حقیقت کیا ہے؟

حیات ونزول مسیح علیہ السلام میں اسلامی نقطۂ نظر کیا ہے؟

اسلامی تعلیمات امام مہدی کا کیا تصور پیش کرتی ہیں؟

دجال کی حقیقت کیا ہے؟ مرزا جی نے ان مسائل کا حلیہ کیسے بگاڑا ہے

مرزا جی کذب بیانی، لغویات اور سبّ وشتم میں کس حد تک گئے ہیں؟

آئندہ صفحات میں انہیں سوالوں کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور آخر میں احمدی حضرات کو دعوت فکر ہے۔ چند باتیں درج کی گئی ہیں جن پر غور کرنے سے واضح ہوتا

ہے کہ مرزا جی کو نبی ماننا ایمان سے محرومی، حق کے لئے زہر قاتل اور ادراک حقیقت کا اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنا ہے؟

اس میں جو حق اور صواب ہے وہ محض میرے کریم رب کا کرم اور اس کی عطاء ہے۔ اور جو خطا اور غلط ہے وہ میری سوء فہمی اور کم علمی کا نتیجہ ہے میری معزز قارئین سے التماس ہے کہ وہ مجھے میری غلطیوں اور لغزشوں پر مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کر کے کتاب کو بہترین طرز پر قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا سکے۔

میں اپنے ان تمام کرم فرماؤں کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی تیاری میں مجھ سے کسی قسم کا بھی تعاون فرمایا۔ بالخصوص میں شکر گزار ہوں عزت مآب جناب سید شبیر حسین شاہ صاحب سیالوی کا جنہوں نے کتابوں کے سلسلہ میں مجھ سے بھرپور تعاون فرمایا۔ جب بھی میں ان کے پاس اس سلسلہ میں حاضر ہوا تو انہوں نے کمال فراخدلی اور خندہ پیشانی سے فرمایا کہ پوری لائبریری آپ کی ہی ہے جو کتاب چاہیں لے جائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس تعاون پر بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔

میں شکر گزار ہوں جناب ڈاکٹر نور الٰہی مرزا صاحب کا جنہوں نے مجھ پر بہت زیادہ شفقت فرمائی۔ اور اپنی لائبریری سے متعلقہ کتاب چھانٹ چھانٹ کے مجھے عنایت فرمائیں۔ اپنے دوست جناب پیر عبد الرحمٰن شاہ صاحب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے ہر موقع پر بھرپور تعاون فرمایا۔

میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں محترم محمد طاہر صاحب اور محترمہ طاہرہ صاحبہ کا۔ یہ دونوں افراد میرے لیے رحمت کے فرشتے ثابت ہوئے اور ہر قدم پر انہوں نے مجھ سے بے پناہ تعاون فرمایا۔ اگر ان احباب سے میرا تعارف نہ ہوتا تو شاید اس کتاب کی تکمیل میرے لیے ناممکن نہیں تو بہت ہی مشکل ضرور ہوتی۔ اللہ تعالیٰ انہیں دارین کی سعادت مندیاں نصیب فرمائے۔ (آمین)

میں خصوصی طور پر شکر گزار ہوں ادارہ ضیاء القرآن کے چیئرمین عزت مآب جناب

حاجی حفیظ البرکات شاہ کا اور ادارہ کے دیگر تمام کارکنوں کا۔ جو کتاب کی اشاعت ایک عبادت سمجھ کر کر رہے ہیں۔ اور کتاب کی تزئین و آرائش پر اپنی جملہ قوتیں صرف کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی جملہ خدمات کو اپنی بارگاہ عالی میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور ادارہ کو مزید کامرانیوں اور کامیابیوں سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین

آخر میں دست بدعا ہوں اپنے رب کریم کے حضور

اے میرے قدرتوں والے رب!

اے ذروں کو رشک قمر بنانے والے مولا!

اے قطروں کو سمندروں کی وسعتیں بخشنے والے پروردگار!

میری اس حقیر سی کاوش کو اپنی بارگاہ عالی میں قبول فرما۔ اپنی بے پناہ قدرتوں کا واسطہ۔ اس ذرۂ حقیر کو رشک قمر بنا دے۔ اس قطرۂ بے مایہ کو سمندروں کی وسعتیں دے دے۔ ان ٹوٹے پھوٹے حرفوں کو ہدایت کے مینار بنا دے اس حقیر سی کوشش کو خلق کی ہدایت کا ذریعہ بنا دے۔

اے گنہگاروں کی دعائیں قبول فرمانے والے رب کریم!

ان بے جان لفظوں میں جان ڈال دے، انہیں لوگوں کے دلوں میں اتار دے۔ اپنے پیارے نبی ﷺ کا واسطہ! انہیں شرفِ قبولیت بخش۔ اسے اپنی مخلوق کی خدمت کا ذریعہ بنا دے۔ کیونکہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تیرے خزانوں میں کوئی کمی نہیں۔ تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

ع   تاثیر کا سائل ہوں محتاج کو داتا دے

میرے کریم رب! اس حقیر سی کاوش کو میرے لیے اور میرے جملہ کرم فرماؤں کے لیے آخرت کا سرمایہ بنا دے۔ حضور ﷺ کی شفاعت کے حصول کا ذریعہ بنا دے۔ اور دارین کی جملہ سعادتوں کا سبب بنا دے۔ کیونکہ تو جواد بھی ہے، کریم بھی ہے اور تیرے خزانوں میں کمی بھی کوئی نہیں۔ میرے مولا! تیرے عطاء سے جو ٹوٹے پھوٹے لفظ میں لکھ سکا۔ تیرے کرم سے لکھ دیئے۔ اب انہیں اپنی جناب میں شرف قبولیت عطاء فرما۔ ان بے روح

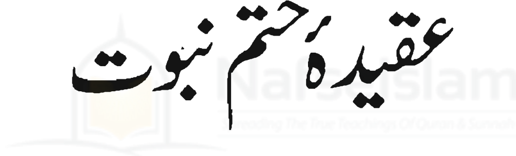
جملوں میں جان ڈال دے۔ ان قطروں کو سمندروں کی پنہائیاں دے دے۔ ان ذروں کو رشک آفتاب بنا دے۔

سپردم بتو مایہ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ

و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ محمد و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

در کریم کا گدائے بے نوا
محمد حبیب اللہ چشتی
الیف، جی کالج H-8 اسلام آباد
6 صفر 1426ھ، بمطابق 16 مارچ 2005ء


عقیدۂ ختم نبوت

لکھتا ہوں خون دل سے یہ الفاظ احمریں

بعد از رسول ہاشمی کوئی نبی نہیں

نوعیت مسئلہ

پوری امت مسلمہ ہمیشہ اور ہر دور میں اس عقیدہ پر متفق رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت ورسالت کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع کیا تھا وہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم کر دیا گیا۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ اس عقیدہ پر قرآن وسنت کی نصوص قطعیہ شاہد ہیں۔ اور عقل ونقل کے ناقابلِ تردید دلائل اس کی پشت پر موجود ہیں۔ یہاں تک کہ مرزا غلام احمد قادیانی بھی اپنے دعویٰ نبوت سے قبل اسی عقیدہ کے حامی تھے انہوں نے دعویٰ نبوت 1900ء میں کیا تھا اس سے قبل کی ان کی تمام تحریریں اسی عقیدہ کی حامی تھیں۔ جیسا کہ ایک مقام پر انہوں نے لکھا:

''سیدنا ومولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلعم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہوگئی''۔(1)

ایک اور مقام پر لکھا:

''قرآن کریم، بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا۔ خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبریل ملتا ہے اور باب نزول جبریل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے مگر سلسلۂ وحی رسالت نہ ہو''۔(2)

لیکن جب مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت کیا تو انہوں نے امت کے اس اجماعی اور متفق علیہ عقیدہ سے انحراف کیا۔ اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ خاتم النبیین کا یہ مطلب نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام نبیوں کی مہر ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو بھی رسول یا نبی آئے گا وہ آپ کی

1۔ اشتہار، 2 اکتوبر 1891ء، از حقیقۃ النبوۃ، صفحہ 89
2۔ ازالہ اوہام، ص 310، 1891ء

تصدیق اور مہر سے ہی آئے گا۔ قادیانی کتب میں بارہا اس کی وضاحت کی گئی ہے چند مقامات ملاحظہ ہوں:

''خاتم النبیین کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی مہر کے بغیر کسی کی نبوت کی تصدیق نہیں ہو سکتی۔ جب مہر لگ جاتی ہے تو وہ کاغذ سند ہو جاتا ہے اور مصدقہ سمجھا جاتا ہے۔ اس طرح آنحضرت کی مہر اور تصدیق جس نبوت پر نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے''۔(1)

''خاتم مہر کو کہتے ہیں جب نبی کریم مہر ہوئے تو اگر ان کی امت میں کسی قسم کا نبی نہیں ہو گا تو وہ مہر کس طرح ہوئے یا مہر کس پر لگے گی''۔(2)

''ہمیں اس کا انکار نہیں کہ رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ مگر ختم کے معنیٰ وہ نہیں جو ''احسان'' کا سوادِ اعظم سمجھتا ہے اور جو رسول اللہ ﷺ کی شان اعلیٰ وارفع کے سراسر خلاف ہے کہ آپ نے نبوت کی نعمت عظمیٰ سے اپنی امت کو محروم کر دیا۔ بلکہ یہ ہیں کہ آپ نبیوں کی مہر ہیں۔ اب وہی نبی ہو گا جس کی آپ تصدیق کریں گے......انہیں معنوں میں ہم رسول کریم ﷺ کو خاتم النبیین سمجھتے ہیں''۔(3)

گویا ختم نبوت کے مسئلہ پر قادیانیت اور اہلِ اسلام کے درمیان بنیادی اختلاف یہ ہے کہ اہلِ اسلام کے نزدیک خاتم النبیین کا معنیٰ ہے: آخری نبی۔ اور قادیانیت کے نزدیک خاتم النبیین کا معنیٰ ہے: نبیوں کی مہر یعنی جس پر سرکار ﷺ کی مہر لگ گئی وہ نبی ہو گا۔ اس لیے اہل اسلام کے نزدیک حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آ سکتا اور قادیانیت کے نزدیک آپ ﷺ کے بعد نبی اور رسول آ سکتے ہیں۔ جیسا کہ ان کی کتب سے عیاں ہے چند مقام ملاحظہ ہوں:

''یہ بات بالکل روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا

1۔ ملفوظات احمدیہ، مرتبہ محمد منظور الٰہی، جز 5، صفحہ 290

2۔ الفضل قادیان، 22 مئی 1922ء

3۔ ایضاً، 22 ستمبر 1939ء

دروازہ کھلا ہے"۔(1)

"انہوں نے (یعنی مسلمانوں نے) یہ سمجھ لیا ہے کہ خدا کے خزانے ختم ہو گئے۔ان کا یہ سمجھنا خدا تعالیٰ کی قدر کو ہی نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے ورنہ ایک نبی کیا میں تو کہتا ہوں ہزاروں نبی ہوں گے"۔(2)

یہ مقام بھی ملاحظہ ہو:

"اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اسے ضرور کہوں گا کہ تو جھوٹا ہے، کذاب ہے۔آپ کے بعد نبی آ سکتے ہیں اور ضرور آ سکتے ہیں"۔(3)



1۔حقیقت النبوت، از مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب، صفحہ 228

2۔انوار خلافت از مرزا بشیر الدین محمود، صفحہ 62

3۔انوار خلافت، صفحہ 65 بحوالہ قادیانی مسئلہ، صفحہ 14



عقیدۂ ختم نبوت قرآن مجید



کی روشنی میں

خدا یکتا الوہیت میں تو یکتا رسالت میں
کسی کو اب نبی ہونے کا دعویٰ ہو نہیں سکتا

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر بڑی صراحت کے ساتھ اس عقیدہ کو بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ اب نبوت ورسالت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا ہے۔ اس مؤقف پر قرآن مجید سے چند شواہد ملاحظہ ہوں:

پہلی آیۂ طیبہ

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۠ (احزاب)

”محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کے آخر ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا بخوبی علم رکھنے والا ہے“۔

اس آیۂ کریمہ سے حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے پر تین طریقوں سے استدلال ہو سکتا ہے:

1: قرون اولیٰ سے لے کر آج تک مفسرین کرام نے یہاں خاتم النبیین سے کیا مراد لیا ہے؟

2: قرآن مجید کا نظم کس چیز کا تقاضا کرتا ہے؟

3: اہل لغت لفظ خاتم کی کیا تشریح کرتے ہیں؟

ان نکات کی وضاحت ملاحظہ ہو:

(1) مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم کی آراء

اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں شروع سے آج تک مفسرین کرام یہی بیان کرتے آئے ہیں کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ اور وہ یہ بات اتنی قطعیت اور وثوق سے لکھ رہے ہیں کہ کسی اختلاف کا اشارہ تک نہیں ملتا لیکن یہاں اُن مفسرین میں سے چند ایک کی آراء ذکر کی جاتی ہیں جو مرزا قادیانی سے پہلے گزر چکے ہیں کیونکہ مابعد مفسرین کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے قادیانیوں کے تعصب میں یہ لکھ دیا ہے ظاہر ہے کہ یہ مفسرین تو اس الزام سے قطعاً مبرا ہیں اس لیے دانستہ صرف مرزا قادیانی کے زمانے سے پہلے کے

مفسرین کی آراء ہی درج کی جائیں گی۔

یاد رہے کہ مرزا غلام احمد نے دعویٰ نبوت 1900ء میں کیا ہے یعنی آج سے تقریباً 104 سال پہلے۔ اس حیثیت سے ہجری سن 1321ھ بنتا ہے کہ اس نے دعویٰ نبوت 1321ھ میں کیا۔ یہاں 1320ھ سے پہلے کے چند مفسرین کی آراء درج کی جاتی ہیں۔

1۔ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما المتوفی 68ھ

خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ ختم الله به النبيين قبله فلايكون نبی بعده (1)

''خاتم النبیین۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا۔ اب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا''

2۔ ابو جعفر محمد بن جریر طبری المتوفی 310ھ

وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ الذی ختم النبوة فطبع عليها فلا تفتح لاحد بعده الی قيام الساعة ...... و فی قراء ة عبد الله ولكن نبيا ختم النبيين(2)

''یعنی وہ شخص جس نے نبوت کو ختم کر ڈالا اور اس پر مہر لگا دی پس وہ قیامت تک آپ کے بعد کسی پر نہ کھولی جائے گی۔ اور حضرت ابن مسعود کی قرأت یہ ہے ولکن نبیا ختم النبیین وہ نبی ہیں جنہوں نے انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا''

3۔ ابوالقاسم جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری المتوفی 538ھ

(خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ) يعنی انه لو كان له ولد بالغ مبلغ الرجال لكان نبيا و لم يكن هو خاتم الانبياء۔(3)

''خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ یعنی اگر آپ کا کوئی بیٹا ہوتا جو بلوغت کی عمر کو پہنچ جاتا تو وہ نبی

1۔ تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس لابی طاہر محمد بن یعقوب الشیرازی الشافعی المتوفی 817ھ مکتبہ حقانیہ۔ محلہ جنگی پشاور

2۔ تفسیر طبری، جلد 10، جز 22، صفحہ 12۔ دار المعرفہ للطباعۃ والنشر۔ بیروت

3۔ تفسیر کشاف، جلد 3، صفحہ 264، دار المعرفۃ بیروت

ہوتا۔ اور آپ آخری نبی نہ رہتے''۔

(اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے بیٹوں کو بچپن میں فوت کر دیا)

4۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی۔ المتوفی 606ھ

(خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ) وذالک لان النبی الذی یکون بعده نبی ان ترک شیئا من النصیحة و البیان یستدرکه من یاتی بعده۔ اما من لا نبی بعده یکون اشفق علی امته و اهدی لهم و اجدی اذ هو کوالد لولده الذی لیس له غیره من احد (1)

'' یہاں خاتم النبیین اس لیے فرمایا کہ جس نبی کے بعد کوئی دوسرا نبی ہو وہ اگر نصیحت اور بیان میں کوئی کمی چھوڑ جائے تو اس کے بعد آنے والا نبی اسے پورا کر سکتا ہے۔ مگر جس کے بعد کوئی آنے والا نبی نہ ہو وہ اپنی امت پر زیادہ شفیق ہوتا ہے اور اسے زیادہ واضح رہنمائی دیتا ہے۔ کیونکہ اس کی مثال اس باپ کی ہوتی ہے جو جانتا ہے کہ اس کے بعد اس کے بیٹے کی سرپرستی کرنے والا کوئی نہیں ہے''۔

5۔ امام ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی المتوفی 668ھ

(خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ) قال ابن عطیة هذه الالفاظ عند جماعة علماء الامة سلفا و خلفا متلقاة علی العموم التام مقتفیة نصّا انه لا نبی بعده صلی اللّٰه علیه وسلم ...... و قرء ابن مسعود: من رجالکم و لکن نبیا ختم النبیین (2)

'' ہمیشہ اور ہر دور میں علماء امت اس بات پر متفق رہے ہیں کہ یہ الفاظ اس بارے میں نص ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حضرت ابن مسعود کی قرأت کے الفاظ ہیں: من رجالکم و لکن نبیا ختم النبیین بلکہ وہ نبی

1۔ تفسیر کبیر، جلد 25، صفحہ 214۔ مکتب الاعلام الاسلامی

2۔ تفسیر قرطبی، جلد 41، صفحہ 196، دار احیاء التراث العربی۔ بیروت، لبنان

ہیں جنہوں نے انبیاء کی آمد کا سلسلہ ختم کیا''۔

6۔علامہ علی بن محمد خازن بغدادی شافعی المتوفی 725ھ

(خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ) ختم الله به النبوة فلا نبوة بعده ای و لا معه قال ابن عباس يريد لو لم اختم به النبيين لجعلت له ابنا يكون بعده نبيا و عنه ان الله لما حكم ان لا نبی بعده لا يعطيه ولدا ذكرا يصير رجلا (1)

''خاتم النبیین۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات پر نبوت کو ختم کر دیا۔آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور نہ ہی آپ کے زمانے میں کوئی نبی ہوگا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے فرمان کا منشا یہ ہے کہ اگر میں آپ پر نبوت کا سلسلہ ختم نہ کرتا تو میں آپ کو ایسا بیٹا دیتا جو آپ کے بعد نبی ہوتا۔اور آپ ہی فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کرلیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا تو اس کا تقاضا یہ تھا کہ وہ آپ کو ایسا بیٹا نہ دے جو بلوغت کی عمر کو پہنچے''۔

7۔نظام الدین الحسن محمد بن حسین القمی النیشا پوری المتوفی 728ھ

(خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ) لان النبی اذا علم ان بعده نبيا فقد يترک بعض البيان و الارشاد اليه بخلاف ما لو علم ان ختم النبوة عليه (وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا) و من جملة معلوماته انه لا نبی بعد محمد صلی الله عليه وسلم (8)

''(خاتم النبیین) اگر کسی نبی کو یہ معلوم ہو کہ اس کے بعد بھی کوئی نبی آنے والا ہے تو وہ نصیحت اور ارشاد میں سے کچھ چھوڑ بھی دیتا ہے۔بخلاف اس کے جسے معلوم ہو کہ اس پر نبوت ختم کر دی گئی (وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا) اور اللہ تعالیٰ کی

1۔تفسیر الخازن،جلد 3،صفحہ 470۔دار الثقافہ،بیروت

2۔تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان،جلد 8،صفحہ 15۔شرکۃ مکتبہ ومطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی والدہ بمصر

معلومات میں سے یہ بھی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا''۔

8۔ الامام الحافظ اسماعیل بن عمر ابن کثیر الدمشقی المتوفی 774ھ

فهذه الاية نص فی انه لا نبی بعده و اذا کان لا نبی بعده فلا رسول بعده بالطریق الاولی و الاحری لان مقام الرسالة اخص من مقام النبوة (1)

''یہ آیہ کریمہ اس مسئلہ میں نص ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جب نبی نہیں آئے گا تو رسول بدرجہ اولیٰ نہیں آئے گا۔ کیونکہ مقام رسالت مقام نبوت سے خاص ہے''۔

9۔ الامام جلال الدین سیوطی المتوفی 811ھ

عن قتادة رضی اللّٰه عنه فی وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ قال آخر نبی...... عن الحسن فی قوله و خاتم النبیین قال ختم اللّٰه النبیین بمحمد صلی اللّٰه علیه وسلم و کان آخر من بعث (2)

''حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے فرمان'' وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ '' کے متعلق فرماتے ہیں: آپ آخری نبی ہیں۔ حضرت حسن خاتم النبیین کے متعلق فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا۔ اور آپ کی بعثت سب سے آخر میں ہوئی ہے''۔

امام سیوطی ہی تفسیر جلالین میں اسی آیہ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا) منه بان لا نبی بعده و اذا نزل السید عیسی بحکم بشریعته (3)

1۔ تفسیر ابن کثیر، جلد 3، صفحہ 100۔ دار القرآن الکریم، بیروت

2۔ الدر المنثور، جلد 5، صفحہ 204۔ دار المعرفة للطباعة والنشر، بیروت لبنان

3۔ تفسیر جلالین، صفحہ 355، اصح المطابع و کارخانہ کتب، آرام باغ کراچی

''اللہ تعالیٰ کے علم میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو وہ آپ کی شریعت کے مطابق ہی عمل کریں گے''۔

10۔ برہان الدین ابوالحسن ابراہیم بن عمر البقاعی المتوفی 885ھ:

(خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ) ای لان رسالته عامة و نبوته معها اعجاز القرآن فلا حاجة مع ذالک الی استنباء و لا ارسال ...... هذه الاية مثبتة لكونه خاتما علی ابلغ وجه و اعظمه(1)

''(خاتم النبیین) یعنی آپ کی رسالت عام ہے اور آپ کی نبوت قرآنی اعجاز لیے ہوئے ہے پس اس وجہ سے کسی نبی یا رسول کی ضرورت نہیں ہے ...... یہ آیت بڑے واضح اور بلیغ انداز سے آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے پر دلیل ہے''۔

11۔ العلامۃ الشیخ اسماعیل حقی المتوفی 1137ھ

(وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ) وقوله عليه السلام لا نبی بعدی ۔ و من قال بعد نبينا نبی يكفر لانه انكر النص و كذالک لو شک فيه لان الحجة تبين الحق من الباطل و من ادعى النبوة بعد محمد لايكون دعواه الاباطلا (2)

''(وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ) اور حضور ﷺ کا یہ فرمانا: لا نبی بعدی ۔ اور جس نے کہا کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی ہے وہ کافر ہو جائے گا ۔ کیونکہ اس نے نص کا انکار کیا ہے ۔ اور اسی طرح اس مسئلہ میں شک کرنے والا بھی کافر ہو جائے گا کیونکہ دلیل نے حق کو باطل سے الگ کر دیا ہے ۔ اور جس نے بھی حضور ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا تو اس کا دعویٰ باطل اور

1۔ تفسیر نظم الدرر فی تناسب الایات والسور، جلد 6، صفحہ 112 ۔ دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان

2۔ تفسیر روح البیان، جلد 7، ص 188 ۔ المکتبۃ الاسلامیہ، ریاض

صرف باطل ہوگا''۔

12۔العلامہ محمود آلوسی۔المتوفی 1270ھ

(مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ)...... و ذالک لان کونه علیه الصلوة و السلام خاتم النبیین یدل علی انه لا یعیش ولد ذکر حتی یبلغ مبلغ الرجال لانه لوبلغ لکان منصبه ان یکون نبیا فلا یکون هو صلی اللّٰہ علیه وسلم خاتم النبیین...... و اخرج احمد عن وکیع عن اسماعیل سمعت ابن ابی اوفی یقول لو کان بعد النبی نبی ما مات ابنه (1)

''(مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ)...... چونکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپکا کوئی ایسا بیٹا زندہ نہ رہے جو بلوغت کی عمر کو پہنچے۔ کیونکہ اگر وہ بلوغت کی عمر کو پہنچتا تو اس کا منصب یہ تھا کہ وہ نبی ہوتا۔ تو اس صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی نہ رہتے۔ احمد نے وکیع سے روایت کیا ہے کہ اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے ابن ابی اوفی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہوتا تو آپ کا بیٹا فوت نہ ہوتا''۔

انہیں چند حوالوں سے معزز قارئین پر واضح ہو گیا ہوگا کہ شروع سے آخر تک مفسرین کرام نے اس آیۂ کریمہ سے کیا سمجھا ہے۔ انہیں حوالوں پر اکتفا نہیں آپ ذخیرۂ تفاسیر میں سے کوئی بھی تفسیر اٹھالیں۔ بلاکسی اختلاف کے آپ کو اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں یہی ملے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں۔ اور جو بات قادیانی حضرات ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں اس کا نام ونشان بھی نہیں ملے گا۔ قادیانی فتنہ کے ظہور کے بعد والے مفسرین پر تو یہ طعن کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے کسی تعصب سے کام لیا ہے لیکن پہلے والے جمیع مفسرین کی اس متفق علیہ تفسیر کے متعلق کیا کہا جائے گا؟ اور یہ مفسرین کرام صرف اصحاب علم ہی نہ تھے بلکہ

1۔ تفسیر روح المعانی، جلد 22، صفحہ 32۔ الطباعۃ المنیریہ احیاء التراث العربی، بیروت

تقویٰ و تدین کی دنیا کے بھی امام تھے۔

(2) نظم قرآنی کے حوالہ سے

اس آیۂ کریمہ میں دوسری چیز جو حضور سید عالم ﷺ کے آخری نبی ہونے پر واضح دلیل ہے وہ اس آیۂ کریمہ کا باہمی ربط اور نظم و مناسبت ہے۔

یہ آیۂ کریمہ اس وقت نازل ہوئی جب حضور ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی۔ تو چونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے متبنیٰ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے مطلقہ تھیں۔ اور اس معاشرہ میں متبنیٰ کو بھی صلبی بیٹے کے حقوق حاصل تھے۔ اس لیے ایک طوفان برپا ہو گیا کہ حضور ﷺ نے اپنی مطلقہ بہو سے شادی کر لی۔

اس پس منظر میں یہ آیۂ کریمہ اور اس سے پہلے کی آیات نازل ہوئیں اور فرمایا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح ہم نے کیا۔ آپ کسی ملامت اور تنقید کی پرواہ نہ کریں کیونکہ رسول کی تو شان ہی یہ ہوتی ہے کہ وہ احکام الٰہی کے بجالانے میں کسی ملامت اور تنقید کی پروا نہیں کرتے وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ يَخْشَوْنَهٗ وَ لَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿۳۹﴾ (احزاب)

”وہ اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو پہنچاتے ہیں اور فقط اسی سے ڈرتے ہیں اور اس کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ اور اللہ حساب لینے کے لئے کافی ہے“۔

پھر فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾ (احزاب)

”محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے“۔

در اصل یہ ان اعتراضات کے جوابات ہیں جو لوگوں میں گردش کر رہے تھے۔ وہ کہتے

تھے کہ دیکھو حضور ﷺ نے اپنی بہو سے شادی کر لی۔ تو اس کے جواب میں فرمایا کہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ۔ کہ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں''، یعنی زید رضی اللہ عنہ تو حضور ﷺ کے بیٹے تھے ہی نہیں تو تم کیسے کہتے ہو کہ اپنی بہو سے شادی کر لی۔ زید رضی اللہ عنہ تو حضور ﷺ کے متبنی تھے اور متبنی کے متعلق تو شروع سورۃ میں فرمایا: ادعوھم لاٰبائھم ''انہیں ان کے باپوں کی طرف منسوب کر کے بلاؤ'' تو وہ تو زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ ہیں نہ کہ زید رضی اللہ عنہ بن محمد (ﷺ) تو جب زید رضی اللہ عنہ آپ کے بیٹے ہیں ہی نہیں تو پھر آخر تم کیسے کہتے ہو کہ انہوں نے اپنی بہو سے شادی کر لی۔ اس نکتے کو مفسرین کرام نے بڑی وضاحت سے لکھا ہے۔

پھر سوال پیدا ہوتا تھا کہ چلیے مان لیتے ہیں کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے بیٹے نہیں، اللہ تعالیٰ نے متبنی کو صلبی بیٹے کا درجہ نہیں دیا۔ لیکن ہمارے عرف میں تو اسے معیوب سمجھا جاتا ہے۔ ہم تو اسے صلبی بیٹے کے قائم مقام قرار دیتے ہیں تو آخر یہ کیوں ضروری ہوا کہ آپ حضرت زینب کے ساتھ شادی کریں تو اس کے جواب میں فرمایا: وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ ''لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں''۔ یعنی رسول کا منصب یہ ہوتا ہے کہ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے جن احکامات کو اپنی منشا کے مطابق بدل لیا ہوتا ہے رسول انہیں اصلی رنگ میں پیش کرتا ہے اس لیے جہت رسالت کا تقاضا تھا کہ وہ اس مسئلہ میں بھی کسی ملامت کی پرواہ کیے بغیر حکم الٰہی بجا لانے اور مسئلہ کو اس کے حقیقی رنگ میں پیش کرے۔ کہا جا سکتا ہے کہ یہ حکم صرف کہنے سے بھی بجا لایا جا سکتا تھا۔ تو آخر عملی طور پر اس شادی کرنے کی کیا ضرورت تھی تو جواباً گذارش ہے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ حکم الٰہی یہی تھا جیسا قرآن مجید کے الفاظ زَوَّجْنٰكَهَا سے عیاں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ عملی طور پر کسی کام کو کرنے سے اس کام میں جو تاکید اور زور پیدا ہو جاتا ہے وہ کسی بھی دوسرے طریقے سے پیدا نہیں ہوتا۔ واللہ یعلم باسرار احکامہ۔ مختصر یہ کہ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ سے مراد یہ ہے کہ رسول کا منصب یہی ہوتا ہے کہ بغیر کسی ملامت کی پرواہ کیے حکم الٰہی بجا لایا جائے۔ اس لیے حضور

ﷺ نے تمہارے عرف اور رسم کے خلاف یہ شادی کی۔

پھر سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ تو پہلے دن سے جاری ہے تو آخر یہ کیوں ضروری ہوا کہ انہوں نے خود ہی شادی کر کے اس رسم کو توڑنا تھا۔ تو فرمایا: خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کہ وہ آخری نبی ہیں۔ یعنی اگر نبیوں کی آمد کا سلسلہ جاری ہوتا تو ممکن تھا کہ اس حکم کو ختم کرنا کسی آنے والے رسول کے ذمہ لگا دیا جاتا۔ لیکن جب ان کے بعد کسی نبی نے آنا ہی نہیں، اس لیے ضروری ہوا کہ اس برائی اور قبیح رسم کو جو ایک تقدس کا روپ دھار چکی ہے اسی رسول کے ہاتھوں ختم کروایا جائے۔ اور مفسرین نے اس مقام پر اس نکتہ کو وضاحت سے لکھا ہے جیسا کہ امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ کا اس جملہ کی تفسیر میں یہ قول پہلے گذر چکا ہے کہ

> ''یہاں خاتم النبیین اس لیے فرمایا کہ جس نبی کے بعد کوئی دوسرا نبی ہو وہ اگر نصیحت اور بیان میں کوئی کمی چھوڑ جائے تو اس کے بعد آنے والا نبی اسے پورا کر سکتا ہے۔ مگر جس کے بعد کوئی آنے والا نبی نہ ہو وہ اپنی امت پر زیادہ شفیق ہوتا ہے اور اسے زیادہ واضح رہنمائی دیتا ہے۔ کیونکہ اس کی مثال اس باپ کی ہوتی ہے جو جانتا ہے کہ اس کے بعد اس کے بیٹے کی رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں ہے''۔(1)

اس آیۂ کریمہ میں باہمی ربط کی ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جب مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ فرمایا کہ حضور ﷺ کی ابوت کی نفی کی گئی۔ تو باپ تو شفقت کا روپ ہوتا ہے وہ تو محبتوں کا دوسرا نام ہوتا ہے۔ تو یہاں وہم پیدا ہوتا تھا کہ کیا حضور ﷺ کو لوگوں سے محبت اور شفقت بھی نہیں تو فرمایا: وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ۔ بلکہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ یعنی حضور ﷺ کا تم سے تعلق رسالت کا ہے اور رسول کو اپنی امت سے جتنی شفقت اور محبت ہوتی ہے، باپ کی اپنی اولاد سے شفقت اور محبت تو اس کے سامنے کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی۔ رسول تو باپ سے ہزاروں درجہ بڑھ کر اپنی امت سے محبت اور شفقت کرتا ہے

1۔ تفسیر کبیر، جلد 25، صفحہ 214۔ مکتب الاعلام الاسلامی

یہی سبب ہے کہ جب قیامت کے دن ماں اپنے لخت جگر کو بھول جائے گی باپ اپنے بیٹے کو چھوڑ دے گا۔ دوست، دوست کو فراموش کر دے گا تو رسول کریم ﷺ اپنی امت کو نہ صرف یاد رکھیں گے بلکہ ان کی شفاعت فرمائیں گے اور منظر کچھ یوں ہوگا۔

کہیں وہ گرتوں کو تھام لیں گے کہیں پیاسوں کو جام دیں گے

صراط و میزان و حوض کوثر یہیں وہ عالی مقام ہو گا

اور پھر فرمایا: خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ کہ وہ آخری نبی ہیں۔ یعنی رسول تو امت کے لئے ویسے ہی بہت شفیق ہوتا ہے لیکن یہ رسول تو آخری نبی ہیں۔ ان کی شفقتیں تو امت کے لئے اور بھی جوبن پر ہیں بلاتشبیہ وتمثیل وہ باپ جو جانتا ہو کہ میرے چلے جانے کے بعد تو کوئی ایسا ہوگا ہی نہیں جو میری اولاد کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھے تو اس کی شفقتیں تو اور بھی جوبن پر ہوں گی۔ ایسے ہی یہ رسول تو جانتے ہیں کہ ان کے بعد کوئی رسول اور آئے گا ہی نہیں۔ اس لیے ان کی تو اپنی امت سے شفقتیں اور بھی عروج اور جوبن پر ہیں۔

پھر فرمایا: كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے یعنی اگر ہم نے ان کی ذات پر رسالت ونبوت کا سلسلہ ختم کر دیا تو کوئی یہ نہ سوچے کہ یہ سلسلہ کیوں ختم کر دیا گیا۔ بلکہ ہم بہتر جانتے ہیں کہ نبوت کا سلسلہ کب شروع کرنا تھا اور کب ختم کرنا ہے اس جملہ کی تفسیر میں امام نیشاپوری متوفی 728ھ کا یہ قول پہلے گزر چکا ہے۔

و من جملة معلوماته انه لا نبي بعدى محمد صلى الله عليه وسلم (1)

''کہ اللہ تعالیٰ کی معلومات میں سے یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے''۔

الغرض اس آیۂ کریمہ کا نظم اس بات پر واضح دلیل ہے کہ یہاں خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہی ہو۔ کیونکہ اس کا کوئی بھی ایسا معنی کرنا جس سے اجرائے نبوت کا شائبہ بھی پیدا

1۔ تفسیر غرائب القرآن، جلد 8، صفحہ 15

ہوتا ہو، یہاں بالکل بے ربط اور غیر منظم ہوگا جو قرآنی اعجاز کے خلاف ہوگا۔ یہاں خاتم النبیین کا معنی آخری نبی نہ کرنا نہ صرف قرآن وسنت کی نصوص قطعیہ اور اجماع امت کے خلاف ہے بلکہ نظم قرآنی کے بھی خلاف ہے۔

(3) خاتم کی لغوی تحقیق

عقیدہ لغت سے نہیں کتاب وسنت سے ثابت ہوتا ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ کا وہی معنی مراد لیا جائے گا جو کتاب وسنت میں بیان کیا گیا ہے۔ ورنہ صلوٰۃ کا معنی دنیا کی کسی بھی لغت کی کتاب میں ''نماز'' نہیں ملے گا۔ تاہم لغت کے استدلال کو تائیداً پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کچھ مسلم کتب لغت کا حوالہ بھی دے دیا جائے کہ شروع سے لے کر اہل لغت خاتم کا کیا معنی لے رہے ہیں۔ اور قادیانی حضرات خاتم کا جو معنی کر رہے ہیں وہ ان کا خود ساختہ معنی ہے جس کا کتب لغت میں وجود تک نہیں وہ لغت سے معنی نہیں سمجھ رہے بلکہ لغت کو اپنا خود ساختہ معنی سمجھانے میں مشغول ہیں۔

چند اہل لغت کی تحقیق ملاحظہ ہو

1۔ العلامہ الراغب الاصفہانی۔ المتوفی 506ھ

(خَاتَمَ النَّبِيّنَ) لانه ختم النبوة ای تممها بمجيئه (1)

''(خَاتَمَ النَّبِيّنَ) اس لیے کہ آپ نے نبوت کو ختم کر دیا یعنی آپ نے تشریف لا کر نبوت کو مکمل اور تمام کر دیا''

2۔ علامہ محمد بن ابوبکر بن عبدالقادر الرازی۔ المتوفی 666ھ

خاتمة الشیء۔ آخره و محمد خاتم الانبياء (2)

''خاتمۃ الشیء۔ کسی چیز کے خاتمہ کا معنی ہے اس کا آخر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آخری نبی ہیں''۔

1۔ مفردات الفاظ القرآن، صفحہ 144۔ اسماعیلیاں۔ چاپ۔ نشر۔ ایران۔ قم

2۔ مختار الصحاح، صفحہ 169 مادہ ختم۔ دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان

3۔العلامہ ابن منظور افریقی۔المتوفی 711ھ

خِتام الوادی۔ اقصاہ۔ و خِتام القوم و خاتِمہم و خاتَمہم آخرہم عن اللحیانی و محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء علیہ و علیہم الصلوٰۃ و السلام (التہذیب) و الخاتِم و الخاتَم من اسماء النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم و فی تنزیل العزیز ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین ای آخرہم (1)

''خِتام الوادی کا معنی ہے وادی کا آخری کنارہ خِتام القوم، خاتِم القوم اور خاتَم القوم کا معنیٰ ہے قوم کا آخری فرد۔ یہ معنی للحیانی سے منقول ہے۔ اور حضور ﷺ خاتَم الانبیاء ہیں خاتِم اور خاتَم آپ کے اسماء گرامی میں سے ہے قرآن مجید میں ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ یہاں خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہے''۔

4۔السید محمد مرتضیٰ الحسینی الواسطی الزبیدی۔المتوفی 1205ھ

ختَم الشیءَ ختما : بلغ آخرہ...... و الخاتِم من کل شیء عاقبتہ و آخرتہ کخاتمتہ۔ و الخاتم: آخر القوم کا الخاتِم و منہ قولہ تعالیٰ و خاتم النبیین ای آخرہم (2)

''کسی چیز کوختم کرنے کا معنی یہ ہے اسے آخر تک پہنچانا...... اور کسی بھی چیز کے خاتم سے مراد اس کا آخر اور اس کا اختتام ہوتا ہے۔ یہ کسی چیز کے خاتمہ کا ہم معنی ہے۔ اور خاتَم کا معنی بھی خاتِم کی طرح کسی قوم کا آخری فرد ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان وخاتم النبیین۔ یعنی انبیاء میں آخری نبی''۔

1۔لسان العرب، جلد 4، صفحہ 25۔ مادہ ختم۔ احیاء التراث العربی، بیروت

2۔تاج العروس من جواہر القاموس، جلد 16، صفحہ 190 مادہ ختم۔ دار الفکر للطباعۃ والنشر

5۔العلامہ السعید الخوری الشرتونی اللبنانی

(الخاتِم و الخاتَم) الخاتام و آخر القوم ...... و عاقبة کل شیء (1)

''خاتِم اور خاتَم کا معنی ہے آخر یا قوم کا آخری فرد...... کسی بھی چیز کا آخر''

6۔لویس معلوف

الخاتِم و الخاتَم ج خَوَاتِمْ و خُتُم۔ عاقبة کل شیء (2)

خِاتم اور خاتَم کی جمع خَوَاتِم اور خُتُم ہے یہ کسی بھی چیز کے آخر کو کہا جاتا ہے۔

لغت کی کسی بھی مستند کتاب کو اٹھا کر دیکھ لیں وہاں خاتَم القوم کا معنی آخر القوم ہی ہوگا۔

معلوم ہوا کہ یہ آیۂ کریمہ ہر لحاظ سے حضور سید عالم ﷺ کے آخری نبی ہونے پر نص قطعی ہے

اب قرآن کی چند اور آیات طیبات ملاحظہ ہوں جو حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے پر واضح دلیل ہیں:

دوسری آیۂ طیبہ

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (مائدہ:3)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو پورا کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کرلیا''۔

یہ آیۂ کریمہ بھی حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے پر دلیل ہے۔ چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تشریف آوری کا مقصد بندوں تک اللہ کا دین پہنچانا ہی تھا۔ اب جب دین ہر لحاظ

1۔اقرب الموارد فی فصح العربیہ والشوارد، جلد 2، صفحہ 19۔ دار الاسوہ للطباعۃ والنشر

2۔المنجد، مادہ ختم ص169۔ انتشارات اسماعیلیاں، تہران

سے مکمل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی شکل میں ایک مکمل ضابطہ حیات پوری انسانیت کو عطا فرما دیا۔ اور اسی اسلام کو اس نے بطور دین کے پسند کر لیا اور یہی دین قیامت تک پوری نوع انسانی کا دین ہوگا تو ظاہر ہے اب کسی اور نبی کے آنے کی ضرورت نہیں رہی۔ چونکہ جب دین مکمل ہے تو وہ رسول کیا لے کر آئے گا۔

علامہ ابن کثیر اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

لهم دينهم فلا يحتاجون الى دين غيره ولا الى نبی غير نبيهم صلوات و سلامه عليه و لهذا جعله الله خاتم الانبياء و بعثه الى الانس و الجن (1)

''اس امت پر یہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے کہ اس نے اس امت کو مکمل دین عطا فرمایا پس اب انہیں نہ کسی اور دین کی ضرورت ہے اور نہ اور نبی کی۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو خاتم الانبیاء بنایا اور آپ کو تمام جن وانس کی طرف مبعوث فرمایا''۔

ایک شبہہ کا ازالہ

یہاں ایک سوال یہ ہے کہ کیا پہلے انبیاء کرام علیہ السلام کو جو دین دیئے گئے وہ ناقص اور ادھورے تھے کہ انہیں تکمیل دین کی بشارت نہ دی گئی۔ تو ظاہر ہے کہ کسی بھی نبی کا دین نامکمل اور ناقص نہیں تھا بلکہ اپنے زمانے کے لحاظ سے جامع اور مکمل تھا۔ تو پھر سوال یہ ہے کہ تکمیل دین کی بشارت صرف حضور ﷺ کو ہی کیوں دی گئی؟

جواباً گزارش ہے کہ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے منصوبہ میں ایک تو ان انبیاء کرام علیہ السلام کی نبوتوں کا زمانہ قیامت تک نہیں تھا بلکہ صرف ان کی حیات ظاہری تک تھا اس لیے ان میں وہ کاملیت اور جامعیت نہ تھی جو قیامت تک پیش آنے والے نئے نئے مسائل کا جواب دے سکے اور چونکہ نبی کریم ﷺ کی نبوت قیامت تک باقی رہنا تھی

1۔ تفسیر ابن کثیر، جلد 1، صفحہ 482

اس لیے اس میں کاملیت اور عمومیت کی وہ صلاحیتیں رکھ دی گئیں جو قیامت تک پیش آنے والے ہر مسئلہ کا حل اور ہر سوال کا جواب ہیں اسی کو تکمیل دین کا نام دیا گیا

دوسری وجہ ہے کہ ہر نبی اپنے بعد آنے والے نبی پر ایمان لانے کو شرط قرار دیتا ورنہ وہ لوگ مکمل دین سے محروم رہتے۔ اب جب وہ بعد والے نبی پر ایمان لے آتے تو اس نبی علیہ السلام کا زمانہ شروع ہو جاتا اور پھر وہ نبی علیہ السلام اپنے بعد آنے والے نبی پر ایمان لانے کو ضروری قرار دیتے۔ اس لیے کسی بھی ایک نبی پر ایمان لانے کو اور اس کی پیروی کرنے کو ''کامل دین'' نہ کہا گیا لیکن چونکہ حضور ﷺ کے بعد کسی نبی نے نہیں آنا تھا۔ اس لیے فقط آپ پر ایمان لانے کو اور صرف آپ کی پیروی کو ہی ''مکمل دین'' قرار دیا گیا۔ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ کا یہی مطلب ہے کہ میں نے تم پر نعمت نبوت تمام کر دی۔ اب اگر کسی نئے نبی کی آمد مان لی جائے تو تکمیل دین کے بھی خلاف ہے اور اتمام نعمت کے بھی۔

تیسری آیۂ طیبہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ (النساء:136)

''اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو اس نے پہلے نازل کی''۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ

(بقرہ:4)

''جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ پر اتارا گیا اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا''۔

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اہل ایمان کی یہ صفت بیان کی گئی کہ وہ اس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ پر نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا۔ قرآن مجید کا یہ اسلوب بھی حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے پر قطعی دلیل ہے کیونکہ اگر آپ کے بعد بھی کوئی

وحی نازل ہونا ہوتی تو اہل ایمان کو اس پر بھی ایمان لانے کا حکم دیا جاتا اور اہل ایمان کو حکم دیا جاتا کہ جو اس کے بعد نازل ہوگا اس پر بھی ایمان لانا۔ تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ تو فرمائے کہ جو آپ پر اترا اور جو آپ سے پہلے اترا اس پر ایمان لانا کافی ہے لیکن قادیانی حضرات بضد ہیں کہ جو حضور ﷺ کے بعد مرزا صاحب پر ایمان نہیں لاتا وہ کافر ہے۔ وہ کہتے ہیں:

''کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں''۔(1)

قرآنی احکامات کا اس سے بڑھ کر انکار اور کیا ہوسکتا ہے!

چوتھی آیۂ طیبہ

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ (توبہ)

''اسی نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اسے سارے دین پر غالب کردے۔ خواہ یہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار ہو''۔

یہی ارشاد سورۃ الفتح کی آیت نمبر 28 اور سورۃ الصف کی آیت نمبر 9 میں ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو اس لیے مبعوث فرمایا ہے کہ وہ آپ کے دین کو تمام ادیان پر غالب کردے۔

امام فخر الدین رازی لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

صیرورۃ دینه مستعلیا علی سائر الادیان عالیا علیها......

الخ (2)

''اس دین کا تمام ادیان پر غالب آجانا''۔

اب ظاہر ہے کہ یہ دین اس وقت غالب ہوگا کہ جب لوگ دوسرے ادیان کو چھوڑ کر اسے قبول کریں گے۔ مثلاً ایک آدمی پہلے عیسائی ہے اب اگر وہ عیسائیت ترک کرکے اسلام

1۔ آئینہ صداقت، از مرزا بشیر الدین محمود، صفحہ 35

2۔ تفسیر کبیر، جلد 15، صفحہ 40

اختیار کرے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پس منظر میں عیسائیت پر اسلام غالب آ گیا۔ تو دین اسلام اسی وقت غالب ہو گا کہ جب لوگ دیگر ادیان کو چھوڑ کر اسے قبول کریں۔ اگر حضور ﷺ کے بعد بھی کسی نبی نے آنا ہوتا تو ظاہر ہے پھر لوگوں کے لئے ضروری ہوتا کہ وہ اس نبی پر ایمان لائیں۔ تو اس طرح تو اس کا دین، سلام پر غالب ہو جاتا اور یہ بات لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ کے قطعاً خلاف ہے۔ اس طرح یہ آیہ کریمہ بھی حضور حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے پر قطعی دلیل ہے۔

پانچویں آیۂ طیبہ

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (اعراف:158)

''کہہ دیجئے اے لوگو میں تم تمام کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں''

اس آیۂ کریمہ کا مفاد یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ تمام بنی نوع انسان کی طرف اللہ تعالیٰ کے رسول بن کر تشریف لائے۔ امام رازی اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

هذه الاية تدل على ان محمدا عليه السلام و الصلوٰة مبعوث الى جميع الخلق (1)

''یہ آیت اس بات کی دلالت کرتی ہے کہ حضور ﷺ تمام مخلوق کی طرف اللہ تعالیٰ کے رسول بن کر تشریف لائے''۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا

''بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا، تا کہ وہ جہان والوں کے لئے ڈرانے والا ہو''۔ (الفرقان)

اس آیۂ کریمہ کا مفاد بھی یہی ہے کہ حضور ﷺ تمام مخلوق کی طرف اللہ تعالیٰ کے رسول بن کر آئے۔ امام البقائی رحمۃ اللہ علیہ للعالمین کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

1۔ تفسیر کبیر، جلد 15، صفحہ 26

ای المکلفین کلھم من الجن و الانس و الملائکۃ (1)

''یعنی حضور ﷺ تمام مکلفین کی طرف مبعوث کیے گئے وہ جن ہوں، انسان ہوں یا ملائکہ''۔

یہ آیات طیبات بھی حضور نبی اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے پر واضح دلیل ہیں چونکہ جب حضور ﷺ ہی تمام مخلوق کی طرف رسول بن کر تشریف لائے تو جو اور نبی آئے گا وہ کس کی طرف آئے گا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا کیونکہ آپ کی رسالت قیامت تک تمام مخلوق کے لئے عام ہے۔

چھٹی آیۂ طیبہ

وَ مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا۠(۱۱۵) (النساء)

''اور جو شخص ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا اور مومنوں کے راستہ کے سوا کسی اور راستہ پر چلے گا تو ہم اسے اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے''۔

یہ آیۂ طیبہ بھی حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے پر واضح دلیل ہے کیونکہ اس میں فرمایا گیا کہ جو شخص حضور ﷺ کی مخالفت کرتا ہے اور مومنوں کے راستہ کے علاوہ کسی اور راستہ پر چلتا ہے اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

اب اگر حضور ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی آئے گا تو ظاہر ہے وہ مومنوں کے راستہ پر نہیں چلے گا بلکہ مومنوں کو اپنے راستہ پر چلائے گا۔ کیونکہ نبی لوگوں کی اطاعت کرنے نہیں آتا بلکہ لوگوں سے اپنی اطاعت کروانے آتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومنوں کے راستہ سے ہٹ کر چلنے والا جہنمی ہے۔ پس واضح ہوا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں

1۔ تفسیر نظم الدرر، جلد 5، صفحہ 292

آئے گا۔

سا تویں آیۂ طیبہ

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۵۹﴾

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول اور تم میں سے جو اولی الامر ہیں ان کی اطاعت کرو۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دٔ اگر تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بات بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا ہے''۔(النساء)

یہ آیۂ کریمہ بھی واضح الفاظ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا اعلان کر رہی ہے کیونکہ ایک بات تو یہ طے شدہ ہے کہ یہ حکم صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے تک محدود نہیں بلکہ قیامت تک آنے والے مومنوں سے ہے دوسری مسلمہ بات یہ ہے کہ یہاں ''الرسول'' سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ تمام مفسرین اس سے متفق ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو، اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی اطاعت کرو گویا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے بعد جن کی اطاعت کا حکم ہے وہ اولی الامر ہیں اور اولی الامر کے متعلق فرمایا کہ اگر تمہارا اور اولوالامر کا اختلاف ہو جائے تو اس بات کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو۔ یعنی اولوالامر سے اختلاف بھی ہو سکتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اولوالامر سے اختلاف جائز ہے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اولوالامر رسول یا نبی نہیں ہوں گے۔ کیونکہ رسول یا نبی سے اختلاف نہیں ہو سکتا۔ بلکہ رسول معصوم ہوتا ہے اور ہر حال میں واجب الاطاعت۔

اس سے واضح ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا کیونکہ خدا اور رسول کے بعد اطاعت صرف اولوالامر کی ہے اور اولوالامر نبی نہیں ہوتے۔

اور حضور ﷺ کا یہ فرمان اسی آیت کی تفسیر ہے:

کانت بنو اسرائیل تسوسهم الدنبیاء کلما هلک نبی خلفه نبی و انه لا نبی بعدی و سیکون خلفاء (1)

"بنی اسرائیل کی قیادت ان کے انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب کسی نبی کا انتقال ہو جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا بلکہ خلفاء ہوں گے"۔

اور اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے ساتھ خلافت کا وعدہ فرمایا ہے نبوت و رسالت کا نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (النور:55)

"جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے اعمال صالحہ کیے اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں زمین میں خلافت عطا کرے گا جیسا کہ پہلوں کو عطا کی"۔

اگر اس امت میں کسی نبی نے بھی آنا ہوتا تو یقیناً نبوت کی نعمت خلافت کی نعمت سے کہیں بڑھ کر ہے۔ تو اس موقع پر اس کا تذکرہ پہلے کیا جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ ایمان سے خلافت کا وعدہ ہے نبوت کا نہیں۔

قرآن کریم کے یہ ارشادات حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے پر بین دلائل ہیں۔

آٹھویں آیۂ طیبہ

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۝ (انبیاء)

"ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر"۔

آپ کی ذات اقدس کا تمام جہانوں کے لئے رحمت ہونا یہ واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ خوبیاں اور عظمتیں عطا فرمائی ہیں کہ آپ کی ذات عالی عالمین کو دنیا و عقبیٰ کے عذاب سے بچانے والی ہے۔ بشرطیکہ آپ کی ذات اقدس سے استفادہ کیا جائے۔ اور آپ

1۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، رقم الحدیث

کی رحمت کے تصدق سے تو کافروں کو بھی دنیا میں عذاب استیصال سے محفوظ رکھا گیا۔

اب اگر حضور ﷺ پر ایمان نجات کے لئے کافی نہ ہو اور آپ کو ماننے کے باوجود کسی کے انکار کی وجہ سے بندہ عذاب الٰہی سے محفوظ نہ رہ سکے۔ تو یہ آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کے منافی ہوگا۔

اس لئے یہ آیہ کریمہ بھی حضور ﷺ کو آخری نبی ثابت کررہی ہے کیونکہ اگر آپ کے بعد بھی کسی نبی نے آنا ہوتا تو ظاہر ہے اس پر ایمان لانا بھی ضروری ہوتا ورنہ نجات ممکن نہیں رہے گی۔ اس طرح حضور عالمین کے لیے رحمت نہ رہتے۔ اس طرح آپ کا رحمۃ للعالمین ہونا اس بات کا اعلان ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

اسی لیے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔

انا رسول ادرک حیا و من یولد بعدی (1)

''میں ہر اس بندے کی طرف رسول بن کر آیا ہوں جو زندہ ہے اور جو میرے بعد پیدا ہوگا''۔

اور یہ ارشاد باری بھی اسی کا بیان ہے

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (سبا:28)

''اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام انسانوں کے لیے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر''۔

ان آیات کریمہ کی موجودگی میں کسی اور کو نبی ماننا گمراہی نہیں تو اسے کیا کہا جائے گا!

نویں آیہ طیبہ

وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ (نور:54)

''اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے''۔

یہ آیہ کریمہ بھی حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کو بیان کررہی ہے کیونکہ یہاں حضور

1۔ کنزالعمال، جلد 6، صفحہ 111

ﷺ کی پیروی کو ہدایت کے لئے کافی سمجھا گیا ہے۔ اور ہدایت کا معیار آپ کی پیروی کو قرار دیا گیا ہے اب ظاہر ہے کہ اگر کسی اور نبی نے بھی آنا ہوتا تو پھر تو ہدایت کا معیار اس کی پیروی ہوتی نہ کہ حضور ﷺ کی۔ کیونکہ ہدایت اپنے زمانے کے نبی کی پیروی میں منحصر ہوتی ہے۔ اگر کوئی بندہ پہلے تمام انبیاء کو مانتا ہے لیکن اپنے زمانے کے نبی کو نہیں مانتا تو وہ کافر ہوگا۔ اس آیۂ کریمہ میں حضور ﷺ کی پیروی کو ہدایت کا معیار قرار دینا اور باتفاق مفسرین اس آیت کے مخاطب قیامت تک آنے والے انسان ہیں، نبی کریم ﷺ کے آخری نبی ہونے پر واضح دلیل ہے

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾ (آل عمران)

''(اے میرے نبی مکرم! صلی اللہ علیک وسلم) آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا، اور اللہ بڑا معاف فرمانے والا مہربان ہے''۔

تمام مفسرین اس پر متفق ہیں کہ اس آیۂ کریمہ میں مخاطب قیامت تک آنے والے تمام انسان ہیں۔ اس آیۂ کریمہ میں حضور ﷺ کی پیروی کو اللہ تعالیٰ کے محبوب بننے کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے اور گناہوں کی بخشش کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے اگر حضور ﷺ کے بعد کسی نبی نے آنا ہوتا تو پھر اس کی پیروی نجات اور بخشش کے لئے ضروری ہوتی۔ اور حضور ﷺ کو یہ شرف حاصل نہ رہتا۔

تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ تو فرمائے کہ میرے رسول ﷺ کی پیروی نجات اور ہدایت کے لئے کافی ہے اور اللہ کی محبت پانے کے لئے کافی ہے لیکن قادیانی حضرات بضد ہیں کہ اگر حضور ﷺ کے بعد مرزا صاحب کی پیروی نہ کی جائے تو انسان کافر ہو جاتا ہے وہ زمانے کو یہ باور کرانے پر تلے ہوئے ہیں:

''ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد (ﷺ) کو نہیں مانتا یا محمد (ﷺ) کو مانتا ہے مگر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے''۔(1)

مجھے بتائیے کہ یہ قرآن کریم کی صریح مخالفت نہیں ہے تو اسے کیا نام دیا جائے گا!

دسویں آیۂ طیبہ

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ......الخ (آل عمران:81)

''اور جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جو میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں پھر آئے تمہارے پاس (عظمت والا) رسول تصدیق کرنے والا اس چیز کی جو تمہارے ساتھ ہو......الخ''۔

اس آیت مبارکہ میں دو چیزیں حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے پر واضح دلیل ہیں۔ ایک لفظ ''ثم'' اور دوسرا لفظ ''مصدق''۔

علم نحو کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ ''ثم'' ترتیب اور تراخی کے لئے آتا ہے۔

علامہ ابن ہشام الانصاری المتوفی 761ھ ''ثم'' کی بحث میں لکھتے ہیں:

ثم للترتیب و التراخی۔ اذا قیل جاء زید ثم عمرو فمعناہ ان مجیء عمرو وقع بعد مجئی زید بمھلة (2)

''ثم ترتیب اور تراخی کے لئے آتا ہے جب یہ کہا جائے: جاء زید ثم عمرو۔ کہ زید آیا پھر عمرو آیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عمرو زید کے بعد آیا''۔

اس واضح حقیقت کی روشنی میں اس آیۂ کریمہ میں ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ جب تم دنیا میں جا چکو گے تو تم سب کے بعد یہ عظمت والا رسول ﷺ

1۔کلمۃ الفصل از صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی مندرجہ ریویو آف ریلیجنز، صفحہ 110 بحوالہ قادیانی مسئلہ، صفحہ 16

2۔شرح قطر الندی وبل الصدی، صفحہ 302، مکتبۃ الفقیر وزآبادی

آئے گا۔ لفظ ثم حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کی واضح دلیل ہے۔

اس آیہ کریمہ میں ختم نبوت پر دوسری دلیل لفظ ''مصدق'' ہے۔ جس کا معنی ہے تصدیق کرنے والا۔ ظاہر ہے کسی کی تصدیق وہی کرے گا جو اس کے بعد میں آئے گا۔ کیونکہ پہلے آ کر بعد والے کی صداقت کی خبر دینے والا تو مبشر ہوتا ہے جیسے قرآن کریم میں حضرت عیسی علیہ السلام کو حضور ﷺ کا مبشر کہا گیا ہے۔ اور یہی آیہ کریمہ مصدق اور مبشر کے فرق کو واضح الفاظ میں بیان کرتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذْ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ (الصف:6)

''اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، تصدیق کرنے والا اس توراۃ کا جو مجھ سے پہلے موجود ہے اور خوشخبری دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا جس کا اسم گرامی احمد ہوگا''۔

چونکہ نزول توراۃ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہو چکا تھا اس لئے فرمایا کہ میں توراۃ کا مصدق ہوں اور حضور ﷺ کی ولادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہونی تھی اس لیے فرمایا کہ میں ان کا مبشر ہوں۔ اس آیہ کریمہ سے واضح ہو رہا ہے کہ جو بعد میں آ کر پہلے کے متعلق بتائے وہ اس کا مصدق ہوتا ہے اور جو پہلے آ کر بعد والے کے متعلق بتائے وہ اس کا مبشر ہوتا ہے۔

اس آیہ کریمہ میں حضور ﷺ کو تمام نبیوں کا مصدق قرار دیا گیا ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ حضور ﷺ تمام انبیاء کے آخر میں تشریف لائیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آیا ورنہ آپ اس کے مصدق نہ رہیں گے۔

علامہ ابن کثیر اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ. فالرسول محمد خاتم الانبياء صلوات اللّٰه و سلامه عليه دائما الى يوم الذين (1)

''پس رسول محمد ﷺ ہمیشہ کے لئے قیامت تک آخری نبی ہیں''۔

قرآن کریم کے یہ چند مقامات حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کا واضح ثبوت ہیں۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

قرآن کریم سے اجرائے نبوت کے دلائل کا ایک جائزہ

جو بھی شخص اپنے آپ کو مسلمان کہلاتا ہو وہ جیسا بھی قرآن وسنت کے خلاف عقیدہ رکھے۔ اپنے اس عقیدہ کو قرآن وسنت سے ثابت کرنے کا دعویٰ کرے گا۔ اگر چہ اس کے دلائل کا ایک ایک لفظ چیخ رہا ہو کہ یہ قرآن وسنت سے عقیدہ اخذ نہیں کر رہا بلکہ اپنے سوچے ہوئے عقیدہ کو قرآن پر مسلط کر رہا ہے۔ تب بھی وہ یہی کہے گا کہ پوری امت کا عقیدہ قرآن کریم کے مخالف ہے اور میرا عقیدہ ہی قرآنی تعلیمات کے مطابق ہے۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے ''تحفہ اثنا عشریہ'' میں مختلف فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک فرقے کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ ان کا نظریہ یہ تھا کہ ایک شخص کے لئے ایک وقت میں اٹھارہ عورتوں سے شادی کرنا جائز ہے اپنے اس خلاف قرآن نظریہ کو وہ بھی قرآن مجید سے ثابت کرنے کا دعویٰ کرتے تھے اور اسی آیہ کریمہ سے جس سے امت مسلمہ ہمیشہ اور ہر دور میں چار عورتوں سے شادی کا جواز ثابت کرتی آئی ہے ان کا استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ (النساء:3)

''عورتوں میں سے جو تمہیں پسند ہوں ان سے دو دو، تین تین، چار چار تک نکاح کرو (بشرطیکہ تم ان میں انصاف کرسکو)''۔

وہ کہتے تھے کہ دو دو کو جمع کیا چار ہو گئے۔ تین تین کو جمع کیا چھ ہو گئے اور چار اور چھ دس

1۔ تفسیر ابن کثیر، جلد 1، صفحہ 296۔ دار القرآن الکریم، بیروت

اور چار چار کو جمع کیا آٹھ ہو گئے دس اور آٹھ اٹھارہ۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اٹھارہ عورتوں سے بیک وقت شادی ہوسکتی ہے العیاذ باللہ۔

قادیانی حضرات نے قرآنِ مجید کی جن آیات سے اجرائے نبوت کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ان کا استدلال اسی نوعیت کا ہے جیسے اٹھارہ عورتوں سے شادی کرنے والوں کا استدلال۔

انہوں نے جن آیات سے استدلال کیا ان کے دلائل کا ایک تجزیہ ملاحظہ ہو:

آیت نمبر 1

وہ اجرائے نبوت کا پہلا استدلال اسی آیت سے کرتے ہیں جس سے امت آج تک حضور ﷺ کو آخری نبی ثابت کرتی آئی ہے وہ وَ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ "بلکہ وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں" میں خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کا معنی یہ کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نبیوں کی مہر ہیں یعنی اب جو بھی نبی آئے گا وہ حضور ﷺ کی مہر لگنے اور تصدیق کرنے سے ہی آئے گا ان کا کہنا ہے:

"خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی مہر کے بغیر کسی کی نبوت کی تصدیق نہیں ہوسکتی۔ جب مہر لگ جاتی ہے تو وہ کاغذ سند ہو جاتا ہے اور مصدقہ سمجھا جاتا ہے۔ اس طرح آنحضرت کی مہر اور تصدیق جس نبوت پر نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے"۔(1)

"خاتم مہر کو کہتے ہیں جب نبی کریم ﷺ مہر ہوئے تو اگر ان کی امت میں کسی قسم کا نبی نہیں ہوگا تو وہ مہر کس طرح ہوئے یا وہ مہر کس پر لگے گی"۔(2)

اس آیۂ کریمہ پر پچھلے صفحات میں مفصل بحث گزر چکی ہے کہ پہلی صدی سے آج تک مفسرین نے خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہی کیا ہے نبیوں کی مہر صرف مرزا صاحب کی

1۔ملفوظات احمدیہ، حصہ پنجم، صفحہ 290

2۔الفضل قادیان، مورخہ 22 مئی 1922ء بحوالہ قادیانی مسئلہ، صفحہ 13

اختراع ہے، قرآن مجید کی تفسیر نہیں۔ اور جمیع اہل لغت اس کا معنی آخری نبی ہی کرتے آئے ہیں۔ خاتم کا معنی مہر بھی ہوتا ہے لیکن تمام اہل لغت اس پر متفق ہیں کہ جب خاتم یا خاتَم کو کسی قوم یا قبیلہ کی طرف مضاف کیا جائے گا تو لازمی طور پر اس کا معنی آخری ہی ہوگا۔

قرآن مجید میں خَتَمَ کا مادہ یہاں بھی استعمال ہوا ہے کسی چیز کو بند کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (بقرہ:7)

''اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی''۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کے سبب ان کے دلوں کو اس طرح بند کردیا کہ اب اندر سے کفر باہر نہیں جا سکتا اور باہر سے ایمان اندر نہیں آسکتا۔ امام سیوطی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

طبع علیها و اسوثق فلا یدخلها خیر (1)

''اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی اور انہیں پختہ کردیا اب خیر ان میں داخل نہیں ہوسکتی''۔

اسی طرح قیامت کے احوال میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ

''آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگادیں گے اور ہم سے ان کے ہاتھ بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے''۔ (یاسین:65)

یہاں بھی ختم کا مادہ کسی چیز کو بند کرنے کے معنی میں ہے۔ الغرض خَتَمَ کا مادہ کسی چیز کو سیل کرنے یا بند کرنے کے معنی میں ہی آتا ہے آسان لفظوں میں خاتم کا لفظ سٹمپ کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا بلکہ سیل کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

خاتم اور خاتَم دونوں جب کسی گروہ یا قوم کی طرف مضاف ہو رہے ہوں تو اس وقت تو

1۔ تفسیر جلالین، صفحہ 5

کسی دوسرے مفہوم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اس وقت تو ان کا معنی صرف آخری ہوتا ہے۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی رائے بھی بڑی وزنی ہے وہ لکھتے ہیں:

''آخری نبی کا مفہوم تو بالکل صاف ہے لیکن نبیوں کی مہر یا انگوٹھی کا کوئی مطلب سمجھ میں نہیں آتا ان فقروں کو پڑھیے:

1: یہ مہر زید کی ہے

2: یہ مہر عدالت کی ہے

3: یہ مہر مجسٹریٹوں کی ہے

کیا آخری فقرہ کا مطلب یہ ہے کہ اس مہر سے مجسٹریٹ بنتے ہیں؟ کیا دوسرے جملے کا مطلب یہ ہے کہ اس مہر سے عدالتیں تیار ہوتی ہیں اگر یہ مفہوم صریحاً غلط ہے تو پھر خاتم الانبیاء (نبیوں کی مہر) کی یہ تفسیر کیسے ہوسکتی ہے کہ ایسی مہر جس سے نبی بنتے ہیں نحو کی رو سے خاتم مضاف ہے اور انبیاء مضاف الیہ ہے۔ دنیا کی کسی بھی زبان میں ایک بھی ایسا مضاف موجود نہیں جو مضاف الیہ کا خالق وموجِد ہو۔ اس لیے خاتم الانبیاء سے ایسی مہر مراد لینا جو انبیاء تیار کرتی ہو، نہ صرف عربی لغات کی رو سے غلط بلکہ ہر زبان کے قواعد کے خلاف ہے مضاف اور مضاف الیہ میں صرف نو قسم کے تعلقات ہوسکتے ہیں:

اوّل	مضاف مملوک ہو اور مضاف الیہ مالک جیسے	کتاب زید
دوم	مضاف عام ہو اور مضاف الیہ خاص جیسے	گلِ انار
سوم	مضاف الیہ مضاف کی توضیح کرے۔	کتاب شاہنامہ
چہارم	مضاف، مضاف الیہ سے بنا ہو	خاتم زر
پنجم	مضاف مظروف اور مضاف الیہ ظرف ہو	آب دریا
ششم	مضاف بیٹا یا بیٹی ہو	ابن مریم
ہفتم	مضاف مشبہ بہ اور مضاف مشبہ ہو	مارِ زلف
ہشتم	مضاف مستعار اور مضاف الیہ مستعار لہ ہو	پائے عقل

نہم	مضاف کو مضاف الیہ سے کچھ تعلق ہو	شہر ما، مکتب ما، کوئے ما وغیرہ

لیکن خاتم الانبیاء کی احمدی تفسیر سے ایک ایسا مرکب اضافی وجود میں آتا ہے جس کی کوئی نظیر دنیا کی کسی زبان میں نہیں مل سکتی۔(1)

معزز قارئین پر بخوبی واضح ہو گیا ہو گا کہ قادیانی حضرات کی یہ دلیل کس طرح بے اصل اور بے بنیاد ہے۔

آیت نمبر 2

اَللّٰہُ یَصۡطَفِیۡ مِنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ؕ (الحج:75)

''اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے اپنا پیغام پہنچانے والا چنتا ہے''۔

اس آیۂ کریمہ سے قادیانی حضرات کا اجرائے نبوت پر استدلال ملاحظہ ہو۔

''اس آیت میں لفظ ''یَصۡطَفِیۡ'' مضارع ہے جو استمراری طور پر حال اور مستقبل کے لئے مستعمل ہوا ہے جیسے ایک شاعر کہتا ہے:

او کلما وردت عکاظ قبیلة

بعثوا الی عریفهم یتوسم

پس اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی سنت مذکور ہے کہ وہ فرشتوں اور انسانوں میں سے رسول منتخب فرماتا رہتا ہے۔

دوسری جگہ فرماتا ہے:

وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبۡدِیۡلًا ﴿۲۳﴾ (الفتح) ''کہ خدا کی سنت میں تبدیلی نہیں ہوتی''۔

فرشتوں کا بھیجا جانا آج بھی سب مسلمانوں کو مسلم ہے مگر تعجب ہے کہ وہ انسانوں میں سے کسی کے رسول بنائے جانے پر اعتراض کر رہے ہیں''۔(2)

1۔حرف محرمانہ، صفحہ 20-19۔ڈاکٹر غلام جیلانی برق، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور

2۔القول المبین فی تفسیر خاتم النبیین، صفحہ 41-40 مولوی ابو العطاء جالندھری، مکتبہ الفرقان ربوہ۔

اس شبہہ کے متعلق اوّلین گذارش یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک عام قانون ہوتا ہے اور پھر وہ خود ہی ایک حکم کو اس سے خارج کر دیتا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ (الدھر:2)

''ہم نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا''۔

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى (الحجرات:13)

''ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا''۔

انسان کو نطفہ اور مرد وزن کے اختلاط سے پیدا کیا گیا۔ لیکن حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق اس قانون کے علاوہ ہے تو یہ ایک عام حکم سے ایک چیز کی تخصیص ہوئی یہ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا کے خلاف نہیں اب اگر کوئی بندہ یہ کہے کہ میں نہیں مانتا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر مرد وزن کے اختلاط کے پیدا ہوئے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر انسان مرد وزن کے اختلاط سے پیدا ہوا۔ تو اسے یہی کہا جائے گا کہ وہ قانون عام ہے اور ان کی پیدائش خاص حکمت کے تحت اس کی تخصیص ہے۔

ایسے ہی اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ[1] میں ایک عام قانون بیان کیا گیا جس کا اطلاق تخلیق آدم علیہ السلام سے لے کر حضور ﷺ تک رہا لیکن بعد میں آیۂ نبوت کے ساتھ اس کی تخصیص کر دی گئی اور حضور ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ مضارع کے صیغہ میں حال اور مستقبل دونوں زمانے مراد لیے تو جا سکتے ہیں لیکن دونوں کا مراد لینا ضروری تو نہیں۔ بلکہ کسی خارجی قرینہ یا دلیل کے سبب کوئی ایک زمانہ مخصوص بھی ہو سکتا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَ يَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ

''فرشتوں نے کہا کیا تو اس میں اسے (خلیفہ) بنائے گا جو وہاں فساد کرے گا اور خون بہائے گا''۔(بقرہ:30)

یہاں یُّفْسِدُ اور یَسْفِكُ دونوں مضارع کے صیغے ہیں لیکن یہاں صرف مستقبل کا معنی مراد ہوگا حال کا نہیں۔یعنی فرشتوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ جو فساد کرتا ہے اور کرے گا خون بہاتا ہے اور بہائے گا۔

اب اگر کوئی انسان اس مضارع کے صیغے سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہے کہ جب فرشتوں نے یہ کہا تو اس وقت بھی انسان موجود تھا جو فساد بھی برپا کرتا تھا اور خون ریزی بھی کرتا تھا۔کیونکہ فرشتوں نے کہا یُّفْسِدُ وہ خون بہاتا ہے اور بہائے گا۔تو آپ اسے عقل وشعور سے عاری نہ کہیں گے تو کیا کہیں گے؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت ختم کر دینے کے واضح اعلان کے بعد ایک مضارع کے صیغے سے استدلال کر کے اتنی واضح آیات واحادیث کا انکار کرنا اور کہنا کہ نبی آ سکتا ہے

ع اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی

والی بات نہیں ہے تو اور کیا ہے!

الغرض اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ میں جو ایک عام طریقہ بیان ہوا۔آیات ختم نبوت میں اس کی تخصیص کر دی گئی۔اب اتنی واضح آیات کو جھٹلا کر ایک لفظ سے غلط استدلال کرنا۔قرآن سے عقیدہ اخذ کرنا نہیں بلکہ اپنے بنائے ہوئے عقیدہ کو قرآن پر ٹھونسنا ہے۔

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

آیت نمبر 3

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ

اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا ﴿۶۹﴾ (النساء)

"اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا۔ یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ کیا خوب ہے ان کی رفاقت"۔

قادیانی حضرات اس آیۂ کریمہ سے اجزائے نبوت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اس آیہ کا ترجمہ یوں کرتے ہیں" اور جو (لوگ بھی) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں میں شامل ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین (میں) اور یہ (بہت ہی) اچھے رفیق ہیں"۔

اس کے حاشیہ میں ہے:

"قرآن کریم۔ میں مع کا لفظ جس کے معنی "ساتھ" کے ہیں مگر مع کے معنی "مِن" کے بھی ہوتے ہیں اور وہی معنی ہم نے یہاں کیے ہیں"۔(1)

اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیۂ کریمہ میں مع کا لفظ "مِن" کے معنی میں ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کی اطاعت کرنے والا نبیوں، صدیقوں، شہداء اور صالحین میں سے ہوگا یعنی خدا اور رسول کی اطاعت انسان کو مقام نبوت پر فائز کر دیتی ہے۔

جواباً گذارش ہے کہ اس آیۂ کریمہ کا یہ مطلب نہ نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین عظام نے اور نہ ہی آج تک کسی مفسر نے۔ اس آیۂ کریمہ کے نزول کا پس بھی یہ معنی مراد مراد لینے سے قطعاً انکار کرتا ہے۔

اس آیت کے نزول کے پس منظر میں مفسرین نے متعدد ایسے واقعات درج کیے ہیں جن میں کئی صحابہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم یہاں تو ہم جب چاہیں آپ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو جاتے ہیں اور آپ کے روئے زیبا کی زیارت سے تسکین قلب کا سامان کرتے ہیں لیکن جنت میں آپ تو جنت کے اعلیٰ ترین

1۔ تفسیر صغیر، صفحہ 551 از الحاج مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب، اسلام انٹرنیشنل پبلی کیشنز لمیٹڈ

مقام پر ہوں گے تو ہم آپ کی زیارت کیسے کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیۂ طیبہ نازل فرما کر ان کی اس پریشانی کا مداوا کیا کہ ہم جنت میں بھی خدا اور رسول کی اطاعت کرنے والوں کو اپنے ان منعم علیہم بندوں کی معیت سے نوازیں گے۔ یعنی یہاں معیت کا تعلق جنت کے ساتھ ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر لکھتے ہیں:

رفقاء فی الجنة بان یستمتع فیها برؤیتهم و زیارتهم و الحضور معهم وان کان مقرهم فی درجات عالیة بالنسبة الی غیرهم (1)

''وہ جنت میں ان کے رفیق ہوں گے یعنی وہ جنت میں ان کے دیدار اور زیارت سے مشرف ہوں گے اور ان کے پاس حاضر ہوں گے اگرچہ ان (انبیاء و صدیقین) کا ٹھکانہ جنت میں دوسروں کی نسبت بہت اعلیٰ ہوگا''۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''کثیر مفسرین کہتے ہیں کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت شدید محبت تھی۔ انہیں یارائے صبر نہ تھا۔ ایک دن وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا، جسم کمزور تھا، ان کے چہرے سے غم و اندوہ ٹپک رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے اس کی وجہ دریافت فرمائی۔ تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے کوئی بیماری نہیں ہے۔ صرف جب میں آپ کی زیارت نہ کرسکوں تو میرے دل میں آتش شوق بھڑک اٹھتی ہے اور میں سخت پریشان ہو جاتا ہوں یہاں تک کہ میں حاضر خدمت ہو کر آپ کے روئے زیبا کی زیارت کر لیتا ہوں۔ پھر مجھے آخرت کا خیال آیا۔ اور میں یہ سوچ کر لرز گیا کہ وہاں تو میں آپ کی زیارت سے محروم رہوں گا، کیونکہ گر میں (آپ کے صدقے) جنت میں داخل ہو بھی جاؤں تو میں تو غلاموں کے درجہ میں ہوں گا اور آپ انبیاء کرام علیہم السلام کے درجہ میں ہوں گے۔ تو میں آپ کی زیارت نہیں کرسکوں گا۔ اس

1۔ تفسیر جلالین، صفحہ 80

پس منظر میں یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔

سدی کہتے ہیں: انصار میں سے کچھ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ تو جنت کے اعلیٰ درجہ میں ہوں گے۔ اور ہم آپ کی ملاقات کے مشتاق ہوں گے تو ہم کیا کریں گے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

مقاتل کہتے ہیں یہ آیت انصار کے ایک آدمی کے متعلق نازل ہوئی جس نے حضور ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم جب ہم آپ کی خدمت اقدس سے اٹھ کر اپنے گھروں میں جاتے ہیں۔ تو پھر آپ سے ملاقات کے لئے بیقرار ہو جاتے ہیں۔ ہمیں کسی چیز سے قرار نہیں ملتا یہاں تک کہ پھر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو جائیں۔ پھر مجھے خیال آیا کہ جنت میں آپ کا درجہ تو بہت بلند ہوگا۔ تو جنت میں ہم آپ کی زیارت کیسے کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیۂ کریمہ نازل فرمائی...... الخ''۔

آگے چل کر امام رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

''اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ جو بھی اللہ و رسول کی اطاعت کرے گا وہ انبیاء اور صدیقین کے ساتھ بعینہ اس مقام پر ہوگا۔ کیونکہ یہ چیز تو فاضل اور مفضول کی برابری کا تقاضا کرتی ہے جو جائز نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ خدا اور رسول کی اطاعت کرنے والے جنت میں اس حیثیت سے رہیں گے کہ وہ انبیاء و صدیقین کی زیارت کر سکیں گے۔ اگرچہ ان کے رہنے کی جگہ دور ہی ہو۔ کیونکہ جب حجاب ہٹ جائے تو ایک دوسرے کو دیکھا جا سکتا ہے۔ اور جب بھی وہ ان کی زیارت یا ملاقات کا ارادہ کریں گے تو وہ ایسا کر سکیں گے۔ اس معیت سے یہی مراد ہے''۔ (1)

یہ ہے اس آیۂ کریمہ کے نزول کا پس منظر اور یہ ہے اس کا مفاد اور اس سے مستنبط ہونے والا مفہوم۔

کہاں مفسرین کا یہ بیان کہ جنت میں بھی خدا اور رسول کے مطیع بعینہ ان کے درجہ

1۔ تفسیر کبیر، جلد 10، صفحہ 171-170

میں نہیں ہوں گے، بلکہ حجاب اٹھا دیا جائے گا اور ان کا دیدار اور ملاقات ان کے لیے ممکن ہو گی۔ اگر چہ درجہ الگ الگ ہو گا۔ اور کہاں قادیانی حضرات کی یہ ضد کہ وہ اسی دنیا میں ان کے ہم مرتبہ ہو جاتے ہیں اور نبوت کے مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔

اور پھر تعجب کی بات یہ بھی ہے کہ اطاعت کا جو درجہ مرزا صاحب کو ملا اور وہ نبوت کے مقام پر پہنچ گئے۔ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام رحمتہ اللہ علیہم اور پوری امت مسلمہ میں سے کسی فرد نے ایسی اطاعت نہیں کی تھی کہ وہ اس درجہ سے محروم رہا؟

مرزا صاحب کی اطاعت کو نبوت کا سبب قرار دینا کیا یہ اس چیز کا اعلان نہیں ہے کہ ان کی اطاعت حضرت ابوبکر صدیق، حضرت فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم سے بھی زیادہ تھی کیونکہ وہ تو نبوت کے اس مقام پر نہ پہنچ سکے اور یہ پہنچ گئے۔ سُبۡحٰنَكَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِيۡمٌ۝۱۶

بہر حال یہ آیت خدا اور رسول کے فرمانبرداروں کو جنت میں ان کے دیدار اور ملاقات کی خوشخبری دینے کے لئے ہے نہ کہ انہیں مقام نبوت پر فائز کرنے کے لیے۔ آج تک کسی مفسر نے اس کی وہ تفسیر نہیں کی جو یہ حضرات کر کے اجرائے نبوت ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یہاں مَعْ مَعْ کے معنی میں ہی ہے نہ کہ ''مِن'' کے معنی میں۔ سب مفسرین اسی پر متفق ہیں اور آیت کا آخری جملہ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيۡقًا اس پر بہترین دلیل ہے۔

آیت نمبر 4

وَ اِذِ ابۡتَلٰٓى اِبۡرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىۡ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِىۡ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهۡدِى الظّٰلِمِيۡنَ۝۱۲۴

''اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے کئی باتوں میں آزمایا تو اس نے انہیں پورا کر دکھایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہیں تمام لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا اور میری اولاد میں سے بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرا عہد

ظالموں تک نہیں پہنچتا''۔(بقرہ)

اس آیۂ کریمہ سے اجرائے نبوت پر استدلال کرتے ہوئے ابو العطاء جالندھری لکھتے ہیں:

''اس آیت میں اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اسی امامت کا وعدہ فرماتا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس جگہ امامت سے مراد نبوت ہی ہے لغت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور قرآن مجید میں بھی فرمایا ہے: وَ جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِہِ النُّبُوَّةَ (عنکبوت:27) کہ ہم نے نسل ابراہیم میں نبوت کو جاری کیا''۔

اس آیت کی رو سے جب تک نسلِ ابراہیم علیہ السلام روئے زمین پر آباد ہے اور وہ ساری کی ساری الظّٰلِمِیْنَ کے گروہ میں شامل نہیں ہوگئی ان میں سلسلہ انبیاء ورسل جاری رہنا ضروری ہے......الخ''(1)

اس عجیب وغریب دلیل کو آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ دلیل کا لفظ لفظ چیخ رہا ہے کہ آیت سے عقیدہ نہیں بنایا جا رہا ہے بلکہ عقیدہ بنا کر قرآن پر ٹھونسا جا رہا ہے۔ بالخصوص دلیل کے آخری جملہ پر غور فرمایئے''جب تک نسل ابراہیم علیہ السلام......الخ''۔

کیا جالندھری صاحب یہی کہنا چاہتے ہیں کہ جو نبی نہیں ہوتا وہ ظالم ہوتا ہے؟ استغفر اللہ۔

ایک میرے آشیاں کے چار تنکوں کے لئے
برق کی زد میں گلستاں کا گلستاں رکھ دیا

اِس آیۂ کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم سے فرمایا کہ میں آپ کی ذریت میں سے نبی بناؤں گا یہ شرف صرف انہیں کو حاصل ہوگا جو ظالم نہیں ہوں گے یعنی میری مشیت میں جب تک یہ سلسلہ جاری رکھنا ہے اور جیسے جاری رکھنا ہے یہ شرف آپ

1۔ القول المبین، صفحہ 43

کی ذریت کو حاصل ہوگا۔ اس میں یہ کہاں کہا گیا کہ قیامت تک نبی بھیجتا رہوں گا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی ذریت میں انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے بنی اسرائیل میں کم وبیش ستر ہزار نبی آئے اور جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی رسالت کو کل کائنات کے لئے عام کر کے قیامت تک پھیلا دیا۔ تو یہ اس وعدہ کے عین مطابق ہے۔ کیونکہ اس وقت بھی ذریت ابراہیم کے عظیم ترین فرد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہی منصب نبوت پر فائز ہیں اور قیامت تک انہیں کی رسالت کا ڈنکا بجے گا۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیہ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

(وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ) یدل علی انه علیه السلام طلب ان یکون بعض ذریته ائمة للناس۔ و قد حقق اللہ تعالیٰ اجابة دعائه فی المؤمنین من ذریته کاسمعیل و اسحق، و یعقوب و یوسف و موسی و هرون و داؤد و سلیمان و ایوب و زکریا و یحییٰ و عیسی و جعل آخرهم محمد صلی اللہ علیه وسلم من ذریته الذی هو افضل الانبیاء و الائمة علیهم السلام (1)

''وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ'' یہ اس چیز پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی کہ ان کی اولاد میں سے بعض کو لوگوں کا امام بنا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں سے بعض کو نبی بنا کر اس دعا کی قبولیت کو ثابت کر دیا جیسے حضرت اسمٰعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت داود، حضرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت یونس، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور ان کی اولاد میں سے سب سے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو بنایا جو تمام انبیاء اور ائمہ سے افضل ہیں''۔

1۔ تفسیر کبیر، جلد 4، صفحہ 45

اور یہاں یہ تو کہا گیا کہ جو نبی ہوگا وہ ظالم نہیں ہوگا لیکن یہ کہاں کہا گیا کہ جو نبی نہیں ہوگا وہ ظالم ہوگا نہ جانے جالندھری صاحب کو یہ کیوں لکھنا پڑا'' اور اس آیت کی رو سے جب تک نسل ابراہیمی روئے زمین پر آباد ہے اور وہ ساری کی ساری الظّٰلِمِیْنَ کے گروہ میں شامل نہیں ہوگی۔ ان میں سلسلۂ انبیاء ورسل جاری رہنا ضروری ہے''۔

نہ جانے اس آیۂ کریمہ کے کسی لفظ سے انہوں نے یہ اخذ کرلیا کہ قیامت تک نبی آتے رہیں گے اور جو گروہ ظالمین میں سے نہ ہو وہ نبی ہوتا ہے اور ایک مرزا صاحب کی صداقت ثابت کرنے کے جوش میں انہوں نے کتنے بڑے کفر کا ارتکاب کیا ہے ع

خدا جب عقل لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے

بلکہ جس آیت سے جالندھری صاحب مرزا صاحب کی نبوت ثابت کرنے کی کوشش کررہے ہیں وہ تو ان کے جھوٹا ہونے پر واضح دلیل ہے کیونکہ اس آیت کا تقاضا تو یہ ہے کہ نبوت ذریت ابراہیم میں ہی چلے گی جیسا کہ جالندھری صاحب نے بھی آیۂ کریمہ کا ترجمہ لکھا: '' کہ ہم نے نسل ابراہیم میں نبوت کو جاری کیا''۔

نبوت اولاد ابراہیم میں چلے گی یعنی جو نبی ہوگا وہ آل اسحٰق یا آل اسماعیل سے ہوگا۔ لیکن مرزا صاحب تو مغل ہیں نہ آل اسماعیل سے نہ آل اسحٰق سے تو پھر ان کی نبوت کا آخر کیا جواز ہے؟

آیت نمبر 5

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ ۪ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًاۙ﴿۷﴾ لِّیَسْــٴَـلَ الصّٰدِقِیْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًا۠﴿۸﴾

'' اور جب ہم نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا اور تم سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے۔ اور ہم نے ان سے پختہ وعدہ لیا۔ تا کہ اللہ سچے لوگوں سے ان کی سچائی کے متعلق سوال کرے اور منکروں کے لئے اس نے.

دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے"۔ (احزاب)

اس آیت کریمہ سے قادیانی حضرات کا استدلال یہ ہے کہ یہاں جس عہد کا ذکر ہے اس سے مراد اپنے سے بعد آنے والے نبی کا اعلان کرنا اور اپنی امت کو اس پر ایمان لانے کا کہنا ہے اور یہ عہد حضور ﷺ سے بھی لیا گیا اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے بعد بھی نبی آتے رہیں گے۔

قادیانی حضرات کا طریقہ یہ ہے کہ وہ پہلے مرزا صاحب کو نبی مان لیتے ہیں اور پھر قرآن مجید سے ان کی نبوت ثابت کرنے کے لئے دلائل ڈھونڈنا شروع کر دیتے ہیں۔ اگر وہ پہلے مسلمہ تفاسیر کی مدد سے قرآن مجید کا مطالعہ کرتے۔ اور پھر کسی بھی نئی نبوت کو اس پر پرکھتے تو وہ یقیناً اس گمراہی سے بچ جاتے اور واضح نصوص کو چھوڑ کر دور کی کوڑیاں ملا کر قرآن مجید کی تحریف معنوی کے جرم سے محفوظ رہتے۔

اس مقام پر تمام مفسرین نے بالاتفاق یہ لکھا ہے کہ یہاں جس عہد کا تذکرہ ہے وہ نبوت و رسالت کے فرائض کو بلا کم و کاست ادا کرنا ہے تا کہ انسان پر اتمام حجت ہو جائے اور ماننے والے جنت کے مستحق ٹھہریں اور نہ ماننے والے دوزخ میں جائیں۔ آپ کسی بھی تفسیر کو اٹھالیں آپ کو وہ بات کہیں بھی نہیں ملے گی جو قادیانی حضرات ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ یہاں فرائض رسالت کو سرانجام دینے کے عہد کا تذکرہ ہے۔ بالخصوص حضور ﷺ سے جس عہد کا تذکرہ ہے وہ تو اس کے علاوہ کوئی دوسرا مفہوم بن ہی نہیں سکتا یہی قرآن وسنت کی نصوص قطعیہ کا تقاضا ہے اور یہی نظم قرآنی کا چند مفسرین کی آراء ملاحظہ ہوں:

علامہ علی بن احمد بن ابراہیم المہائمی المتوفی 835ھ لکھتے ہیں:

(وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ) ان يامروا اممهم بكل خير و ينهوهم عن كل شرّ بمقتضى الشريعة العامه۔ "وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ"

بمقتضی شرائعھم الخاصة (1)

''وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ'' اور جب ہم نے نبیوں سے پختہ وعدہ لیا کہ وہ اپنی امتوں کو حکم دیں کہ وہ ہر خیر کو بجا لائیں اور ہر شر سے بچیں جو کہ ان کی شریعت عامہ کا تقاضا ہے۔ ''وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ'' اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) ابن مریم سے بھی عہد لیا کہ لوگوں سے اسی چیز کا عہد لیں کہ ان کی خاص شریعتوں کے مطابق عمل کریں''۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس عہد کے متعلق لکھتے ہیں:

بان یعبدوا اللّٰہ و یدعوا الناس الی عبادتہ(2)

''کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور لوگوں کو اس کی عبادت کی طرف بلائیں''۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ'' کانہ قال اتق اللّٰہ ولاتخف احدا واذکر ان اللّٰہ اخذ میثاق النبیین فی انھم یبلغون رسالات اللّٰہ ولا یمنعھم من ذالک خوف ولا طمع (3)

''وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ'' گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیے (یہ شروع سورہ میں یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ کی طرف اشارہ ہے اور اس آیت کے ساتھ اس کے ربط کا بیان ہے) اور کسی سے نہ ڈریئے اور یاد کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو پہنچائیں گے اور کوئی خوف اور لالچ انہیں اس فریضہ کی ادائیگی سے نہیں روکے گا''۔

اور لِّیَسْــٴَـلَ الصّٰدِقِیْنَ الخ والا جملہ اس مفہوم پر واضح دلیل ہے کہ قیامت کے دن ان کے مسئول ہونے کا یہی سبب ہے کہ ان تک پیغمبروں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا۔ اب ماننے والے اجر پائیں گے اور نہ ماننے والے سزا کے مستحق ہوں گے۔

1۔ تفسیر تبصر الرحمٰن، جلد 2، صفحہ 154۔ مکتبہ فاروقیہ محلّہ جنگی پشاور

2۔ تفسیر جلالین، صفحہ 352

3۔ تفسیر کبیر، جلد 25، صفحہ 196

اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس بحث کو یہاں ختم کیا جاتا ہے۔

الغرض قادیانی حضرات قرآن کریم سے اجرائے نبوت ثابت کرنے کے لئے جتنے بھی دلائل دیتے رہتے ہیں ان کے تمام دلائل میں یہ باتیں مشترک ہوتی ہیں۔

جو بات وہ ثابت کرتے ہیں وہ آج تک کسی مفسر نے نہیں کہی ہوتی واضح نصوص کو چھوڑ کر بہت دور کی کوڑیاں ملاتے ہیں۔قرآنی آیات کو ان کے سیاق وسباق سے ہٹا کر پیش کرتے ہیں قرآن سے عقیدہ نہیں بناتے بلکہ اپنے بنائے کو عقیدہ کو قرآن پر ٹھونسنے کی کوشش کرتے ہیں۔

جو بھی بندہ تعصب سے بالاتر ہو کر قرآن مجید کا مطالعہ کرے گا اور تفاسیر کو دیکھے گا اس پر بخوبی واضح ہو جائے گا کہ قرآن مجید بڑی وضاحت سے حضور ﷺ کو آخری نبی ثابت کرتا ہے جو بندہ قرآن مجید سے کسی نئے نبی کے آنے کا جواز ثابت کرنا چاہتا ہے اس کا حال اس بندے سے بھی عجیب تر ہے جو عین دوپہر کو رات ثابت کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه و ارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه اللھم ارنا الاشیاء کماھی۔

عقیدۂ ختم نبوت احادیث مبارکہ کی روشنی میں

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادئ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

(اقبال)

قرآن کریم کے بعد اسلامی قانون کا دوسرا ماخذ حدیث ہے اگر حضور اکرم ﷺ بڑے واضح اور واشگاف الفاظ میں اپنے آخری نبی ہونے کا اعلان نہ فرماتے تو ممکن تھا کہ کوئی جھوٹا قرآن کریم کے خود ساختہ معانی بیان کر کے لوگوں کو گمراہ کرتا رہتا۔ لیکن جب نبی کریم ﷺ کا منصب معلم کتاب وحکمت ہے تو یہ کیسے ممکن تھا کہ آپ ''خاتم النبیین'' کی واضح اور دوٹوک وضاحت نہ فرمائیں؟

اسی لیے حضور اکرم ﷺ نے متعدد مواقع پر اس چیز کا اعلان فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ چند احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں:

پہلی حدیث مبارکہ

كانت بنو اسرائيل تسوسهم الانبياء كلما هلك نبی خلفه نبی و انه لا نبی بعدی و سیکون خلفاء الخ(1)

''بنی اسرائیل کا سیاسی نظام ان کے انبیاء چلاتے تھے جب ایک نبی کا وصال ہو جاتا تو دوسرا نبی ان کا جانشین ہو جاتا اور یقیناً میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ البتہ خلفاء ہوں گے......''۔

یہ حدیث مبارک کہ کتنی وضاحت سے حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کو بیان کر رہی ہے اور لا نبی بعدی کے اعلان کے بعد کسی کو کسی بھی قسم کا نبی ماننا کفر نہیں ہے تو اسے کیا کہا جائے گا۔

دوسری حدیث مبارکہ

عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال مثلی و مثل الانبياء من قبلی كمثل رجل بنی بنیانا فاحسنه و اجمله الاموضع لبنة من زاوية من

1۔ صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، رقم الحدیث 672

زواياه فجعل الناس يطوفون به و يعجبون له و يقولون هلا و ضعت هذه اللبنة قال فانا اللبنة و انا خاتم النبيين (1)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک مکان بنایا اور کیا ہی حسین وجمیل مکان بنایا۔ مگر اس کے کونوں میں سے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی۔ لوگ اس کے گرد گھوم کر خوش ہو رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ یہ ایک اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی۔ آپ نے فرمایا میں (قصر نبوت کی آخری) وہ اینٹ ہوں اور میں آخری نبی ہوں''۔

امام مسلم ایک دوسری روایت کے آخر میں یہ الفاظ بھی روایت کرتے ہیں:

فانا موضع اللبنة جئت فختمت الانبياء (2)

''میں اس اینٹ کی جگہ ہوں اور میں نے انبیاء (کی آمد) کا سلسلہ ختم کر دیا''۔

یہ حدیث مبارک کہ کتنے واضح الفاظ میں اعلان کر رہی ہے کہ حضور ﷺ کی آمد نے قصر نبوت کی تکمیل کر دی اب یہ محل ہر پہلو سے مکمل ہے اور اس میں کسی قسم کا اضافہ نہیں ہوگا۔

تیسری حدیث مبارک

عن ثوبان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاتقوم الساعة حتى تلحق قبائل من امتى بالمشركين و حتى يعبدوا الاوثان و انه سيكون فى امتى ثلاثون كذابون كلهم يزعم انه نبى و انا خاتم النبيين لا نبى بعدى هذا حديث صحيح (3)

1۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل باب ذکر کونہ ﷺ خاتم النبیین، رقم الحدیث 5844

2۔ نفس مصدر رقم الحدیث 5846

3۔ جامع ترمذی، ابواب الفتن، جلد 2، صفحہ 45 سعید کمپنی، ادب منزل کراچی

"حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ میری امت کے کچھ قبیلے مشرکوں سے مل جائیں اور یہاں تک کہ وہ بتوں کی عبادت کرنے لگ جائیں اور یقیناً عنقریب میری امت میں تیس جھوٹے آئیں گے ان میں سے ہر ایک یہ گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے اور میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا یہ حدیث صحیح ہے"۔

یہ حدیث پاک جس صراحت سے حضور نبی کریم ﷺ کے آخری نبی ہونے کو بیان کر رہی ہے، وہ محتاج بیان نہیں۔ ایک تو آپ نے فرمایا کہ میرے بعد تیس جھوٹے آئیں گے اور ان میں سے ہر ایک یہ گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے یعنی میرے بعد جو بھی یہ گمان کرے کہ وہ نبی ہے اس کا یہ گمان کرنا ہی اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہوگا۔ اگر حضور ﷺ کے بعد کسی سچے نبی نے بھی آنا ہوتا تو آپ فرماتے کہ کچھ سچے نبی آئیں گے اور کچھ جھوٹے ہوں گے۔ خبردار سچے جھوٹے میں پہچان کر لینا۔ یہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا: تیس جھوٹے آئیں گے اور وہ اپنے نبی ہونے کا گمان کریں گے۔ یعنی جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا جھوٹا ہوگا۔ اور آپ نے فرمایا من امتی۔ کہ وہ میرے امتی ہونے کا دعویٰ بھی کریں گے۔ اس میں قادیانیوں کے اس دھوکے کا بھی رد ہے کہ ہم بھی حضور ﷺ کو اپنا نبی مانتے ہیں یہ دعویٰ امتی بھی ان جھوٹوں کی ایک نشانی ہوگا۔

محدثین نے لکھا ہے کہ یہاں تیس جھوٹوں سے مراد وہ ہیں جو دجل وفریب میں انتہاء کو پہنچیں گے اور قوت وشوکت حاصل کریں گے شاید کذّاب کا لفظ جو کہ مبالغہ کا صیغہ ہے، بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہو۔ ورنہ مطلق دعویٰ نبوت کرنے والے تو بہت سے لوگ ہوئے ہیں۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

ولیس المراد بالحدیث من ادعی النبوۃ مطلقا فانھم لایحصون کثیرۃ لکونھم غالبھم ینشألھم ذالک عن

جنون و سوداء و انما المراد من قامت له الشوكة (1)

''اور ہر مدعی نبوت مطلقاً اس حدیث سے مراد نہیں۔ اس لیے کہ آپ کے بعد نبوت کا دعوی کرنے والے تو بے شمار ہوئے ہیں کیونکہ یہ دعوے عموماً جنون یا سوداویت سے پیدا ہوتے ہیں۔ بلکہ اس حدیث میں تمیں سے مراد وہ ہیں جن کی شوکت قائم ہو جائے''۔

چوتھی حدیث مبارکہ

عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فضلت على الانبياء بست اعطيت جو امع الكلم و نصرت بالرعب و احلت لی الغنائم و جعلت لی الارض طهورا و مسجدا وارسلت الى الخلق كافة و ختم بی النبيون (2)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے چھ باتوں میں دیگر انبیاء کرام پر فضیلت دی گئی ہے۔ میرا رعب طاری کر کے میری مدد کی گئی۔ میرے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا۔ میرے لیے تمام روئے زمین پاک اور مسجد بنا دی گئی۔ مجھے تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا اور مجھ پر نبوت ختم کر دی گئی''۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1014ھ اس حدیث پاک کی شرح لکھتے ہوئے۔

ختم بی النبیون کی شرح میں لکھتے ہیں:

ای وجودهم فلا يحدث بعدی نبی ؛.....قال الطيبی: اغلق باب الوحی و قطع طريق الرسالة و سد و اخبر

1۔ فتح الباری، جلد 6، صفحہ 455

2۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد، رقم الحدیث 1069

باستغناء الناس عن الرسل (1)

''انبیاء کی آمد روک دی گئی۔ پس میرے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا...... طیبی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے وحی کا دروازہ بند کر دیا۔ اور رسالت کا راستہ منقطع کر دیا اور بند کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو خبر دار کیا کہ اب انہیں (جدید) رسولوں کی ضرورت نہیں ہے''۔

پانچویں حدیث مبارک

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

عن انس ابن مالک قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان الرسالۃ و النبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی و لا نبی قال فشق ذالک علی الناس فقال لکن المبشرات فقالوا یا رسول اللّٰہ و ما المبشرات قال رؤیا المسلم وھی جزء من اجزاء النبوۃ(2)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تحقیق، رسالت اور نبوت ختم ہوگئی تو میرے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ ہی رسول۔ لوگوں پر یہ بات گراں گزری تو حضور ﷺ نے فرمایا: لیکن مبشرات باقی ہیں تو صحابہ نے عرض: کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ مسلمان کا خواب ہے۔ اور یہ بھی نبوت کے اجزاء میں سے ایک جز ہے''۔

نبوت غیب کے ساتھ ربط کا نام ہے اس حدیث مبارک میں نبی کریم ﷺ نے واضح الفاظ میں بیان فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ اب صرف سچے

1۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، جلد 10، صفحہ ۔ دار الفکر للطباعۃ والنشر

2۔ جامع ترمذی، ابواب الرؤیا، جلد 2، صفحہ 53۔ سعید کمپنی کراچی

خوابوں سے ہی تم پر کچھ حقائق بے نقاب کیے جائیں گے۔

اس میں قادیانیوں کی خود ساختہ نبوت کی تقسیم کی بھی نفی ہے۔ اگر نبوت کی کوئی قسم باقی ہوتی تو سرکار فرما دیتے کہ اب حقیقی نبوت ختم ہو گئی ہے۔ صرف ظلی یا بروزی نبوت باقی ہے لیکن سرکار کا نبوت کی مطلق نفی کرنا اور صرف رویائے صالحہ کا اثبات قادیانی حضرات کے دعویٰ کی صاف نفی ہے۔

ان حضرات کی یہ منطق بھی بڑی عجیب ہے کہ وہ اسی حدیث سے اجرائے نبوت کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ خواب بھی نبوت کا ایک جزء ہے لہٰذا کسی نہ کسی قسم کی نبوت تو باقی مانی جانی چاہیے۔

سوال یہ ہے کہ کیا ایک جزء پر کل کا اطلاق جائز ہے مثلاً مکان اینٹ، پتھر، سیمنٹ، بجری اور لوہا وغیرہ سے بنتا ہے تو کیا صرف اینٹ یا پتھر کو آپ مکان کہہ سکتے ہیں پانی آکسیجن اور ہائیڈروجن کا مجموعہ ہے کیا صرف آکسیجن کو پانی کہا جا سکتا ہے۔ کھانا، آٹا، نمک، مرچ اور سبزی وغیرہ سے بنتا ہے تو کیا صرف نمک یا مرچ کو آپ کھانا کہہ سکتے ہیں اگر ان چیزوں میں صرف جزء پر کل اطلاق پاگل پن ہے اور نبوت کے ایک جزء صرف خواب کو نبوت کہنا کہاں کی دانشمندی ہے؟

بہر حال یہ حدیث مبارک بھی ختم نبوت پر واضح دلیل ہے۔

چھٹی حدیث مبارک

عن عقبة ابن عامر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو كان نبي بعدي لكان عمر ابن الخطاب (1)

''حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میرے بعد نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے''۔

1۔ جامع ترمذی، باب مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب، جلد 2، صفحہ 209

ساتویں حدیث مبارک

...... **فقال له رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اما ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسی الا انه لانبوة بعدی الخ(1)**

''......رسول کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا''۔

ان احادیث مبارکہ میں غور فرمایئے کہ نبی کریم ﷺ نے کس وضاحت سے اپنے آخری نبی ہونے کو بیان فرمایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ نبی ہوتے۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں نبی ہونے کی اہلیت موجود ہے لیکن چونکہ نبوت ختم ہے لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی نہ ہوئے۔ جیسے فرض کریں ایک جگہ پر کسی صدر مدرس کا ایک عہدہ خالی ہے۔ بہت سے لوگ ایسے وہاں آ جائیں جو اس عہدہ کی تمام مطلوبہ شرائط پوری کرتے ہوں۔ لیکن چونکہ عہدہ ایک ہی ہے لہٰذا ایک بندہ ہی اس پر فائز ہوگا۔ یہ دوسروں کے نااہل ہونے کی دلیل تو نہیں ہوگی۔

اس میں قادیانیوں کی اس دلیل کا بھی رد ہے کہ جب بنی اسرائیل میں نبی آتے رہے تو آخر اس امت میں کوئی نبی کیوں نہیں ہوگا کیا امت محمدیہ بنی اسرائیل سے کم مرتبہ ہے۔ نہیں یقیناً نہیں۔ امت محمدیہ خیر الامم ہے ان میں نبی کا نہ ہونا اس لیے نہیں کہ اس امت میں کوئی اہلیت نہیں بلکہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نظام میں نبی کریم ﷺ کو آخری نبی بنایا ہے۔

ورنہ اس امت میں صلاحیت ہے یا نہیں۔ اسے سمجھنے کے لئے یہ روایت ملاحظہ ہو:

حضرت ابن عباس حدیث شفاعت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب سب

1۔ جامع ترمذی، باب مناقب علی، جلد 2، صفحہ 213

لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے کہ ہماری شفاعت فرمایئے تو حضور ﷺ نے فرمایا:

فاقول انا لها انا لها الی ان قال علیه الصلوٰة و السلام فنحن الآخرون و الاولون و اوّل من یحاسب و تفرج لنا الامم علی طریقتنا وتقول الامم کادت ھذه الامة ان تکون انبیاء کلها (1)

"تو میں کہوں گا ہاں یہ کام میں کروں گا۔ ہاں یہ کام میں کروں گا۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ہم سب سے آخر ہیں اور سب سے پہلے۔ اور وہ امت جس کا حساب سب سے پہلے ہوگا اور تمام امتیں ہمارے لیے تعظیماً راستہ چھوڑ دیں گی اور سب امتیں کہیں گی کہ لگتا ہے کہ یہ امت ساری ہی نبیوں میں شمار ہو"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا، نبوت کے اہل ہونے کے باوجود، منصب نبوت پر فائز نہ ہونا صرف اس لیے ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی آ ہی نہیں سکتا تھا۔ تو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں یہ اہلیت موجود تھی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں بدرجہ اولیٰ ہوگی۔

اور ختم نبوت کے بیان میں نبی کریم ﷺ اتنی وضاحت فرماتے ہیں کہ جہاں نبوت کا شائبہ بھی پیدا ہو سکتا ہو آپ بڑی صراحت کے ساتھ وہاں ختم نبوت کا اعلان فرماتے ہیں جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ جب حضور ﷺ غزوۂ تبوک کے لئے تشریف لے جانے لگے تو چونکہ یہ بھی امکان تھا کہ بعد میں منافقین مدینہ منورہ میں فساد نہ کریں۔ اس لیے ضرورت تھی کہ ایک ایسا آدمی مدینہ میں رہے جو تمام منافقین کا مقابلہ بھی کر سکے اور وہ حضور ﷺ کے گھر کا فرد بھی ہو، تاکہ ازواج مطہرات کی خدمت بھی کر سکے تو ان وسیع مقاصد کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ مناسب کوئی اور نہ تھا اس لیے حضور

1۔ مسند ابی داؤد طیالسی، صفحہ 354، بحوالہ ختم نبوت، صفحہ 247

ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں رہنے کا حکم فرمایا لیکن منافقین نے اسی چیز کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر طعن کا ذریعہ بنالیا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے علی! (رضی اللہ عنک) کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہو جو حضرت ھارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ یعنی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر گئے تھے تو وہ حضرت ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے تھے اس لئے نہیں کہ حضرت ہارون علیہ السلام بزدل تھے استغفر اللہ۔ بلکہ اس لیے کہ بنی اسرائیل کی قیادت کرنے میں وہ سب سے زیادہ اہل تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی بھی۔ تمہیں مدینہ منورہ میں اس لیے چھوڑا جا رہا ہے کہ تم میرے بھائی بھی ہو اور ازواج مطہرات کی خدمت بھی کر سکتے ہو۔ اور اتنے قابل بھی ہو کہ منافقین کی ہر سازش کا جواب اکیلے دے سکتے ہو۔ اس میں تو تمہارے لیے شرف ہی شرف اور کرامت ہی کرامت ہے اور منافقین جو کچھ بھی کہہ رہے ہیں سب ان کے خبث باطن کا اظہار ہے۔

لیکن حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک اور بھی نسبت تھی اور وہ یہ کہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شریک نبوت بھی تھے۔ اس لیے یہ شبہہ پیدا ہو سکتا تھا کہ شاید حضرت ہارون علیہ السلام کی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی نبی ہوں۔ تو نبی کریم ﷺ نے اس شبہہ کو فوراً دور فرماتے ہوئے فرمایا: الا انه لا نبی بعدی۔ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا یعنی یہاں اجرائے نبوت کا شائبہ بھی پیدا ہو سکتا تھا۔ وہی رسول اللہ ﷺ نے فوراً اس شائبہ کو رد فرمایا۔ اسی مفہوم کی یہ روایت بھی ملاحظہ ہو:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے سخت درد ہوا۔ میں حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے اپنی جگہ کھڑا کیا اور خود نماز پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ اور آپ نے کپڑے کا ایک کنارہ میرے اوپر ڈال دیا۔ پھر فرمایا: اے علی! رضی اللہ عنک تم شفاء پا گئے۔ اب تم میں کوئی مرض نہیں رہا۔ تم جو دعاء میرے لیے

اللہ تعالیٰ سے کرو گے میں وہی دعاء تمہارے لیے کروں گا اور میں جو دعا کروں گا اللہ تعالیٰ اُسے قبول فرمائے گا۔ غیر انه قیل لی انه لا نبی بعدی۔ مگر یہ کہ مجھے یہ کہہ دیا گیا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں ایسا تندرست ہوا کہ گویا کبھی بیمار تھا ہی نہیں''۔(1)

کیا نبی کریم ﷺ کی ان واضح وضاحتوں کے بعد کسی نبی کے آنے کا کوئی امکان بھی پایا جاتا ہے؟ اتنے واضح فرمودات کے بعد پھر کسی اور کو نبی ماننا کفر نہیں ہے تو اسے کیا کہا جائے گا؟

آٹھویں حدیث مبارک

عن ابی امامة الباهلی قال خطبنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فکان اکثر خطبة حدیثا حدثناه عن الدجال و حرزناه الی قوله صلی اللّٰه علیه وسلم انا اخر الانبیاء و انتم آخر الامم و هو خارج فیکم لامحالة الی قوله صلی اللّٰه علیه وسلم انه ساصفه لکم صفة لم یصفها ایاه نبی قبلی انه یبدء فیقول انا نبی ولا نبی بعدی الخ (2)

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ہمیں ایک طویل خطبہ دیا جس میں ہمیں دجال کے متعلق بتایا اور ہمیں دجال سے ڈرایا۔ آپ نے اسی خطبہ میں فرمایا میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ دجال لازمی طور پر تم میں ہی نکلے گا۔ میں عنقریب تم سے اس کی ایسی نشانیاں بیان کروں گا۔ جو مجھ سے پہلے کسی نبی نے بیان نہیں کیں وہ ابتداء میں کہے گا: میں نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں''۔

1۔ کنز العمال، جلد 6، صفحہ 154

2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 298، باب ابواب الفتن۔ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

اس حدیث پاک میں "انا آخر الانبیاء و انتم آخر الامم "کہ میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو: کے الفاظ خصوصی طور پر توجہ کے لائق ہیں۔ کیا یہ الفاظ خاتم النبیین کی تفسیر نہیں ہیں؟ اور کیا لفظ خاتم کی تفسیر میں پیدا کیے گئے تمام دجل وفریب کے جال کو ریزہ ریزہ نہیں کر رہے، خاتم النبیین کی وہ تفسیر جو نبی کریم ﷺ نے خود فرمائی وہ آخر النبیین ہے۔ اب یہ انسان کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی بیان فرمودہ تفسیر کو اختیار کرتا ہے یا کسی گمراہی کے راستے کو اختیار کرتا ہے۔

نویں حدیث مبارک

عن جبیر ابن مطعم قال سمعت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول ان لی اسماء فقال انا محمد و انا احمد و انا الماحی الذی یمحو اللّٰہ بی الکفر و انا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی و انا العاقب و العاقب الذی لیس بعدہ نبی متفق علیہ (1)

"حضرت جبیر ابن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میرے بہت سے اسماء ہیں میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں مٹانے والا ہوں، اللہ تعالیٰ میرے سبب سے کفر کو مٹائے گا۔ میں حاشر ہوں، میرے قدموں پر لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا۔ میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو"۔

شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی عاقب کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہاں مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ تمام انبیاء کے بعد تشریف لائے"۔(2)

1۔ مشکوۃ المصابیح، باب اسماء النبی ﷺ رقم الحدیث 5526۔

صحیح مسلم، کتاب الفضائل باب فی اسماء ﷺ رقم الحدیث 5984

2۔ اشعۃ اللمعات (اردو)، جلد 7، صفحہ 160۔ مطبوعہ فرید بک سٹال، لاہور

دسویں حدیث مبارک

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما کالمودع فقال انا محمد النبی الامی قالہ ثلاث مرات ولا نبی بعدی الحدیث (1)

''ایک دن رسول کریم ﷺ کسی الوداع ہونے والے شخص کی طرح ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ نے تین بار فرمایا میں نبی امی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

انی آخر الانبیاء و ان مسجدی آخر المسجد (2)

''میں آخری نبی ہوں۔ اور میری مسجد (کسی نبی کی بنائی ہوئی) آخری مسجد ہے''۔

یہاں آخر المساجد سے یہ مراد ہے:

کہ کسی نبی کی بنائی ہوئی یہ آخری مسجد ہے کیونکہ نہ نبی آئے گا اور نہ اُس کی مسجد بنے گی۔

اس کی یہ وضاحت خود نبی کریم ﷺ نے فرمائی:

عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا خاتم الانبیاء و مسجدی خاتم مسجد الانبیاء (3)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد انبیاء کی آخری مسجد ہے''۔

1۔ مسند احمد، جلد 2، صفحہ 212
2۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل الصلوٰۃ بمسجدی مکۃ والمدینۃ رقم الحدیث 3372
3۔ کنز العمال، جلد، صفحہ، بحوالہ ختم نبوت، صفحہ 256

اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے احادیث کے وسیع ذخیرہ میں سے صرف دس احادیث مبارکہ پیش کی گئی ہیں۔ کیا ان احادیث مبارکہ کو پڑھنے کے بعد یہ حقیقت روز روشن سے بڑھ کر عیاں نہیں ہو جاتی کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور قرآن مجید میں بیان فرمودہ الفاظ خاتم النبیین کی تفسیر جو خود حضور ﷺ نے فرمائی وہ آخر النبیین ہی ہے۔

حضور ﷺ کے اتنے واضح ارشادات کے بعد بھی آپ کے بعد کسی کو نبی ماننا سوائے گمراہی اور کفر کے اور کچھ نہیں ہے۔





عقیدۂ ختم نبوت

اجماع امت کی روشنی میں

پس خدا بر ما شریعت ختم کرد
بر رسول ما رسالت ختم کرد

(اقبال)

فقہ اسلامی کا تیسرا ماخذ اجماع ہے۔ جس طرح قرآن وسنت کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے ایسے ہی اجماع کا منکر بھی کافر ہو جاتا ہے۔ گویا اجماع امت کو قرآن و سنت کے مساوی قرار دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے جب یہ امت شہداء علی الناس کے اعلیٰ منصب پر فائز ہے۔ تو یہ کبھی بھی گمراہی اور ضلالت پر جمع نہیں ہو سکتی ورنہ شہادت علی الناس مشکوک ہو جائے گی۔

اجماع کے حجت ہونے پر ایک مستحکم دلیل یہ بھی ہے کہ کوئی گمراہ آدمی قرآن وسنت کی غلط تاویل کر کے کسی غلط معنی پر ڈٹ سکتا ہے مثلاً مسئلہ زیر بحث میں قرآن مجید کے الفاظ خاتم النبیین کی تفسیر میں کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہاں خاتم النبیین سے مراد آخری نبی نہیں بلکہ افضل النبیین ہے کیونکہ خاتم کا لفظ افضل کے معنی میں بھی استعمال ہوتا رہتا ہے۔ اور لا نبی بعدی کے متعلق وہ کہہ سکتا ہے کہ یہاں لا مطلق نفی کے لئے نہیں بلکہ کمال کی نفی کے لئے ہے جیسے: لا ایمان لمن لا امانة له میں ہے کہ جس میں امانت نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں۔ ظاہر ہے یہاں مطلق ایمان کی نفی نہیں بلکہ کمال ایمان کی نفی ہے اسی طرح یہاں مستقل نبی کے آنے کی نفی ہے امتی نبی آ سکتا ہے۔ اس طرح وہ ہر دلیل کی کسی غلط تاویل سے بحث کا دروازہ کھول سکتا ہے اور دلیل کو مشکوک بنا سکتا ہے۔

اس صورت حال میں اجماع امت کے سوا کوئی چیز فیصل نہیں ہو سکتی۔ کہ ہم اس بحث کے پس منظر میں دیکھیں گے کہ امت اس سے کیا مراد لیتی رہی ہے اور امت کے اجماع کو ماننا ایسے ہی ضروری ہے جیسے قرآن وسنت کے فیصلہ کو ماننا۔ کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا: میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔ اور اللہ تعالیٰ نے امت کی مخالفت کو نبی کریم ﷺ کی مخالفت کے مساوی قرار دیکر اس کی سزا جہنم قرار دی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ مَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الۡهُدٰی وَ یَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتۡ

مَصِيْرًا﴿۱۱۵﴾(النساء)

''اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے گا اور مومنین کے راستہ کے سوا کسی اور راستہ پر چلے گا حالانکہ اس پر راہ واضح ہو چکی۔ تو اسے ہم اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے''۔

امام فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ رازی اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

و تقریر الاستدلال ان اتباع غیر سبیل المؤمنین حرام فوجب ان یکون اتباع سبیل المؤمنین و اجبا(1)

''وجہ استدلال یہ ہے کہ مومنوں کے راستہ کے علاوہ کسی راستہ کی پیروی کرنا حرام ہے تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مومنوں کے راستہ کی اتباع کرنا واجب ہے''۔

چونکہ یہ امت قیامت تک شہادت علی الناس کے منصب پر فائز ہے۔ خیر کی طرف دعوت دیتی ہے۔ اس لیے ان کے مجموعی فیصلہ کو قرآن وسنت کی طرح حجت قرار دیا گیا ہے قرآن وسنت میں اس پر بہت سے شواہد ہیں جنکی تفصیل کا یہ محل نہیں بہر حال امت اس پر متفق ہے کہ اجماع بھی حجت شرعیہ ہے۔

ملا احمد جیون الصدیقی انبیٹھوی اجماع کا معنی اور اس کی شرعی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الاجماع ھو فی اللغۃ الاتفاق و فی الشریعۃ اتفاق مجتھدین صالحین من امۃ محمد فی عصر واحد علی امر قولی و فعلی (2)

''لغت میں اجماع سے مراد اتفاق ہے اور شریعت میں کسی ایک زمانہ میں امت محمدیہ کے مجتہدین صالحین کا کسی قولی یا فعلی معاملہ پر متفق ہو جانا ہے''۔

1۔ تفسیر کبیر، جلد 11، صفحہ 43

2۔ نور الانوار، صفحہ 219۔ مطبوعہ سعید ایچ ایم کمپنی، کراچی

اور پھر اس کا حکم بیان فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

ان الاجماع فی الامور الشرعیة فی الاصل یفید الیقین و القطعیة فیکفر جاحده (1)

''امور شرعیہ میں اجماع یقین اور قطعیت کا فائدہ دیتا ہے۔ اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے''۔

حجیت اجماع کے پس منظر میں صاحبِ توضیح نے بہت خوبصورت اور گہری بات کہی ہے وہ فرماتے ہیں:

و ما اتفق علیه المجتهدون من امة محمد صلی اللّٰه علیه وسلم فی عصر علی امر فهذا من خواص امة محمد صلی اللّٰه علیه وسلم علیه الصلوٰة و السلام فانه خاتم النبیین لاوحی بعده و قد قال اللّٰه تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم و لاشک ان الاحکام التی تثبت بصریح الوحی بالنسبة الی الحوادث الواقعة قلیلة غایة القلة فلولم تعلم احکام تلک الحوادث من الوحی الصریح و بقیت احکامها مهملة لایکون الدین کاملا فلا بد ان یکون للمجتهدین ولایة استنباط احکامها من الوحی (2)

''اور وہ حکم جس پر حضور ﷺ کی امت کے مجتہدین کا کسی زمانہ میں اتفاق ہو جائے اس کا واجب العمل ہونا اس امت کی خصوصیات میں سے ہے کیونکہ آپ آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کسی پر وحی نہیں آئے گی اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا'' اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ جو احکام صریح وحی سے ثابت ہوئے ہیں وہ روزمرہ کے پیش آنے والے

1۔ نفس مصدر، صفحہ 221 2۔ توضیح، جلد 1، صفحہ 49

واقعات کی نسبت بہت تھوڑے ہیں۔ پس جب ان واقعات کے احکام صریح وحی سے معلوم نہ ہوئے۔ اور یہ اگر احکام مہمل رہ جائیں تو دین کامل نہیں رہے گا۔ اس لیے ضروری ہے کہ اِس امت کے مجتہدین کو وحی سے ان احکام کے اخذ کرنے کا حق حاصل ہو"۔

یہی وجہ ہے کہ امت ہمیشہ سے اجماع کو ایک حجت شرعی مانتی ہے اور اس پر متفق رہی ہے کہ اجماع کا منکر کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

اجماع کے متعلق یہ چند اصولی گذارشات کرنے کے بعد گذارش ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے پر ہمیشہ اور ہر دور میں امت کا اجماع رہا ہے آنجہانی مرزا صاحب سے پہلے بھی جس نے اپنے آپ کو نبی کہا۔ اسے متفق طور پر کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا گیا اور اس کے متعلق کوئی تاویل نہ سنی گئی۔ ظاہر ہے پوری امت کے مجتہدین وائمہ کے فرمودات کو درج کرنا نہ کسی کی استعداد میں ہے اور نہ ہی کسی طرح ممکن ہے تاہم اس مسئلہ میں امت کے جلیل القدر ائمہ اور علمائے ربانیین میں سے چند افراد کے اقوال درج کیے جاتے ہیں۔ تا کہ واضح ہو جائے کہ امت اس مسئلہ میں ہمیشہ سے کیا عقیدہ رکھے ہوئے ہے اور اس مسئلہ میں سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ کیا ہے۔ یہ چند اقوال اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے درج کیے جائیں گے ورنہ اسلامی کتب کے پورے ذخیرہ میں سے ایک بھی ثقہ قول اس عقیدہ کے خلاف پیش نہیں کیا جا سکتا کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔

پچھلے صفحات میں خاتم النبیین کی تفسیر میں جن عظیم مفسرین کی تصریحات گزر چکی ہیں انہیں دہرایا نہیں جائے گا ان صفحات پر دوبارہ ایک نظر ڈال لی جائے تو صورت حال واضح ہو جائے گی تاہم ان حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

1: صحابی رسول ﷺ حضرت عبد اللہ ابن عباس المتوفی 68ھ

2: ابوجعفر محمد بن جریر طبری المتوفی 310ھ

3: جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری المتوفی 538ھ

4: امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی المتوفی 606ھ

5: امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی المتوفی 668ھ

6: علامہ علی بن محمد خازن البغدادی المتوفی 725ھ

7: نظام الدین محمد بن حسین قمی النیشا پوری المتوفی 728ھ

8: الامام الحافظ اسماعیل بن عمر ابن کثیر المتوفی 774ھ

9: الامام جلال الدین سیوطی المتوفی 811ھ

10: برہان الدین ابو الحسن ابراہیم بن عمر البقاعی المتوفی 885ھ

11: العلامہ الشیخ اسماعیل حقی المتوفی 1137ھ

12: العلامہ محمود آلوسی المتوفی 1270ھ

اب ان کے علاوہ چند اور ائمہ و مجتہدین کے فرمودات ملاحظہ ہوں۔ یاد رہے کہ صرف انہیں حضرات کے اقوال و آراء کا ذکر کیا جائے گا جو مرزا صاحب سے پہلے ہو گزرے ہیں تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ انہوں نے مرزا صاحب کی دشمنی میں یہ لکھا ہے۔

ابتداء عظیم المرتبت صحابی رسول حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے کرتے ہیں۔ امام ترمذی اپنی سند سے روایت کرتے ہیں:

کان علی اذا وصف رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ فذکر الحدیث بطولہ ۔ وقال : بین کتفیہ خاتم النبوۃ و ہو خاتم النبیین(1)

''جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا حلیہ مبارک بیان فرمایا تو ایک طویل حدیث بیان فرمائی اور فرمایا: آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ آخری نبی ہیں''۔

1۔ الشمائل المحمدیہ، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی، متوفی 279ھ دار ابن حزم

اب چند اقوال ملاحظہ ہوں:

1۔ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت علیہ الرحمہ المتوفی 150ھ

شیخ اسماعیل حقی امام اعظم امام ابوحنیفہ کا مؤقف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

تنبأ رجل فی زمن ابی حنیفة و قال امهلونی متی اجئ بالعلامات فقال ابوحنیفة من طلب منه علامة فقد کفر لقوله علیه السلام (لا نبی بعده)(1)

''امام ابوحنیفہ کے زمانہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس نے کہا کہ مجھے مہلت دیں تاکہ میں اپنی نبوت کی نشانیاں دکھاؤں۔ تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا: جو اس سے اس کی نبوت کی نشانی طلب کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا کیونکہ حضور ﷺ یہ فرما چکے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا''۔

2۔ العلامہ ابوظفر السمعانی المتوفی 489ھ

خاتم النبیین بالفتح ای آخر النبیین (2)

''خاتم النبیین ۔ت کی فتح کے ساتھ یعنی آخری نبی''۔

3۔ امام ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی المتوفی 543ھ

و اما خاتم النبیین فهو آخرهم ...... و ذالک بما فضل به فشریعته باقیة و فضیلته دائمة الی یوم الدین......(3)

''خاتم النبیین ۔یعنی انبیاء کرام میں سے سب سے آخری نبی ...... یہ شرف اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا۔ پس آپ کی شریعت باقی رہنے والی ہے اور آپ کی فضیلت قیامت تک دائمی ہے''۔

1۔ تفسیر روح البیان، جلد 7، صفحہ 188 ۔المکتبۃ الاسلامیہ ریاض

2۔ تفسیر القرآن، جلد 4، صفحہ 291 ۔دارالوطن ریاض

3۔ احکام القرآن، جلد 3، صفحہ 1549، دارالمعرفہ للطباعۃ والنشر، بیروت

4۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی علیہ الرحمہ المتوفی 544ھ

و کذالک من ادعی منهم انه یوحی الیه و ان لم یدع النبوة او انه یصعد الی السماء و یدخل الجنة و یاکل من ثمرتها و یعانق الحور العین فهولاء کلهم کفار مکذبون للنبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لانه صلی اللّٰہ علیه وسلم اخبر انه خاتم النبیین لا نبی بعده و اخبر عن اللّٰہ تعالیٰ انه خاتم النبیین ...... و اجمعت الامة علی حمل هذا الکلام علی ظاهره و ان مفهوم المراد به دون تاویل ولا تخصیص فلا شک فی کفر هؤلاء الطوائف کلها قطعا اجماعا و سمعا(1)

''اور ایسے ہی جو دعویٰ کرے کہ اس پر وحی کی جاتی ہے اگر چہ نبوت کا دعویٰ نہ بھی کرے یا یہ دعویٰ کرے کہ وہ آسمان پر چڑھتا ہے، جنت میں داخل ہوتا ہے اس کے پھل کھاتا ہے اور حوروں سے ملاقات کرتا ہے یہ سب لوگ کافر ہوں گے اور نبی کریم ﷺ کی تکذیب کرنے والے ہوں گے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے خبر دی کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بتایا کہ آپ آخری نبی ہیں......اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے او اس کا مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ آتا ہے وہ ہی بغیر کسی تاویل تخصیص کے مراد ہے۔ پس ان لوگوں کے کفر میں کوئی شبہہ نہیں جو اس کا انکار کرتے ہیں اور یہ قطعی اور اجماعی عقیدہ ہے''۔

5۔ امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی المتوفی 710ھ

خاتم۔ فتح التاء عاصم بمعنی الطابع الی آخرهم یعنی

1۔ الشفاء، جلد 2، صفحہ 520 (متن شرح شفاء لعلی قاری) دار الباز للنشر والتوزیع، مکۃ المکرمۃ

لاینباء احد بعده و عیسی ممن نبی قبلہ (1)

''خاتم، امام عاصم کی قراءت کے مطابق تاء کے فتحہ کے ساتھ سیل کے معنی میں۔ یعنی سب سے آخری نبی۔ یعنی آپ کے بعد کسی کو نبی نہیں بنایا جائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام آپ سے پہلے نبی بنائے گئے (اس لیے نزول عیسیٰ علیہ السلام نبوت کے منافی نہیں ہے)''۔

6۔العلامہ عالم بن العلا الانصاری المتوفی 786ھ

اذا لم یعرف الرجل ان محمدًا صلی اللّٰہ علیہ وسلم آخر الانبیاء فلیس بمسلم (2)

''جب آدمی نبی کریم ﷺ کو آخری نبی نہ جانے تو وہ مسلمان نہیں ہے''۔

7۔العلامہ بدرالدین محمد محمود بن احمد العینی المتوفی 855ھ

وفیہ ضرب الامثال للتقریب للافھام و ففل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی سائر الانبیاء و ان اللّٰہ ختم بہ المرسلین و اکمل بہ شرائع الدین (3)

''اس (حدیث لبنہ) میں تقریب الی الفہم کے لئے ایک مثال دی گئی ہے اور نبی کریم ﷺ کی تمام انبیاء کرام پر فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔اور اس چیز کو بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ آخری رسول ہیں۔اور آپ کا دین ہر پہلو سے مکمل کر دیا گیا ہے''۔

8۔العلامہ الشیخ ملا علی قاری المتوفی 1014ھ

و دعوی النبوۃ بعد نبینا صلی اللّٰہ علیہ وسلم کفر

1۔تفسیر القرآن الجلیل المسمی مدارک التنزیل وحقائق التاویل، جلد 4، صفحہ 172 صاحب المکتبۃ العلمیہ لاہور

2۔فتاویٰ التاتارخانیہ، جلد 5، صفحہ 478، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی

3۔عمدۃ القاری، جلد 16، صفحہ 98۔احیاء دار التراث العربی، بیروت لبنان

بالاجماع (1)

''اور ہمارے نبی ﷺ کے بعد نبوت کے دعویٰ کے کفر ہونے پر پوری امت کا اجماع ہے''۔

علامہ موصوف شرح شفا میں ''انه خاتم النبيين لا نبی بعده ''کی شرح میں فرماتے ہیں:

ای ینبأ فلایرد علی عیسی لانه نبی قبله و ینزل بعده(2)

''یعنی آپ کے بعد کسی کو نبی نہیں بنایا جائے گا اس سے نزول عیسیٰ علیہ السلام پر اعتراض وارد نہیں ہوتا کیونکہ انہیں نبوت آپ کے زمانہ سے پہلے دی گئی ہے اور ان کا نزول آپ کے بعد ہوگا''۔

9۔العلامہ السید محمود آلوسی آفندی المتوفی 1270ھ

علامہ آلوسی کا ایک قول پہلے گزر چکا ہے آپ کا ایک اور فرمان ملاحظہ ہو۔ خاتم النبیین کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

خاتَم ...... و المراد به آخرهم ایضًا و فی حرف ابن مسعود و لکن نبیا ختم النبيين و المراد بالنبی ما هواعم من الرسول فیلزم من کونه صلی الله علیه وسلم خاتم النبيين کونه خاتم المرسلین و المراد بکونه علیه الصلوٰة و السلام خاتمهم انقطاع حدوث وصف النبوة فی احد من ثقلین بعد تحلیة علیه الصلوٰة و السلام الخ (3)

''خاتم النبیین سے مراد تمام نبیوں میں سے آخری نبی۔ اور حضرت ابن مسعود رضی

1۔شرح فقہ اکبر، صفحہ 164، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی

2۔شرح شفاء، جلد2، صفحہ 519، دار الباز للنشر والتوزیع مکۃ المکرمہ

3۔تفسیر روح المعانی، جلد22، صفحہ 34۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان

اللہ عنہ کی قراءت کے الفاظ ہیں: ولکن نبیاختم النبیین۔ لیکن وہ نبی ہیں جنہوں نے انبیاء کی آمد کا سلسلہ ختم کردیا اور نبی رسول سے عام ہوتا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ آپ آخری رسول بھی ہیں۔ اور آپ کے آخری نبی ہونے سے مراد یہ ہے کہ آپ کی تشریف آوری کے بعد پوری کائنات میں سے وصف نبوت کسی کو نہیں دیا جائے گا''۔

10۔ العلامہ ابن عابدین شامی المتوفی 1252ھ

لا رسول بعده الی لایوصف احد بعده بهذا الوصف (1)

'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی رسول نہیں ہے۔ یعنی آپ کے بعد کسی کو اس وصف سے متصف نہیں کیا جائے گا''۔

11۔ العلامہ عبدالرحمٰن الجزیری

ویکفر بقوله . بجواز اكتساب النبوة و تحصيلها بسبب الرياضة لانه يستلزم جواز وقوعها بعد النبی صلی الله عليه وسلم (2)

'' جو بندہ یہ کہے کہ نبوت کو پایا جا سکتا ہے یا ریاضت سے نبوت کی تحصیل ممکن ہے وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی کسی نبی کا آنا جائز ہو''۔

12۔ الشیخ الامام محمد المہدی الفاسی

و اما اسمه صلی الله عليه وسلم (خاتم الانبياء) بكسر التاء و فتحها ای الذی ختمهم ای جاء آخرهم ...... فلا نبی بعده بل ولامعه فلقوله تعالىٰ و خاتم النبيين و لقوله

1۔ ردالمحتار علی الدر المختار، جلد 3، صفحہ 237۔ دار احیاء التراث، بیروت

2۔ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ، جلد 5، صفحہ 423 کتاب الحدود، دار احیاء التراث بیروت

صلی اللّٰہ علیه وسلم لعلی رضی اللّٰه عنه انت منی بمنزلة هارون من موسی الا انه لا نبی بعدی الخ(1)

”اور نبی کریم ﷺ کا ایک اسم گرامی خاتم الانبیاء ہے تاء کی زبر اور زیر دونوں کے ساتھ۔ یعنی وہ ذات جس نے انبیاء کی آمد کا سلسلہ ختم کر دیا۔ یعنی آپ سب سے آخر میں آئے......پس آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے بلکہ آپ کے ساتھ بھی کوئی نبی نہیں ہے۔ اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان گرامی ہے و خاتم النبیین۔ اور حضور ﷺ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ فرمانا کہ آپ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا“۔

حجۃ الاسلام امام غزالی المتوفی 505ھ

ان الامة فهمت من هذا اللفظ و من قرائن احواله انه افهم عدم نبی بعده ابدا و عدم رسول اللّٰه ابدا و انه لیس فیه تاویل و لا تخصیص فمنکر هذا لایکون الامنکر الاجماع (2)

”امت نے بالاتفاق اس لفظ (یعنی لا نبی بعدی) سے اور نبی کریم ﷺ کے قرائن احوال سے یہی سمجھا ہے کہ حضور ﷺ کا مطلب یہی تھا کہ آپ کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ رسول اور اس میں کسی تاویل یا تخصیص کی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا ایسا شخص اجماع کا منکر ہی ہوگا“۔

اکابرین امت کی تصریحات آپ کے سامنے ہیں۔ تمام امت شروع سے آج تک یہی عقیدہ رکھے ہوئے ہے کہ نبی کریم ﷺ پر نبوت و رسالت کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے

1۔ مطالع المسرات، جلد 97۔ المکتبۃ النوریہ الرضویہ لائلپور، پاکستان

2۔ الاقتصاد فی الاعتقاد، صفحہ 114۔ المطبعۃ الادبیہ، مصر

اور آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آ سکتا۔

سوال یہ ہے کہ کیا پوری امت اس مسئلہ میں گمراہی کا شکار ہو گئی؟ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑے واضح الفاظ میں فرمایا کہ امتی لا تجتمع علی الضلالۃ کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔

جب تمام مفسرین، محدثین، فقہاء، مناطقہ، صوفیہ اور دیگر پوری امت اسی مسئلہ پر متفق ہے تو پوری امت کے خلاف ایک نیا راستہ اختیار کرنا اس خیر امت کو گمراہ اور بے سمجھ خیال کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟

فرد واحد بھٹک سکتا ہے پوری امت گمراہ نہیں ہو سکتی۔ اس لیے امت کا اجماع اس بات پر قطعی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا اس عقیدہ کا انکار کفر اور صرف کفر ہی ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾ آمین۔

عقیدۂ ختم نبوت عقل کی روشنی میں



میں نہ عارف نہ مجدد نہ محدث نہ فقیہ

مجھ کو معلوم نہیں کیا ہے نبوت کا مقام

ہاں مگر عالم اسلام پر رکھتا ہوں نظر

فاش ہے مجھ پر ضمیر فلک نیلی فام

عصر حاضر کی شب تار میں دیکھی میں نے

یہ حقیقت کہ ہے روشن صفت ماہ تمام

وہ نبوت ہے مسلماں کے لئے برگ حشیش

جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام

(اقبال)

ہمیں اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو صرف اس لیے ماننا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اس لیے نہیں ماننا کہ اس حکم کی علت ہماری سمجھ میں آ جائے اگر اس بات کو مانا جائے جس کی علت ہماری سمجھ میں آ جائے اور اسے نہ مانا جائے جس کی علت ہماری سمجھ میں نہ آئے تو یہ تو اپنی عقل کی فرمانبرداری ہوئی نہ کہ اللہ تعالیٰ کی۔

جب ہم نے اللہ تعالیٰ کو حکیم مطلق اور علیم وخبیر مان لیا تو پھر اس کے احکام ماننے میں اپنی عقلی تسلی کا مطالبہ کرنا نہ صرف غیر اسلامی طرز ہے بلکہ یہ طریقہ غیر عقلی بھی ہے اور بے مروتی کی روش بھی۔ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو ماننے کے لئے اپنی سمجھ میں آ جانے کی شرط لگانا تو گویا اللہ تعالیٰ کے حکیم ہونے پر اعتراض اور اس کے علیم ہونے پر طنز کرنا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم مطلق ہے اور انسانی عقل بھٹک جانے والی اور حقیقت کو پانے سے قاصر ہے۔ اللہ رب العزت نے انسانی عقل کی نارسائی کا تذکرہ یوں فرمایا:

وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْــًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْــًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۝۲۱۶ (بقرہ)

''ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناگوار سمجھو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو۔ اور ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے بری ہو اور اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے''۔

ان سب حقیقتوں کے باوجود اس حقیقت کا انکار بھی ناممکن ہے کہ عقل سلیم اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات عقل سلیم کے عین مطابق ہوتے ہیں۔ ہمیں ان کی عقلی توجیہ سمجھ آئے یا نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو ماننے کے لئے یہ شرط لگانا کہ ہمیں اس کی عقلی توجیہ (logic) سمجھ میں آ جائے یہ تو یقیناً ایک ملحدانہ روش ہے جبکہ احکام الٰہی کو مان کر ان کی علتوں پر غور وخوض کرنا یقیناً اللہ تعالیٰ کو محبوب بھی ہے اور اہل ایمان کا طریقہ بھی۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مختلف احکامات دینے کے بعد ان احکامات کی علتوں اور اغراض و مقاصد کی طرف بھی اشارے فرمائے ہیں جیسے ایک موقع پر ارشاد ہوتا ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ (طٰہٰ:14)

''میری یاد کے لئے نماز قائم کرو''۔

گویا نماز قائم کرنے کا حکم اس لیے ہے کہ تمہارے دلوں پر یادالٰہی کے پہرے بیٹھ جائیں۔ روزے کا حکم دے کر آخر میں فرمایا: لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ''تاکہ تم متقی بن جاؤ''۔

گویا روزہ تم میں تقویٰ پیدا کرے گا۔ زکوٰۃ کے متعلق ارشاد ہوا:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ (توبہ:103)

''ان کے مالوں سے صدقہ لیجئے وہ انہیں پاک اور صاف کرے گا''۔

گویا زکوۃ کا مقصد تزکیۂ قلوب ہے۔ حج کے متعلق ارشاد ہوا:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ (الحج)

''جو شعائر اللہ کی تعظیم کرتا ہے تو بے شک یہ دلوں کا تقوی ہے''

جب نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قربانی کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے عرض کیا:

ماهذه الاضاحی یا رسول الله

''اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیک وسلم یہ قربانیاں کیا ہیں''۔

یعنی آپ نے فرما دیا ہم کریں گے لیکن ان کی فلاسفی اور مدعا کیا ہے تو آپ نے فرمایا:

سنة ابیکم ابراهیم

''یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے''۔

یہ چند مثالیں اس لیے پیش کی گئیں کہ کسی حکم کی عقلی توجیہات یا اس کے اغراض و مقاصد پر غور کرنا کوئی غیر اسلامی فکر نہیں ہے۔ بلکہ عین اسلامی فکر ہے۔

قرآن وسنت اور اجماع امت کے بعد عقلی طور پر عقیدۂ ختم نبوت کو ثابت کرنے کی ضرورت اس لیے محسوس ہو رہی ہے کہ ایک تو جب کسی حکم کی علت بھی سمجھ آ جائے تو اس پر انسان کو شرح صدر ہو جاتا ہے اور اس کے یقین میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور شریعت میں ہر وہ طریقہ محمود ہے جو انسان کے یقین و ایمان میں استحکام کا ذریعہ بنتا ہے۔ اور اس کا دوسرا سبب یہ ہے کہ قادیانی حضرات لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے بہت دور دور کی کوڑیاں ملاتے رہتے ہیں۔ اور یہ ثابت کرنے میں لگے رہتے ہیں کہ عقلی طور پر یہ نظریہ ہی غلط ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ قادیانی لٹریچر میں اس بات پر بڑا زور دیا جاتا ہے کہ نبوت اللہ تعالیٰ کی ایک رحمت ہے تو اس امت کو اس رحمت سے کیوں محروم کر دیا گیا۔ اور بنی اسرائیل میں اتنے انبیاء کرام تشریف لائے تو امت محمدیہ میں نبی کیوں نہیں آ سکتا۔ کیا بنی اسرائیل امت محمدیہ سے افضل اور اعلیٰ امت تھی۔ وغیرہ

ان تمام اعتراضات پر تفصیلی گفتگو اس بات کے آخر میں کی جائے گی سر دست اس مسئلہ کا اجمالی پہلو ملاحظہ ہو کہ نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس پر نبوت و رسالت کا سلسلہ کیوں ختم کر دیا گیا۔

میں پھر وضاحت کر دینا چاہتا ہوں کہ ہم حضور ﷺ کو آخری نبی صرف اس لیے نہیں مانتے کہ یہ چیز ہماری عقل کے مطابق ہے۔ ہمارے اس عقیدہ کی بنیاد قرآن وسنت کی واضح تصریحات ہیں اور اس مسئلہ پر امت کا اجماع ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ عقل ایک ذیلی چیز ضرور ہے اس پر عقیدہ کی بنیاد نہیں۔

وہ عقلی توجیہات جو حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کا تقاضا کرتی ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

(1) تکمیل دین کے حوالہ سے

تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد وحید صرف یہ تھا کہ لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا دین پہنچا دیا جائے۔ ہر نبی کا دین اپنے زمانہ کی حد تک مکمل تھا۔ لیکن چونکہ ان انبیاء کرام

علیہم السلام کی نبوت کا دائرہ اپنے زمانہ تک ہی محدود تھا۔ اس لیے ان کی تعلیمات میں وہ وسعت اور ہمہ گیری نہیں تھی جو قیامت تک پیدا ہونے والے مسائل کا جواب دے سکتی۔ دوسرے لفظوں میں ان کے دین اپنے دور تک تو مکمل تھے لیکن قیامت تک مکمل نہیں تھے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے جو دین امام الانبیاء ﷺ کو عطا فرمایا۔ وہ ہر پہلو سے قیامت تک کے لئے مکمل تھا۔ جس کا اعلان اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (مائدہ:3)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو پورا کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی''۔

ظاہر ہے جب دین کو پورا کر دیا گیا جو کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد اصلی تھا تو اب اور کسی نبی کے آنے کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔

علامہ الامام محمد مہدی الفاسی کا خوبصورت استدلال ملاحظہ ہو:

قال اهل البصائر لما كان فائدة الشرع دعوة الخلق الى الحق و ارشادهم الى مصالح المعاش والمعاد و اعلامهم الامور التى تعجز عنها عقولهم و تقرير الحجج القاطعة و قد تكفلت هذه الشريعة الغراء بجميع هذه الامور على الوجه الاتم الاكمل بحيث لا يتصور عليه مزيد كما يفصح عنه قوله تعالىٰ (اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا) فلم تبق بعده حاجة للخلق الى بعث نبى بعده فلذلك ختم به النبوة (1)

''اصحاب بصیرت کہتے ہیں۔ جب شریعت کا فائدہ مخلوق کو حق کی طرف دعوت دینا

1۔ مطالع المسرات، صفحہ 98۔ مطبوعہ المکتبۃ النوریۃ الرضویہ لائلپور

ہے۔ انہیں دنیا اور آخرت کی مصلحتوں کی طرف رہنمائی کرنا ہے اور انہیں ان امور کی خبر دینا ہے جنہیں سمجھنے سے عقل انسانی قاصر ہے۔ ان امور پر قطعی دلائل دینا ہے اور اس روشن شریعت نے ان تمام امور کو بہترین طریقے سے پورا کر دیا اس پر مزید کسی زیادتی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الخ ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا''۔

پس اس کے بعد کسی مخلوق کے لئے کسی نبی کی ضرورت باقی نہ رہی۔ اس لیے آپ ﷺ پر سلسلۂ نبوت کو ختم کر دیا گیا''۔

تو دین کا مکمل ہو جانا اور قیامت تک انسانی ضرورتوں کے لئے کافی ہونا اس چیز کا تقاضا کرتا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ آئے۔ اگر کوئی بندہ یہ کہتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کے بھیجا ہے۔ گویا وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ دین پہلے مکمل نہیں تھا میں اسے مکمل کروں گا۔ کیونکہ اگر وہ یہ مان لے کہ دین تو پہلے ہی مکمل تھا تو پھر اس کی نبوت کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔ تو دین کا مکمل ہونا کسی نئے نبی کے آنے سے منع کرتا ہے۔

(2) رسالت عامہ کے حوالہ سے

جب یہ بات مسلم ہے کہ نبی کریم ﷺ پوری کائنات کے لئے اور قیامت تک کے لیے رسول بن کر تشریف لائے جیسا کہ قرآن وسنت کی نصوص قطعیہ اس پر شاہد ہیں ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا (اعراف:158)

''فرما دیجئے اے لوگو! میں تم تمام کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں''۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا (سبا:28)

''اور ہم نے آپ کو ساری انسانیت کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا''۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۙ﴿۱﴾

''وہ ذات بڑی برکت والی ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لئے ڈرانے والا ہو جائے''۔(فرقان)

اور حضور ﷺ نے خود بھی فرمایا:

ارسلت الی الخلق کافة(1)

''مجھے پوری مخلوق کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا''۔

ان کی نبوت ان کی ابوت ہے سب کو عام

ام البشر عروس انہیں کے پدر کی ہے

سب خشک و تر سلام کو حاضر ہیں السلام

یہ جلوہ گاہ مالکِ ہر خشک و تر کی ہے

(امام احمد رضا)

سوال یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت کا دائرہ قیامت تک کے لئے ہر ہر فرد تک پھیلا ہوا ہے تو جو نیا رسول آئے گا وہ کس کی طرف آئے گا۔ کیونکہ رسول تو امتی کا تشخص ہوتا ہے تو نیا رسول کس امتی کا تشخص بنے گا کیونکہ قیامت تک کے ہر فرد کا تشخص تو ذات رسالت مآب ﷺ ہے۔

اور یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ حضور ﷺ کی رسالت عامہ کا مطلب یہ ہے کہ قیامت تک آنے والے ہر فرد کے لئے حضور ﷺ کا سایۂ رحمت کافی ہے۔ اب کسی اور فرد کو نبی ماننا گویا رحمۃ للعالمین کے سایۂ رحمت سے نکل کر کسی دوسرے کے پاس جانا ہے۔ خدارا! سوچئے کہ اس سے بڑھ کر خسارے کا سودا اور کیا ہو گا کہ کوئی بندہ حضور ﷺ کی ذات اقدس سے منہ موڑ کر کسی اور کی طرف چلا جائے۔ تو سرکار ابد قرار ﷺ کی رسالت عامہ کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے۔ گویا جب قیامت تک آنے والا کوئی

1۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد، رقم الحدیث 1049

ایسا فرد بچا ہی نہیں جس کی طرف حضور ﷺ رسول بن کر تشریف نہ لائے ہوں۔ تو نیا نبی آخر کس کی طرف آئے گا؟

(3) حفاظت دین کے حوالہ سے

پہلے انبیاء کرام علیہم السلام پر جو کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے ان کی حفاظت کی ذمہ داری ان کے حاملین کے سپرد تھی۔ جب کہ رسول کریم ﷺ پر جو قرآن مجید نازل ہوا اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود رب العزت نے اپنے ذمۂ کرم میں لیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (الحجر)

''بے شک ہم نے ہی یہ قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں''۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا تھا کہ پہلے نبی کی تعلیمات میں جو تحریف و تبدل مرور زمانہ کے ساتھ ہو گیا تھا اسے ختم کر کے تعلیمات نبوت کو ان کے اصلی رنگ میں پیش کیا جائے۔ جبکہ حفاظت شریعت کا یہ خدائی اعلان اس حوالہ سے بھی کسی نئے نبی کے آنے کا انکار کرتا ہے۔ اور اگر اس شریعت نے قیامت تک نافذ نہ رہنا ہوتا تو اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ خود نہ اٹھاتا۔

حفاظت کتاب کی ذمہ داری کا یہ اختصاص اس شریعت کے دائمی ہونے کی دلیل ہے جس کا لازمی نتیجہ ختم نبوت ہے۔

(4) ختم نبوت رحمت ہے یا رحمت سے محرومی؟

قادیانی حضرات اس بات پر بڑا زور دیتے ہیں کہ نبوت اللہ تعالیٰ کی ایک رحمت ہے پہلی امتوں میں یہ رحمت جاری رہی۔ تو اس امت کو اس رحمت سے محروم کیوں کر دیا گیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اس پس منظر میں لکھا ہے:

''کیا خوب عقیدہ ہے!!! اے نادانو! کیا اس امت کی ایسے ہی پھوٹی ہوئی قسمت اور ایسے ہی بد طالع ہیں کہ ان کے حصہ میں تیس دجال ہی رہ گئے۔ دجال تو تیس مگر طوفان

مصائب کو فرد کرنے کے لیے ایک بھی مجدد نہ آسکا۔ زہے قسمت۔ خدا نے پہلی امتوں کے لیے تو پے درپے نبی اور رسول بھیجے۔ لیکن جب اس امت کی نوبت آئی تو اس کو تیس دجال کی خوشخبری سنائی گئی"۔(1)

یاد رہے کہ اس عبارت میں اس حدیث پاک پر تنقید ہے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں تیس دجال آئیں گے ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں، جبکہ میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ جیسا کہ پہلے اس حدیث پاک کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

مرزا قادیانی صاحب دراصل یہاں اس بات پر زور دے رہیں ہیں کہ تیس دجال آئیں گے تو ایک پیغمبر بھی آنا چاہیے جو ان کے خیال میں وہ خود ہیں تو سوال یہ ہے کہ اگر کسی پیغمبر نے بھی آنا ہوتا تو اللہ کا نبی اس کے متعلق اپنی محبوب اور پیاری امت کو ضرور بتا کر جاتے۔ سرکار ﷺ تو یہاں کسی بھی نئے نبی کے آنے کی واضح الفاظ میں تردید فرما رہے ہیں بلکہ نبوت کا دعویٰ کرنے والوں کو ہی دجال اور کذاب فرما رہے ہیں۔ تو اس کا مفہوم یہ ہوا کہ دجالوں کا مقابلہ کرنے کے لیے کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں بلکہ حضور سید عالم ﷺ کے بے شمار غلام علماء ربانیین، اولیائے عظام، محدثین کرام اور فقہائے امت کی شکل میں موجود ہیں جیسا کہ وہ ہر دور میں دجالوں کے دجل وفریب کے بخیے ادھیڑتے رہے اور ہر دور میں ادھیڑتے رہیں گے انشاء اللہ العزیز۔ تو مرزا صاحب کا یہ استدلال دراصل حدیث سے استدلال نہیں بلکہ اپنی نبوت کے جواز میں اس کے مفہوم کو مسخ کرنے کی ایک سعی لاحاصل ہے۔

اب آیئے اس سوال کی طرف کہ نبوت ایک رحمت ہے تو اس امت کو اس رحمت سے کیوں محروم کر دیا گیا اور اس امت میں نبوت کا سلسلہ کیوں بند کر دیا گیا۔

تو اس کے جواب میں اوّلین گذارش یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ نبوت اللہ

1۔ نزول المسیح، صفحہ 411

تعالیٰ کی انسانیت پر ایک عظیم رحمت ہے۔ لیکن کوئی چیز اسی وقت تک رحمت ہوتی ہے جب تک اس کی ضرورت باقی ہو اور جب اس کی ضرورت نہ رہے تو وہ چیز رحمت نہیں رہتی بلکہ عذاب بن جاتی ہے مثلاً بارش اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم رحمت ہے۔ لیکن اس وقت تک جب تک اس کی ضرورت باقی ہو۔ اور جب ضرورت پوری ہو جائے تو بارش رحمت نہیں، عذاب الٰہی کی ایک شکل بن جاتی ہے۔

نبوت بھی اللہ تعالیٰ کی ایک رحمت ہے لیکن جب حضور ﷺ کے پیکر رحمت کے روپ میں اس ضرورت کو قیامت تک کے لئے پورا کر دیا گیا تو اب کسی نئے نبی کی آمد امت کے لئے رحمت نہیں رہے گی بلکہ عذاب بن جائے گی کیونکہ اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

جب اسلام کی شکل میں ایک کامل دین انسانیت کو عطا کر دیا گیا اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے اٹھالی اور حضور ﷺ کی رسالت کا دائرہ قیامت تک آنے والے ہر ہر فرد کے لئے وسیع کر دیا گیا تو آخر نیا نبی کیوں اور کس کے لیے آئے گا؟

اور عملی طور پر مرزا صاحب کا آنا امت کے لیے رحمت نہیں بلکہ لعنت ہی ثابت ہوا ہے اس پس منظر میں حضور ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمتہ اللہ کی بیان فرمودہ ایک دلیل کا مفہوم ہے کہ دیکھیں اس وقت دنیا میں تقریباً سوا ارب مسلمان موجود ہیں۔ آپ فرض کر لیں کہ اس وقت دنیا میں ایک کروڑ قادیانی ہیں (اگرچہ حقیقت میں اس سے بہت کم ہیں) اب نبی کا ماننا ایمان اور نہ ماننا کفر ہوتا ہے جیسا کہ قادیانی حضرات نے اپنے لٹریچر میں وضاحت سے لکھا ہے کہ مرزا صاحب کو نہ ماننے والا کافر پکا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرزا جی کے آنے سے سوا ارب بندے تو جہنم کا ایندھن بن گئے (العیاذ باللہ) اور ایک کروڑ بندے جنتی بن گئے تو بتایئے کیا مرزا صاحب کا وجود اس امت کے لئے رحمت ثابت ہوا یا لعنت ظاہر ہے اور لعنت ہی ثابت ہوا۔

تو چونکہ اب نبوت کی ضرورت باقی نہیں ہے۔ اس لیے حضور ﷺ نے نبوت کی ہر

ضرورت کو قیامت تک کے لئے پورا کر دیا ہے اس لیے اب کسی نئے نبی کا آنا امت کے لئے رحمت نہیں عذاب ہوگا اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی امت کو عذاب نہیں دینا چاہتا۔

اس پس منظر میں دوسری گذارش یہ ہے کہ قادیانی حضرات اس چیز کے قائل ہیں کہ اب مستقل نبی نہیں آسکتا صرف ظلی یا بروزی نبی آسکتا ہے۔تو سوال یہ ہے کہ ان کی اپنی تقسیم کے مطابق مستقل نبی نہیں آسکتا صرف ظلی نبی آسکتا ہے تو کیا مستقل نبی کا آنا ظلی نبی کے آنے سے بڑی رحمت نہیں ہوگا؟ ظاہر ہے جب ایک ظلی نبی کا آنا رحمت ہے تو مستقل نبی کا آنا تو اس سے بھی بڑی رحمت ہوگا تو سوال یہ ہے کہ اس امت کو آخر اس بڑی رحمت سے کیوں محروم کر دیا گیا؟ قادیانی حضرات اس سوال کا جو بھی جواب دیں۔ وہی جواب مسلمانوں کی طرف سے بھی تصور کر لیں۔

پھر حضور ﷺ کے وصال کے بعد تقریباً تیرہ سو سال یہ امت اس نعمت سے کیوں محروم رہی اور دور صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ جو نبی کریم ﷺ کے دور کے بعد بہترین زمانے ہیں۔ وہ اس رحمت سے محروم رہے؟ کیا قادیانی امت کے پاس اس سوال کا کوئی جواب ہے کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام اس نعمت سے کیوں محروم رہے؟ اور پھر آج تک سوائے مرزا صاحب کی آٹھ سالہ دور نبوت کا ذبہ کے یہ امت اس رحمت سے کیوں محروم ہے؟

اور یہ آپ سے کس نے کہہ دیا کہ ختم نبوت سے امت کو نعمتِ نبوت سے محروم کرنا ہے۔ یہ بات تو آپ نے خود ہی سمجھ لی۔ ورنہ ہم تو کہتے ہیں کہ اب بھی اور قیامت تک حضور ﷺ کا دور نبوت ہے۔ نبوت کا فیضان جاری ہے اور پوری انسانیت نبوت محمدی کے سایہ میں ہے۔

اللہ رب العزت فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ

ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍۙ وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۝۳ (الجمعہ)

''وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔ وہ ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے، انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور بے شک وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ اور ان میں سے دوسروں کو بھی (علم وحکمت سکھاتا اور پاک کرتا ہے) جو ابھی ان پہلے لوگوں سے نہیں ملے اور وہ بڑا غالب اور حکمت والا ہے''۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(وَّ اٰخَرِیْنَ) عطف علی الامیین، یعنی بعث فی آخرین منھم. قال المفسرون: ھم الاعاجم یعنون بھم غیر العرب الی طائفة کانت قاله ابن عباس و جماعة۔ وقال مقاتل یعنی التابعین من ھذہ الامة الذین لم یلحقوا باوائلھم۔ و فی الجملة معنی جمیع الاقوال فیه کل من دخل فی الاسلام بعد النبی صلی اللہ علیه وسلم الی یوم القیامة فالمراد بالامیین العرب و بالآخرین سوا ھم من الامم(1)

''آخرین۔ امیین پر عطف ہے۔ یعنی آپ کی بعثت صرف امیین کے لئے ہی نہیں آخرین کے لیے بھی ہے۔ مفسرین نے کہا کہ آخرین سے مراد عجم ہیں۔ یعنی جو بھی عربوں کے علاوہ ہیں۔ یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مفسرین کی ایک اور جماعت کا ہے۔ اور مقاتل کہتے ہیں کہ اس سے مراد تابعین کا گروہ ہے جو پہلوں (صحابہ رضی اللہ عنہم) کے بعد آیا ہے مختصر یہ کہ ان تمام اقوال کا خلاصہ یہ

1۔ تفسیر کبیر، جلد 30، صفحہ 54

ہے کہ قیامت تک جو بھی اسلام میں داخل ہوگا وہ آخرین میں شامل ہے۔ امیین سے مراد عرب ہیں۔ اور آخرین سے مراد دوسرے تمام لوگ ہیں''۔

قرآن کریم کے اس فرمان اور امام رازی علیہ الرحمہ کی اس تفسیر سے واضح ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیۂ قلب کا فیض صرف اس دور کے حضرات تک محدود نہیں بلکہ قیامت تک ہر اس فرد تک محیط ہے جو اسلام میں داخل ہوتا ہے۔

تو حضور ﷺ کے بعد کسی دوسرے فرد کو نبی ماننا، حضور ﷺ کے فیضان سے منہ موڑ کر کسی دوسری طرف جانا ہے اور حضور کی چھتری سے نکل کر کسی اور کی چھتری میں پناہ لینے کی کوشش کرنا ہے۔

تو ختم نبوت سے مراد امت کو رحمت نبوت سے محروم کرنا نہیں ہے بلکہ رحمۃ للعالمین کی رحمتوں کے سایہ میں پناہ دینا ہے۔ اب فیصلہ ہر انسان نے خود کرنا ہے کہ وہ حضور ﷺ کے سایۂ رحمت میں رہنا چاہتا ہے یا سرکار سے منہ موڑ کر کسی اور سراب سے اپنی تشنگی کا سامان کرنا چاہتا ہے۔

(5) اب ختم نبوت رحمت ہے نہ کہ اجرائے نبوت

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اپنے ہم عصر انسان کی عظمت کو پہنچاننا بہت مشکل اور بڑی بصیرت کا کام ہے۔ جب ایک شخصیت کی عظمت ایک مسلمہ حقیقت بن جائے اور اس کے گرد تاریخ کا ایک ہالہ بن جائے تب اسے پہنچاننا مشکل نہیں رہتا۔ لیکن اپنا ہم عصر بندہ جو کسی اہم عظمت کا امین ہو اسے پہچاننا بہت مشکل ہے۔

یہی وہ نفسیاتی حقیقت ہے جس کے تحت لوگ اپنے سے پہلے پیغمبروں کو مانتے رہے لیکن اپنے ہم عصر پیغمبر کا انکار کرتے رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انکار کرتے رہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مانتے رہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کرتے رہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مانتے رہے کیونکہ اپنے زمانے کے پیغمبر کو ماننا سب سے مشکل

کام ہوتا تھا۔

اور دوسری طرف پیغمبر کو ماننا یا نہ ماننا کوئی اختیاری قسم کا فعل نہیں ہے کہ آپ چاہیں تو مان لیں نہ چاہیں تو انکار کر دیں۔ بلکہ جب کسی قوم میں کوئی پیغمبر تشریف لاتا تھا۔ تو اس پیغمبر کی ذات ہی ایمان اور کفر کی کسوٹی بن جاتی تھی کہ پیغمبر کو مانا تو مومن، نہ مانا تو کافر۔ ایک بندہ قائم الیل اور صائم النہار بن جائے لاکھوں روپیہ راہِ خدا میں خرچ کر دے۔ لیکن جب تک اپنے پیغمبر کو نہیں مانے گا کافر ہوگا اور اس کے تمام عبادتیں اور ریاضتیں اس کے منہ پر ماری جائیں گی۔

گویا ایک طرف تو اپنے ہم عصر پیغمبر کو ماننا اتنا مشکل اور دوسری طرف اسے نہ ماننے کی سزا اتنی کڑی۔

تو اللہ تعالیٰ نے حضور رحمۃ للعالمین کو مبعوث فرما کر انسانیت کو اس سخت اور بہت بڑے امتحان سے بچا لیا۔ کہ اب تم اپنے زمانے کے نئے پیغمبر کو ماننے کے امتحان سے بچ گئے ہو اب قیامت تک انہیں کی رسالت کا جھنڈا چار دانگِ عالم میں لہراتا رہے گا۔ اس بات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ختم نبوت بنی نوعِ انسان کے لئے ایک بہت بڑی رحمت ہے نہ کہ انقطاعِ رحمت۔

بنی اسرائیل میں انبیاء علیہم السلام آتے رہے تو امت محمدیہ ﷺ میں نبوت کیوں نہیں؟

یہ سوال بھی بڑے زور و شور سے کیا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر آتے رہے تو اس امت میں کوئی پیغمبر کیوں نہ آیا۔ کیا بنی اسرائیل اس امت سے افضل ہو گئے اور بنی اسرائیل کے ایک پیغمبر کے کئی کئی امتی نبی ہوئے تو حضور ﷺ کا امتی نبی کیوں نہیں ہو سکتا؟

گذارش یہ ہے کہ یہ سب باتیں اس لیے نہیں کہی جاتیں کہ ان کی بنیاد پر آنجہانی مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت کیا ہے مگر مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کو حق ثابت کرنے

کے لئے یہ سب پاپڑ بیلے جاتے ہیں۔ اس امت میں کسی نبی کا نہ آنا صرف اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ایک جامع، عالمگیر اور محفوظ دین دے کر اس کائنات میں مبعوث فرمایا اور اعلان فرما دیا کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ امت بنی اسرائیل سے کم درجہ والی ہو گئی۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنی حکمتوں کے تحت نبوت کا خاتمہ نہ کرتا تو حضور ﷺ کے امتی بھی نبی بن جاتے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ حدیث پاک گزر چکی ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہوتے سوال یہ ہے کہ آپ کو یہ خبر کس نے دی کہ بنی اسرائیل میں نبی آئے ظاہر ہے قرآن مجید نے دی۔ ورنہ تمہارے پاس ان باتوں کو جاننے کا کونسا ذریعہ ہے۔ تو جس قرآن نے تمہیں یہ خبر دی کہ بنی اسرائیل میں انبیاء آتے رہے اسی قرآن مجید نے یہ خبر بھی دی کہ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ کہ امت محمد یہ بہترین امت ہے۔ اور آگے افضلیت کا سبب یہ بتایا کہ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کہ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔ یعنی یہ پوری امت ہی کارِ نبوت کی امین ہے۔ تو افضلیت کا بہتر معیار وہ ہے جو تم نے بنایا یا وہ جو اللہ نے بنایا؟ تو اپنی عقلِ کوتاہ کی پرستش نہ کرو اللہ کی بندگی کرو۔ اس امت کی بہتری کا ذریعہ یہ نہیں ہے کہ یہ دعویٔ نبوت کرتی رہے بلکہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی مکمل غلامی کریں۔ اگر اس ڈگر پر چلا جائے تو سوالات کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جائے گا کوئی کہے گا کہ بنی اسرائیل کے سرداروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جا کر اللہ تعالیٰ کی آواز سنی تھی۔ اس امت میں اس سے بڑھ کر کوئی نمونہ ہونا چاہیے۔ بنی اسرائیل پر من وسلویٰ اترا تو انہوں نے خندق کھودتے ہوئے اپنے پیٹ پر پتھر کیوں باندھے؟ ان پر من وسلویٰ کیوں نہ اترا؟ ان کے سروں پر بادلوں نے سایہ کیوں نہ کیا؟ وغیرھم

ایک میرے آشیاں کے چار تنکوں کے لئے
برق کی زد میں گلستان کا گلستان رکھ دیا

اس ڈگر پر چلتے ہوئے تو نہ جانے اس امت میں کیا کچھ ثابت کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ تو افضلیت کا معیار یہ نہیں کہ ہر اس چیز کو ثابت کرنے کی کوشش کی جائے جو بنی اسرائیل میں پائی جاتی تھی کیونکہ افضل میں، مفضول میں پائی جانے والی ہر جزئی کا پایا جانا ضروری ہے نہ ممکن ۔ بلکہ افضلیت مجموعی ہیئت کو دیکھ کر ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے اس امت کی افضلیت کا معیار یہ ہے کہ اسے اللہ نے افضلیت دی۔ اسے حضور ﷺ کے امتی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اور یہ امت کارِ نبوت کی امین ہے۔ زمین پر اللہ کی گواہ ہے وغیرھم۔ تو اس امت میں نبی نہ آنے میں حضور ﷺ کے کمال کی طرف اشارہ ہے نہ کہ امت کے نقص کی طرف۔

اسی طرح یہ کہنا کہ بنی اسرائیل کے انبیاء کے امتی نبی بنتے رہے تو حضور ﷺ کا کوئی امتی نبی کیوں نہیں بن سکتا۔ کیا حضور ﷺ کا مرتبہ بنی اسرائیل کے رسولوں سے کم ہے کہ ان کے امتی نبی بن گئے جبکہ آپ کا کوئی امتی نبی نہیں بن سکتا؟

اس کے متعلق بھی میرا پہلا سوال یہ ہے کہ آپ کو یہ کیسے پتہ چلا کہ بنی اسرائیل سے نبی آتے رہے۔ ظاہر ہے قرآن وسنت سے ہی پتہ چلا۔ تو قرآن وسنت ہی ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ حضور ﷺ تمام انبیاء سے افضل اور سب کے امام ہے اور عہد میثاق میں ہر نبی سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ اگر اس کے زمانہ میں حضور ﷺ تشریف لے جائیں تو اسے آپ پر ایمان لانا ہوگا اور آپ کے دین کی مدد کرنی ہوگی تو حضور ﷺ نہ صرف رسول ہیں بلکہ رسولوں کے بھی رسول اور امام الانبیاء ہیں۔

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سر، عیاں ہوں معنی اول اخر

کہ دست بستہ ہیں پیچھے جو، سلطنت آگے کر گئے تھے

(امام احمد رضا)

تو بنی اسرائیل کے وہ جلیل القدر پیغمبر جن کے کئی امتی نبی ہو گئے وہ تو حضور ﷺ کو اپنا امام اور مقتدیٰ ماننے پر نازاں ہیں تو یہ فلسفہ آپ نے کہاں سے اخذ کر لیا کہ مرزا

صاحب نبی ہوں تو حضور ﷺ کی افضلیت ثابت ہوتی ہے ورنہ نہیں ہوتی ۔ یہ حضور ﷺ کی محبت کا تقاضا ہے یا مرزا صاحب کی صداقت کو ثابت کے لئے حضور ﷺ کی محبت کا لبادہ۔

اور پھر بنی اسرائیل میں کم وبیش ستر ہزار انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے۔تو اگر افضلیت کا معیار وہی ہو جو آپ نے بنایا تو پھر امام انبیاء ﷺ کی امت میں کم از کم ایک لاکھ چالیس ہزار انبیاء تو آنے چاہئیں تھے۔ یہ کیا ہوا کہ صرف ایک ہی نبی آیا اور سلسلۂ رسالت بند ہو گیا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر عامل تو ستر ہزار نبی ہوں اور امام الانبیاء ﷺ کا صرف ایک امتی مقام نبوت پر پہنچے! تو ماننا پڑے گا کہ افضلیت کا وہ معیاد جو آپ کا خود ساختہ ہے وہ غلط بالکل غلط ہے۔

اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد کرنے کو بھی ایک پیغمبر تھے حضرت ہارون علیہ السلام ۔تو حضور ﷺ کے ساتھ بھی دو رسول تو ہونے چاہییں تھے۔تو حضور ﷺ کا افضل ہونا اسی صورت میں ثابت نہیں ہوگا کہ آپ کی امت میں نبی آتے رہیں بلکہ افضل ہونے کا سبب یہ ہے کہ آپ نے دین کو مکمل کر دیا۔ اور انسانیت کو وہ جامع ، عالمگیر اور محفوظ دین دیا کہ اب کسی نبی کے آنے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی اور آپ نے کسی نبی پر ایمان لانے کے امتحان سے انسانیت کو بچایا اور تمام انبیاء سے آپ پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا اور شب معراج تمام انبیاء نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔ اور دیگر ان گنت وجوہ ہیں جن کے سبب آپ امام الانبیاء ہیں۔تو آپ کی افضلیت کا سبب ختم نبوت ہے نہ کہ اجرائے نبوت۔

مرزا صاحب کے کذب پر

چند دیگر عقلی شواہد

اگر چندہ کی حاجت ہو تو کر دعوئٰ رسالت کا

بغیر اس ڈھونگ کے چندہ مہیا ہو نہیں سکتا

جسے اسلام کی عزت پہ کٹ مرنا نہ آتا ہو

مسلمانوں کے بیڑے کا کھِوَیّا ہو نہیں سکتا

(مولانا ظفر علی خان)

ہمارے پاس بہت سے ایسے عقلی واستدلالی شواہد ہیں جو ہمیں اس بات پر مجبور کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کو نبی تو الگ رہا وہ تو ایک شریف انسان بھی نہیں تھے۔ قرآن وسنت اور اجماع امت کے منکر تو وہ تھے ہی۔ ان حقائق کے علاوہ بھی ان کی تالیفات میں بے پناہ ایسی باتیں موجود ہیں جو کسی مسلمان کے قلم سے نہیں نکل سکتیں۔ یا کوئی بھی با شعور مسلمان ان باتوں کے قائل کو زمرۂ مسلمین میں شمار نہیں کرسکتا۔ نہ ان کا طرز گفتگو شریفانہ تھا اور نہ ان کا طرز تحریر ادیبانہ۔ ان کی تحریروں میں بے پناہ ایسا بیہودہ اور لچر مواد موجود ہے کہ انہیں ایک اچھا انسان ماننا بھی کسی اچھے انسان کے لئے ممکن نہیں۔ چہ جائیکہ ان کے نبی ہونے یا نہ ہونے پر بحث کی جائے۔

ایک مرتبہ کسی قادیانی مناظر نے دوران مناظرہ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری سے سوال کیا کہ نبوت کی کم سے کم شرط کیا ہے؟ اس کا خیال یہ تھا کہ یہ کہیں گے کہ وحی یا الہام ہے۔ تو میں کہوں گا کہ یہ تو وہ بندہ ہی جانتا ہے کہ اس پر وحی آتی ہے یا نہیں۔ اس طرح میں بحث کو الجھا دوں گا۔ لیکن شاہ جی نے اسے جواب دیا کہ نبی کی کم سے کم شرط ہے کہ وہ ایک شریف آدمی ہو۔ یہ ایسا برجستہ اور ذومعنی جواب تھا کہ قادیانی مناظر لاجواب ہو گیا۔

وہ باتیں جو ان کے نبی ہونا تو کجا ایک مسلمان اور ایک اچھا انسان ہونے کی بھی نفی کرتی ہیں۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

(1) مخالفین سے طرز تخاطب

کسی کے ساتھ نظریاتی یا فکری اختلاف کا ہونا کوئی نئی بات نہیں۔ لیکن کوئی اچھا انسان بھی اپنے مخالفین کو گالیاں نہیں دیا کرتا۔ اور مومن کی تو یہ شان ہی نہیں کہ وہ کسی کو گالیاں دے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''مومن فحش گوئی کرنے والا اور لعنت کرنے والا نہیں ہوتا''۔

اگر کوئی گالی دے بھی تو کوئی شریف انسان اس کے جواب میں گالی نہیں بلکہ وہ برائی

کا بدلہ بھلائی سے دیکر اس کا دل جیتتا ہے۔ ایک داعی کے لئے پروردگار عالم کا یہ فرمان ملاحظہ ہو:

وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝۳۳ وَ لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۝۳۴ (حم السجدہ)

''اور اس سے بہتر کسی کی بات ہو گی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور کہا کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ بھلائی اور برائی برابر نہیں ہوتے۔ تم جواب میں وہ کہو جو اس سے بہتر ہو پھر تم دیکھو گے کہ تمہارا دشمن تمہارا گہرا دوست بن جائے گا''۔

گالی کا جواب گالی تو شریفوں کا وطیرہ بھی نہیں چہ جائیکہ کوئی داعی حق اس کا ارتکاب کرے اور نبی کے بارے میں تو یہ سوچنا بھی ایمان کو غارت کر دے گا۔

نبی کی شان تو یہ ہوتی ہے کہ جب دشمنوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ ان کے بہت سے پیروکار شہید ہو گئے۔ اور ان کے اپنے دندان مبارک شہید ہو گئے۔ خود کی کڑیاں روئے زیبا میں دھنس گئیں اس دردناک منظر میں بھی آپ کی زبان اقدس پر یہ جاری تھا

اللھم اھد قومی فانھم لایعلمونِ

''پروردگار! میری قوم کو ہدایت دے دے یہ میری حقیقت کو نہیں جانتے''۔

طائف کے بازاروں میں لہولہان ہو کر بھی جب خدا کا فرشتہ اہل طائف کو تباہ کرنے کی اجازت مانگ رہا ہے اس وقت بھی اللہ کے پیغمبر فرماتے ہیں:

رب اھد قومی فانھم لا یعلمونِ

''میرے رب! میری قوم کو ہدایت دے دے یہ نہیں مجھے جانتے (کہ میری حقیقت کیا ہے)''۔

جب کافروں نے حضور ﷺ کا اسم مبارک بگاڑ کر آپ کو مذمم کہنا شروع کر دیا۔ تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے شرّ سے بچالیا یہ مذمم کو برا بھلا کہتے ہیں اور میں تو محمد ہوں (او کما قال)

انبیاء کرام علیہم السلام کی پوری تاریخ سے کوئی دہریہ اور کافر بھی یہ ثابت نہیں کرتا کہ کسی پیغمبر نے اپنے کسی دشمن کو گالی دی ہو۔

اور جس نبی اعظم ﷺ کے بروز اور ظل ہونے کا دعویٰ مرزا جی کو ہے ان کی شان تو یہ ہے وہ گالیوں کے جواب میں دعائیں دیتے ہیں۔ کانٹے بچھانے والوں کے لئے اپنی کالی کملی بچھا دیتے ہیں۔ اور خون کے پیاسوں کو لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کا مژدہ سنا کر اسلام کے شیدائی بنا لیتے ہیں۔ اور جن کے قدموں میں بیٹھنے والے اس شان کے حامل ہیں کہ جب ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں کہیں جا رہے تھے کہ ایک خارجی نے آپ کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔ آپ نے چہرہ مبارک دوسری طرف پھیر لیا۔ ساتھیوں نے توجہ دلائی تو فرمایا: عرب میں علی نام کے کئی بندے ہیں یہ کسی اور کو گالیاں دیتا ہوگا۔

حضور کے غلام تو گالی کے جواب میں بھی گالی نہیں دیتے چہ جائے کہ صرف دشمنی یا اختلاف رائے کی بناء پر کسی کو گالی دی جائے لیکن کیسا ظل ہے جو اپنے اصل کے بالکل برعکس چل رہا ہے؟ یہ کیسا بروز ہے جو اپنی حقیقت کے متضاد عمل پیرا ہے؟

اور اصولی طور پر مرزا جی بھی اس کے قائل ہیں کہ کسی کو گالی نہیں دینی چاہیے اور کسی کو گالی دینا شریفوں کا کام نہیں۔

وہ بھی یہ کہتے ہیں:

''لعنت بازی صدیقوں کا کام نہیں مومن لعان (لعنت کرنے والا) نہیں ہوتا''۔(1)

''کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو''۔(2)

1۔ ازالہ اوہام، صفحہ 660 　　 2۔ کشتی نوح، صفحہ 18

''میں نے جوابی طور پر بھی کسی کو گالی نہیں دی'' (1)

''گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا طریق شرافت نہیں'' (2)

''خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول اس عاجز کو تہذیب اور اخلاق کے ساتھ بھیجا'' (3)

ان اخلاقی تعلیمات کے بعد اب قول اور فعل کا تضاد ملاحظہ ہو:

مولوی محمد حسین بٹالوی کے متعلق لکھتے ہیں:

''اگر محمد حسین بٹالوی کے والد کو معلوم ہوتا کہ اس نطفے سے ایسا ابوجہل پیدا ہوگا تو وہ اپنے آلۂ تناسل کو کاٹ دیتا اور اپنی بیوی کے پاس نہ جاتا''۔(4)

علمائے دین کے متعلق طریق گفتگو ملاحظہ ہو:

''پھر فرمایا کہ اس امت پر ایک آخری زمانہ آئے گا کہ علماء اس امت کے یہود کے مشابہ ہو جائیں گے یہاں تک کہ اگر کسی یہود نے اپنی ماں سے زنا کیا ہے تو وہ بھی کریں گے''۔(5)

''اے بدذات فرقۂ مولویاں! تم کب تک حق کو چھپاؤ گے کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑو گے۔ اے ظالم مولویو! تم پر افسوس کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو پلایا''۔(6)

''یہ مولوی جھوٹے ہیں اور کتوں کی طرح مردار کھاتے ہیں''۔(7)

''بعض خبیث طبع مولوی جو یہودیت کا خمیر اپنے اندر رکھتے ہیں یہ دل کے مجذوم اور اسلام کے دشمن۔ دنیا میں سب جانداروں سے زیادہ پلید اور کراہت کے لائق خنزیر ہیں۔ مگر خنزیر سے زیادہ پلید وہ لوگ ہیں جو اپنے نفسیاتی جوش کے لئے حق اور دیانت کی گواہی چھپاتے ہیں۔ اے مردار خور مولویو اور گندی روحوائے اندھیرے کے کیڑو!''۔(8)

1۔ مذاہب الرحمٰن، صفحہ 18
2۔ اربعین نمبر 4، ضمیمہ نمبر 5
3۔ اربعین نمبر 3، صفحہ 44، بحوالہ محاسبہ قادیانیت، صفحہ 98
4۔ ملخص الفضل، 2 نومبر، 1922ء
5۔ شہادت القرآن، صفحہ 11
6۔ انجام آتھم حاشیہ، 21
7۔ ضمیمہ انجام آتھم، صفحہ 25
8۔ نفس مصدر، صفحہ 21

''عبد الحق غزنوی بار بار لکھتا ہے کہ آتھم والی پیشینگوئی میں پادریوں کی فتح ہوئی ہم اس کے جواب میں بجز اس کے کیا لکھیں کہا اے بدذات، یہودی صفت! پادریوں کا اس میں منہ کالا ہوا اور ساتھ ہی تیرا بھی...... اے خبیث! کب تک تو جئے گا...... خاص کر رئیس الدجالین عبد الحق غزنوی اور اس کا تمام گروہ علیہم نعال لعن اللہ الف الف مرۃ۔ ان پر خدا کی لعنت کے دس لاکھ جوتے برسیں اے پلید دجال! تعصب نے تجھ کو اندھا کر دیا''۔(1)

''اے جنگل کے وحشی!...... تم نے حق کو چھپانے کے لئے یہ جھوٹ کا گوہ کھایا۔ اے بذات خبیث! دشمن اللہ اور اس کے رسول کے! تو نے یہ یہودیانہ تحریف کی۔ مگر تیرا جھوٹ اے نابکار! پکڑا گیا''۔(2)

''منشی الٰہی بخش نے جھوٹے الزاموں کی نجاست سے اپنی کتاب عصائے موسیٰ کو بھر دیا ہے کہ جیسا ایک نالی اور بدرو گندی کیچڑ سے بھر جاتی ہے یا جیسا کہ سنڈ اس پاخانہ سے''۔(3)

عام مسلمانوں کے متعلق طرز تخاطب ملاحظہ ہو

''کنجریوں کے بچوں کے بغیر جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے باقی سب میری نبوت پر ایمان لا چکے ہیں''۔(4)

''دشمن ہمارے بیانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں''۔(5)

''اب جو شخص بار بار کہے گا کہ عیسائیوں کی فتح ہوئی...... اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور وہ حلال زادہ نہیں ہے''۔(6)

1857ء کی جنگ آزادی کے مجاہدین کے متعلق لکھتے ہیں:

1۔ نفس مصدر، صفحہ 46-45
2۔ ایضاً، صفحہ 50-49
3۔ حاشیہ اربعین، صفحہ 4، صفحہ 27
4۔ آئینہ کمالات، صفحہ 547
5۔ نجم الہدیٰ، صفحہ 10
6۔ انوار الاسلام، صفحہ 30

''ان لوگوں نے چوروں، قزاقوں اور حرامیوں کی طرح اپنی محسن گورنمنٹ پر حملہ شروع کر دیا''۔(1)

مولانا سعد اللہ لدھیانوی کے متعلق اندازِ تحریر ملاحظہ ہو:

''غول، لئیم، فاسق، سیطان، ملعون، نطفۂ سفہاء، خبیث، مفسد، مزور، منحوس، کنجری کا بیٹا''۔(2)

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے متعلق طرزِ تحریر ملاحظہ ہو:

''کذاب، خبیث، مزوّر، بچھو کی طرح نیش زن، اے گولڑہ کی سرزمین تجھ پر خدا کی لعنت، تو ملعون کے سبب ملعون ہو گئی''۔(3)

''اے نادان! اوّل کسی تفسیر کو عربی فصیح میں لکھنے سے اپنی عربی دانی ثابت کر۔ پھر تیری نکتہ چینی بھی قابلِ توجہ ہو جاوے گی۔ ورنہ بغیر ثبوت عربی دانی کے میری نکتہ چینی کرنا اور کبھی سرقہ کا الزام لگانا اور کبھی صرفی نحوی غلطی کرنا یہ صرف گوہ کھانا ہے۔ اے جاہل بے حیاء اول عربی بلیغ فصیح میں کسی سورۃ کی تفسیر شائع کر۔ پھر تجھے ہر ایک کے نزدیک حق حاصل ہو گا کہ میری کتاب کی غلطیاں نکالے یا مسروقہ قرار دے''۔(4)

ذرا تحریر کی یہ ''شستگی'' بھی ملاحظہ ہو:

''سعد اللہ لدھیانوی بیوقوں کا نطفہ اور کنجری کا بیٹا ہے''۔(5)

''خداتعالیٰ نے اس کی بیوی کے رحم پر مہر لگا دی''۔(6)

''آریوں کا پرمیشر (خدا) ناف سے دس انگل نیچے ہے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں''۔(7)

''عبد الحق سے پوچھنا چاہیے کہ اس کا وہ مباہلہ کی برکت کا لڑکا کہاں گیا۔ اندر ہی اندر پیٹ میں تحلیل پا گیا۔ یا پھر رجعت قہقری کر کے نطفہ بن گیا۔ اب تک اس کی عورت کے پیٹ سے ایک چوہا بھی پیدا نہ ہوا''۔(8)

1۔ ازالہ اوہام، صفحہ 724
2۔ انجام آتھم، صفحہ 28 بحوالہ محاسبہ قادیانیت، صفحہ 98-96
3۔ نزول المسیح، صفحہ 75
4۔ نفس مصدر، صفحہ 441
5۔ تتمہ حقیقۃ الوحی، صفحہ 14
6۔ نفس مصدر، صفحہ 13
7۔ چشمہ معرفت، صفحہ 116
8۔ ضمیمہ انجام آتھم، صفحہ 27

''یہ (مولوی) جھوٹے ہیں اور کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھا رہے ہیں''۔(1)

ذرا ان عبارات پر پھر ٹھنڈے دل سے غور فرمایئے اور خود ہی فیصلہ کیجئے کہ کیا ایسی بیہودہ اور لچر گالیاں دینے والا کوئی سنجیدہ انسان بھی ہوسکتا ہے چہ جائے کہ اس کے نبی ہونے یا نہ ہونے پر بحث کی جائے۔ اپنے ضمیر سے پوچھیے اپنے دل کے مفتی سے فتویٰ لیجئے کہ ایسی زبان بولنے والے شخص کو زمرۂ انبیاء میں ثابت کرنے کی کوشش کرنا، کیا منصب نبوت کی اس سے بڑھ کر توہین ہوسکتی ہے؟ اور ان گالیوں کے باوجود مرزا صاحب کا یہ دعوی کرنا

''میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے''۔(2)

کیا حضور اکرم ﷺ کی اس سے بڑھ کر بھی دل آزاری کی جاسکتی ہے؟ العیاذ باللہ۔ نعوذ باللہ من ذالك۔

جو لوگ مرزا صاحب کو حضور ﷺ کا ظل اور بروز ثابت کرنے پے تلے رہتے ہیں وہ خود ہی سوچیں کہ وہ کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟

کیا حضور ﷺ نے زندگی بھر کسی کو ایک بھی گالی دی؟ کیا آپ نے اپنے دشمنوں کو کبھی بھی صلواتیں سنائیں؟

اگر نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو مرزا جی کو حضور ﷺ کا ظل اور بروز ثابت کرنے کی کوشش کرنا، کیا ثابت کرنے کی کوشش کرنا ہے؟

سوچیے۔ غور کیجئے، تدبیر سے کام لیں۔ کل قیامت کو اس محسن انسانیت ﷺ کو کیا منہ دکھاؤ گے؟

(2) انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ عظام رضی اللہ عنہم کی توہین

وہ شواہد جو مرزا صاحب کو نبی تو کجا ایک عام مسلمان ماننے سے بھی بڑی شدت سے انکار کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مرزا صاحب نے انبیاء کرام علیہم السلام

1۔ نفس مصدر، صفحہ 27 — 2۔ نزول المسیح حاشیہ، صفحہ 2

اور صحابہ عظام رضی اللہ عنہم کی شان میں انتہائی گستاخانہ کلمات لکھے ہیں اور اسلامی تعلیمات کے مطابق کسی بھی نبی کی توہین کرنے والا کافر اور واجب القتل ہو جاتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من سبّ الانبیاء قتل (1)

''کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو کسی نبی کی توہین کرے وہ واجب القتل ہے''۔

(اس مسئلہ میں راقم الحروف کی دوسری کتاب ''توہین رسالت کی سزا'' کا مطالعہ مفید رہے گا)

لیکن مرزا صاحب نے انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ عظام رضی اللہ عنہم کے متعلق جو گستاخانہ باتیں لکھی ہیں انہیں پڑھ کر جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور ان لوگوں کی عقل و دانش پر تعجب ہوتا ہے جو اس کے باوجود انہیں نبی ماننے پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ یہ بات لکھنے کو جی نہیں چاہتا، ہاتھ کانپتا ہے۔ لیکن مرزا جی کا مکروہ چہرہ دکھانے کے لئے بادلِ ناخواستہ چند باتیں درج کر رہا ہوں۔

صرف انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم ہی نہیں مرزا صاحب کے گستاخانہ قلم نے تو اللہ تعالیٰ اور قرآن و حدیث کو بھی معاف نہیں کیا

چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

''میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔ الوہیت میری رگوں اور پٹھوں میں سرایت کر گئی''۔(2)

سوال یہ ہے کہ کیا مرزا جی کو اللہ تعالیٰ سے قرب اور تعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ ہو گیا تھا؟ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کبھی کوئی ایسی بات فرمائی؟ تو پھر یہ امتی ہونے کا دعویدار کیا کہنا چاہتا ہے۔ کاش کوئی مرزا جی کو یہ سمجھا سکتا کہ جناب آپ نے خدا کو نہیں کسی

1۔ کنز العمال، ج 11، صفحہ 53 — 2۔ کتاب البدایہ، صفحہ 103-104

شیطان کو دیکھا ہوگا۔ جو خدا کو دیکھتے ہیں وہ نہ اس کے انبیاء کی توہین کرتے ہیں اور نہ ہی یہود ونصاریٰ کی غلامی۔

ذرا اللہ تعالیٰ کے متعلق مرزا جی کا یہ قول بھی ملاحظہ ہو:

''خدا نماز بھی پڑھتا ہے اور روزہ بھی رکھتا ہے وہ جاگتا بھی ہے اور سوتا بھی''۔(1)

کاش مرزا جی کے امتیوں میں سے کوئی ان سے پوچھتا کہ جناب کیا خدا پہلے کھاتا پیتا ہے جو روزہ رکھے؟ اہل اسلام تو اس پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ کھانے پینے سے پاک ہے۔ اگر عقائد اہل اسلام والے نہیں رکھتے تو آخر اپنے آپ کو مسلمان کہنے کا کیا مطلب؟

اور مرزا جی کا یہ کہنا کہ خدا سوتا بھی ہے کیا یہ قرآن مجید کی نص قطعی لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ''نہ اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند'' کے قطعاً خلاف نہیں ہے؟

مرزا جی نے ایک جگہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے الہام فرمایا: ''تو مجھ سے منزلہ میرے فرزند کے ہے (انت منی بمنزلة ولدی)(2)

ذرا مرزا صاحب کی یہ ''تحقیق'' بھی ملاحظہ ہو:

''خدا سے کبھی کبھی خطا ہو جاتی ہے۔ اخطی واصیب (3)

مرزا صاحب کبھی کبھی خود خدا بن جاتے ہیں لکھتے ہیں:

رایتنی فی المنام عین اللّٰہ و تیقنت اننی ھو (4)

''میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور میں نے یقین کر لیا کہ میں وہی ہوں''۔

تعجب ہے جس نبی کے امتی ہونے کا دعویٰ مرزا صاحب کو ہے وہ اپنے آپ کو جس نبی کا ظل اور بروز کہتے ہیں وہ تو قاب قوسین کی عظمتوں پر بھی فائز ہوں تو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا عبد کہلانے کی ہی تمنا کریں اور اللہ تعالیٰ بھی فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی ﴿۱۰﴾ فرما کر

1۔ البشریٰ، جلد 2، صفحہ 79 2۔ حقیقۃ الوحی، صفحہ 86 3۔ ایضاً، صفحہ 103

4۔ آئینہ کمالات اسلام، صفحہ 564۔ مندرجہ روحانی خزائن، جلد 5، صفحہ 564

ان کی عبدیت کا ہی اظہار کرے۔ تو مرزا صاحب کسی بھی حالت میں اپنے آپ کو خدا کیسے سمجھ لیتے ہیں۔ خدارا! مجھے بتایئے کہ اگر یہ گمراہی نہیں ہے تو گمراہی کس بلا کا نام ہے؟ اور گمراہی کا اطلاق آخر کس چیز پر کیا جائے گا؟

شانِ مصطفیٰ ﷺ میں مرزا جی کی گستاخیاں

ویسے تو مرزا جی کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ حضور ﷺ کے ظل اور بروز ہیں اور انہیں کی اطاعت کے سبب مرزا جی کو مقام نبوت ملا ہے جیسا کہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہے جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں''۔(1)

لیکن جب ہم مرزا صاحب کی ان توہین سے بھری عبارتوں کو پڑھتے ہیں جو انہوں نے نبی کریم ﷺ کے متعلق لکھی ہیں تو ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ مرزا جی اپنے جیسا پوری کائنات میں کسی کو نہیں سمجھتے اور حضور ﷺ سے عقیدت کے یہ دعوے صرف بھولے بھالے مسلمانوں کو چکر دینے کے لئے ہیں۔ اور حضور ﷺ سے تعلق کے دعوے صرف اپنی ذات کے دفاع کے لیے ہیں۔ اگر یقین نہ آئے تو چند مقامات ملاحظہ ہوں۔

''آنحضرت ﷺ عیسائیوں کے ہاتھ کا پنیر کھا لیتے تھے حالانکہ مشہور تھا کہ سور کی چربی اس میں پڑتی ہے''۔(2)

ذرا دل تھام کے نبی کریم ﷺ کے ساتھ یہ شرمناک تقابل بھی ملاحظہ ہو:

''اس کے (یعنی نبی کریم ﷺ) کے لیے چاند گرہن کا نشان ظاہر ہوا۔ اور میرے

1۔ تریاق القلوب، صفحہ 12

2۔ مکتوب مرزا غلام احمد قادیانی، مندرجہ اخبار الفضل قادیان، 22 فروری 1924ء بحوالہ قادیانیوں کے عقائد عزائم، صفحہ 41

لیے چاند اور سورج دونوں کا۔ اب کیا تو انکار کرے گا''۔(1)

شعر جس کا ترجمہ اس نے خود کیا ہے یہ ہے:

له خسف القمر المنیر وان لی

خسفا القمران المشرقان اتنکر

خود ہی فیصلہ فرمائیے کہ جس کے دل میں حضور ﷺ کی محبت کی ایک رتی بھی ہو وہ ایسا شرمناک تقابل کرسکتا ہے؟ نعوذ باللہ من هذه الخرافات۔

مرزا صاحب کا اس سے بھی ایک اگلا قدم ملاحظہ ہو وہ حضور اکرم ﷺ کے متعلق لکھتا ہے:

''مثلاً کوئی شریر النفس ان تین ہزار معجزات کا کبھی ذکر نہ کرے جو ہمارے نبی ﷺ سے ظہور میں آئے اور حدیبیہ کی پیش گوئی کو بار بار ذکر کرے کہ وہ وقت اندازہ کردہ پر پوری نہیں ہوئی''۔(2)

پھر اپنے بارے میں لکھتا ہے:

''ان چند سطروں میں جو پیش گوئیاں ہیں وہ اس قدر نشانوں پر مشتمل ہیں جو دس لاکھ سے زائد ہوں گے اور نشان بھی ایسے کھلے کھلے ہیں جو اوّل درجہ پر خارق عادت ہیں۔ سو ہم اوّل صفائی بیان کے لئے ان پیشگوئیوں کی اقسام بیان کرتے ہیں بعد اس کے یہ ثبوت دیں گے کہ یہ پیش گوئیاں پوری ہوگئی ہیں۔ اور درحقیقت یہ خارق عادت نشان ہیں۔ اگر بہت ہی سخت گیری اور زیادہ سے زیادہ احتیاط سے بھی ان کا شمار کیا جائے تب بھی یہ نشان جو ظاہر ہوئے دس لاکھ سے زیادہ ہوں گے''۔(3)

سمجھے آپ! مرزا صاحب کیا کہنا چاہتے ہیں یہی نا کہ حضور ﷺ کے معجزات تین ہزار ہیں اور میرے دس لاکھ سے زیادہ۔ خدارا مجھے بتائیے اگر یہ کفر نہیں ہے تو ایمان کی کون سی قسم ہے؟

1۔ اعجاز احمدی، صفحہ 71

2۔ تحفہ گولڑویہ، صفحہ 67 مندرجہ روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 153

3۔ براہین احمد، جلد 5، صفحہ 56

حضور سید عالم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: اے ابوبکر! رضی اللہ عنہ میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

لیکن مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ میں خود محمد ﷺ ہوں یعنی ان مقامات کو جنہیں سمجھنا بھی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ممکن نہ تھا میں نے نہ صرف انہیں سمجھا ہے بلکہ ان تمام مقامات کو حاصل بھی کرلیا ہے اور میں خود مصطفیٰ بن گیا ہوں۔

ایک جگہ لکھتا ہے:

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد (1)

''میں ہی مسیح زماں ہوں اور میں ہی کلیم اللہ ہوں میں ہی محمد مصطفیٰ ہوں اور میں ہی احمد مجتبیٰ ہوں''۔

اسی پر اکتفاء نہیں۔ ایک مقام پر اس سے بھی زیادہ وضاحت کرتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ کے الہام میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ سے مراد میں ہی ہوں اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خدا نے مجھے کہا ہے''۔(2)

وہ اس پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ بہت سے مواقع پر اپنے آپ کو حضور ﷺ سے افضل بھی کہتے ہیں۔ ان کا خیال یہ تھا کہ حضور ﷺ اور میرے درمیان وہی نسبت ہے جو پہلی رات کے چاند اور چودھویں کے چاند میں ہوتی ہے۔ وہ حضور ﷺ کے زمانے کو پہلی رات کا چاند اور اپنے زمانے کو چودھویں کے چاند سے تشبیہ دیتے ہوئے لکھتا ہے:

''اور اسلام ہلال کی طرح شروع ہوا تھا اور مقدر تھا کہ آخر زمانہ میں بدر ہو جائے خدا

1۔ تریاق القلوب، صفحہ 5

2۔ اخبار الفضل قادیان، جلد 2، صفحہ 10، مورخہ 15 جولائی 1915ء بحوالہ محاسبہ قادیانیت، صفحہ 105، ایک غلطی کا ازالہ، صفحہ 4

تعالیٰ کے حکم سے۔ پس خدا تعالیٰ کی حکمت نے چاہا کہ اسلام اس صدر میں بدر کی شکل اختیار کرے جو شمار کے رو سے بدر کی طرح مشابہ ہو"۔(1)

یعنی جس زمانہ میں یہود و نصاریٰ رسوا ہوئے اسلام کا بول بالا ہوا اور مشرکین کو جزیرۂ عرب میں پناہ نہ ملی وہ تو پہلی رات کے چاند کی طرح ہے اور جس دور میں مرزا جی درخواستیں لکھ لکھ کر انگریز سے بھیک مانگ رہے تھے اور اپنی پناہ گاہ یہود و نصاریٰ کی گورنمنٹ کو قرار دے رہے تھے وہ زمانہ اسلام کے لئے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے۔ خود ہی فیصلہ فرمائیے یہ کہ کسی نبی کا تجزیہ ہے یا کسی پاگل کی بڑ؟

مرزا صاحب کی انہیں تعلیمات اور دعاوی کے سبب قادیانی حضرات کا اس تناظر میں جو مخصوص ذہن بن گیا ہے۔ اور وہ حضور اکرم ﷺ اور مرزا صاحب کا تقابل جس مخصوص فکر کے تحت کرتے ہیں اس کا اندازہ اس ایک مثال سے لگائیے:

مرزا صاحب کے ایک خاص عقیدت مند قاضی محمد ظہور الدین اکمل نے ایک مرتبہ مرزا صاحب کی شان میں قصیدہ لکھا اور ان کے سامنے پڑھا جس میں آخری شعر قابلِ توجہ ہیں:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

مرزا صاحب نے اپنے اس نیاز مند کی بڑی تعریف و ستائش کی۔ شاباش دی اور اس کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ قصیدہ اپنے پاس رکھ لیا۔ بعد میں یہ قصیدہ اخبار بدر میں چھاپ دیا گیا۔(2)

1۔ خطبہ الہامیہ، صفحہ 184۔ مندرجہ روحانی خزائن، جلد 16، صفحہ 275

2۔ اخبار بدر، نمبر 43، جلد 2، صفحہ 14۔ مورخہ 25 اکتوبر 1906ء، بحوالہ محاسبہ قادیانیت، صفحہ 106

دوسرے مصرع پر جتنا غور کیا جائے گا قادیانی حضرات کی مخصوص ذہنیت کھلتی جائے گی۔ چونکہ مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ وہ حضور ﷺ کا ظل اور بروز ہیں یعنی ان کا وجود دراصل نبی کریم ﷺ کا ہی وجود ہے اور پھر یہ مصرع پڑھیے: ''اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں'' یعنی رسول کریم ﷺ کے وجود اقدس میں وہ شانیں نہیں تھیں جو مرزا جی کے وجود میں ہیں۔ نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات۔

مرزا جی اور دیگر انبیاء علیہم السلام

ظاہر ہے جب مرزا جی اپنے آپکو حضور اکرم ﷺ سے بھی بڑھ کر پیش کرتے ہیں جیسا کہ سطور بالا سے واضح ہے تو پھر وہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو کیا اہمیت دیتے ہوں گے۔ اس پس منظر میں مرزا جی کے خیالات ملاحظہ ہوں۔

ایک مقام پر مرزا صاحب دیگر انبیاء علیہم السلام سے اپنا تقابل یوں کرتے ہیں:

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفاں نہ کمترم زکسے
آدم نیز احمد مختار
در برم جامہ ہمہ ابرار
آنچہ داد امت را جام
داد آں جام را مرا بتمام
زندہ شد ہر نبی بآمدنم
ہر رسول نہاں بہ پیرہنم (1)

''اگر چہ دنیا میں بہت سے نبی ہوئے ہیں۔ میں عرفان میں ان نبیوں میں سے کسی سے کم نہیں ہوں۔

میں آدم ہوں اور میں ہی احمد مختار ہوں میں تمام نیکوں کے لباس میں ہوں

1۔ نزول المسیح، صفحہ 477

خدا نے جو جام ہر نبی کو دیتے ہیں۔ ان تمام جاموں کا مجموعہ مجھے دیا ہے
میری آمد کے سبب ہر نبی زندہ ہو گیا۔ ہر رسول میری قمیص میں چھپا ہوا ہے"۔
"آسمان سے کئی تخت اترے۔ پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا"۔(1)

"اس جگہ اکثر گزشتہ نبیوں کی نسبت بہت زیادہ معجزات اور پیشگوئیاں موجود ہیں۔ بلکہ بعض گزشتہ انبیاء کے معجزات اور پیشگوئیوں کو ان معجزات اور پیش گوئیوں سے کچھ نسبت ہی نہیں اور نیز ان کی پیش گوئیاں اور معجزات اس وقت محض بطور قصوں اور کہانیوں کے ہیں۔ مگر یہ معجزات اور پیشگوئیاں ہزار ہا لوگوں کے لئے واقعات چشم دید ہیں اور اس مرتبہ اور شان کے ہیں کہ اس سے بڑھ کر متصور نہیں ...... درحقیقت اکثر گزشتہ نبیوں کے معجزات کی نسبت یہ معجزات اور پیش گوئیاں ہر ایک پہلو سے بہت قوی اور زیادہ ہیں"

یہاں تو نبیوں سے پہلے "اکثر" کا لفظ لکھ کر بات کو الجھاتے جا رہے ہیں لیکن چند ہی سطور کے بعد یہ "اکثر" کا تکلف ختم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اور پھر اگر آپ لوگوں کے لئے ممکن ہو تو باستثناء ہمارے نبی ﷺ کے دنیا میں کسی نبی یا ولی کے معجزات کو ان کے مقابل پیش کرو لیکن نہ قصوں کے رنگ میں بلکہ رؤیت کے گواہ پیش کرو۔ کیونکہ قصے تو ہندوؤں کے پاس بھی کچھ کم نہیں۔ قصوں کو پیش کرنا تو ایسا ہے جیسا کہ ایک گوبر کا انبار مشک اور عنبر کے مقابل پر"۔(2)

یعنی گزشتہ انبیاء کے مقابل میں مرزا جی کے معجزات تو مشک و عنبر ہیں اور ان کے معجزات...... **استغفر اللہ**

اور اس کے ساتھ ہی مرزا جی کی یہ عبارت بھی پڑھتے جایئے:

"دنیا میں کوئی نبی نہیں گزرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا۔ سو جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا نے فرمایا ہے کہ میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحٰق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں عیسیٰ ابن مریم ہوں، میں محمد ہوں

1۔ حقیقت الوحی، صفحہ 99　　2۔ نزول المسیح، صفحہ 462-460

یعنی بروزی طور پر''۔(1)

یہ بات سمجھنے سے ہماری عقل قاصر ہے کہ جب (بقول ان کے) یہ سب نبیوں کو زندہ کرتے والے ہیں تو پھران کے معجزات سب نبیوں کی صداقت کا نشان کیوں نہیں؟ وہ ان کے معجزات کو قصے کہانیاں کیوں کہہ رہے ہیں اور اپنے معجزات کو مشک وعنبر اور ان کے معجزات کو گوبر کا ڈھیر کیوں کہہ رہے ہیں۔ سچ ہے جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔

یہ گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق مرزا جی کے نظریات کی ایک مجموعی جھلک تھی اب چند انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق ان کے نظریات ملاحظہ ہوں۔ لیکن اس سے پہلے انہیں کا یہ فتویٰ بھی پڑھ لیجئے:

''اسلام میں کسی نبی کی تحقیر کفر ہے اور سب پر ایمان لانا فرض ہے...... کسی نبی کی اشارہ سے بھی تحقیر سخت معصیت ہے اور موجب نزول غضب الٰہی''۔(2)

حضرت نوح علیہ السلام توہین

مرزا صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''خدا تعالیٰ میرے لیے اس کثرت سے نشان دکھا رہا ہے کہ اگر نوح کے زمانے میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ غرق نہ ہوتے''۔(3)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''خدا نے میرے لیے وہ نشان دکھائے کہ اگر وہ ان امتوں کے وقت دکھائے جاتے جو پانی اور آگ اور ہوا سے ہلاک ہوگئیں تو ہلاک نہ ہوتیں''۔(4)

حضرت یوسف علیہ السلام کی توہین

حضرت یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر ہیں جن کی داستان حیات کو

1۔ تتمہ حقیقت الوحی، صفحہ 85

2۔ چشمہ معرفت، صفحہ 390 مندرجہ روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 390

3۔ حقیقت الوحی، صفحہ 137 4۔ دعوت حق، صفحہ 7

قرآن کریم احسن القصص سے تعبیر کرتا ہے اور جن کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا: کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم۔

اب ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر آپ کے متعلق مرزا جی کا یہ تقابلی بیان پڑھیئے:

''اور یوسف بن یعقوب کے لئے صرف ایک انسان نے گواہی دی مگر میرے لیے خدا نے پسند کیا کہ خود گواہی دے۔ اور یوسف بن یعقوب پر تہمت لگانے کے لئے ایک عورت نے پیش دستی کی مگر میرے پر وہ لوگ تہمتیں لگاتے ہیں جو عورتوں سے بھی کمتر ہیں اور اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ کے مصداق ہیں۔ پھر اس پیش گوئی کے آخری حصہ کی یہ عبارت ہے: رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ۔ یعنی ''اے میرے رب مجھے تو قید بہتر ہے ان باتوں سے کہ یہ عورتیں مجھ پر خواہش کرتی ہیں''۔ خلاصہ مطلب یہ کہ اگر کوئی عورت ایسی خواہش کرے۔ تو میں اپنے نفس کے لئے اس امر سے قید ہونا زیادہ پسند کرتا ہوں یہ یوسف بن یعقوب علیہما السلام کی دعاء تھی۔ جس دعاء کی وجہ سے وہ قید ہو گئے اور میرا بھی یہی کلمہ جس کو خدا تعالیٰ نے آج سے پچیس برس پہلے براہین احمدیہ میں لکھ دیا۔ صرف یہ فرق ہے کہ یوسف بن یعقوب اپنی دعاء کی وجہ سے قید ہو مگر خدا نے براہین احمدیہ کے صفحہ 105 پر میری نسبت یہ فرمایا: يعصمك الله من عنده و ان لم يعصمك الناس۔ یعنی خدا تعالیٰ تجھے خود بچا لے گا اگرچہ لوگ تیرے پھنسانے پر آمادہ ہوں۔ سو ایسا ہی ہوا کہ مسمی کرمدین کے فوجداری مقدمہ میں ایک ہندو مجسٹریٹ کا ارادہ تھا کہ مجھے قید کی سزا دے۔ مگر خدا تعالیٰ نے کسی غیبی سامان سے اس کے دل کو اس کے ارادہ سے روک دیا۔ اور یہ بھی ظاہر کیا کہ وہ آخر کار سزا دینے کے ارادہ سے قطعاً ناکام رہے گا۔ پس اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ یہ عاجز قید کی دعاء کر کے بھی قید سے بچا لیا گیا مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا۔ اور اس امت کے یوسف کی بریت کے لئے پچیس برس پہلے ہی خدا نے آپ گواہی دی اور بھی نشان دکھلائے مگر یوسف بن یعقوب اپنی بریت کے لئے انسانی گواہی کا محتاج ہوا''۔(1)

1۔ براہین احمدیہ، جلد 5، صفحہ 76

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ جنہیں قرآن مجید ''وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ'' (آل عمران:49) دنیا اور آخری کی عزتیں پانے والے، کے الفاظ سے بیان کرتا ہے۔ اور انہیں کلمۃ اللہ اور روح اللہ کے خطاب دیتا ہے۔ قرآن کریم، جن کے معجزات کا بھی تفصیل سے ذکر کرتا ہے کہ وہ مٹی کے بے جان پرندوں میں باذن الٰہی جان ڈال دیا کرتے تھے، مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ برص کے لاعلاج مریض ان سے شفاء پاتے تھے اور وہ مادرزاد اندھوں کو بینا کر دیا کرتے تھے وہ لوگوں کو یہ بھی بتا دیا کرتے تھے کہ تم کیا کھا کے آئے ہو اور گھروں میں کیا ذخیرہ کر کے آئے ہو۔ تفصیل سورۂ آل عمران میں ملاحظہ ہو۔

اس عالی مرتبت پیغمبر کے حق میں مرزا جی کا تبصرہ ملاحظہ ہو:

''اور مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مسیح ابن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز نہ دکھلا سکتا اور خدا کا فضل اپنے سے زیادہ مجھ پر پاتا''۔(1)

قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش کو بڑی تفصیل سے بیان فرمایا گیا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا اظہار بھی مقصود ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمتوں کا بیان بھی۔ اس پس منظر میں سورۂ مریم کی تلاوت سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

لیکن اس بارے میں مرزا صاحب کا عقیدہ ملاحظہ ہو:

''ایسا ہی عیسیٰ بن مریم مریم کے خون سے اور مریم کی منی سے پیدا ہوا اور پھر خدا نے کہا کہ ہو جا سو ہو گیا۔ پس اتنی سی بات میں کونسی خدائی اور کونسی خصوصیت اس میں پیدا ہو گئی۔ موسم برسات میں ہزار ہا کیڑے مکوڑے بغیر ماں اور باپ کے خود بخود زمین سے پیدا ہو جاتے ہیں''۔(2)

1۔ کشتی نوح، صفحہ 81 　　 2۔ براہین احمدیہ، جلد 5، صفحہ 40-39

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق مرزا جی کے چند اور نظریات ملاحظہ ہوں:

''آپ نے معجزہ مانگنے والوں کو ننگی گالیاں دیں اور ان کو حرام کار اور حرام کی اولاد ٹھہرایا۔ اسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا''۔(1)

''اسی زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ خیال ہوسکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے...... اور آپ کے ہاتھ میں سوا مکر اور فریب کے اور کچھ نہ تھا''۔(2)

''اب یہ بات یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم باذن حکم الٰہی اس میں عمل الترب (مسمریزم) میں کمال رکھتے تھے''۔(3)

''سو کچھ تعجب کی بات نہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور پر ایسے طریق پر اطلاع دی ہو۔ جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے''۔(4)

''آپ (عیسیٰ علیہ السلام) کا شجرہ نسب انتہائی گندا تھا۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں......''۔(5)

''ہاں آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ ادنیٰ ادنیٰ بات پر غصہ آجاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے نہیں روک سکتے تھے...... آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی''۔(6)

''اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل اور توفیق

1۔ ضمیمہ انجام آتھم، صفحہ 16، حاشیہ۔ مندرجہ روحانی خزائن، جلد 11، صفحہ حاشیہ 390

2۔ ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ، صفحہ 7۔ ازالہ اوہام، صفحہ 322 مندرجہ ذیل روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 263

3۔ ازالہ اوہام، صفحہ حاشیہ 38۔ روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ حاشیہ 257

4۔ نفس مصدر، صفحہ 303 حاشیہ نفس مصدر، جلد 3، صفحہ حاشیہ 254

5۔ ضمیمہ انجام آتھم، صفحہ حاشیہ 7 مندرجہ روحانی خزائن [illegible]

6۔ نفس مصدر، صفحہ 5

سے قوی امید رکھتا تھا کہ ان عجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ تھا''۔(1)

''ایک دفعہ مرزا صاحب کو افیون کے استعمال کا مشورہ دیا گیا تو فوراً بولے کہ یہ پھر لوگ کہیں گے کہ پہلا مسیح شرابی تھا اور دوسرا افیون خور''۔(2)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ جنہیں قرآن مجید ''صدیقہ'' قرار دیتا ہے۔(3) ان کے متعلق مرزا جی کے نظریات ملاحظہ ہوں:

''اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگانِ قوم کے نہایت اصرار پر بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم تورات عین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا اور تعدد ازدواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی یعنی باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی کے ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں۔ جو پیش آ گئیں۔ اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے۔ نہ قابل اعتراض''

(4) نعوذباللہ ھذہ الخرافات

اسی تناظر میں مرزا جی کی ایک اور عبارت بھی ملاحظہ ہو۔ مرزا جی یہ ثابت کرتے ہوئے کہ تمام افغان بھی بنی اسرائیل سے ہیں۔ اس پر کچھ قرائن ذکر کرتے ہیں۔ ان میں سے پانچواں قرینہ یوں ذکر کرتے ہیں:

''پانچواں قرینہ ان کے وہ رسوم ہیں جو یہودیوں سے بہت ملتے ہیں۔ مثلاً ان کے بعض قبائل ناطہ اور نکاح میں کچھ چنداں فرق نہیں سمجھتے۔ اور عورتیں اپنے منسوب سے بلا تکلف ملتی ہیں اور باتیں کرتی ہیں۔ حضرت مریم صدیقہ کا اپنے منسوب یوسف کے ساتھ قبل نکاح کے پھرنا اس اسرائیلی رسم پر پختہ شہادت ہے مگر خواتین سرحدی کے بعض قبائل

1۔ ازالہ اوہام، صفحہ حاشیہ 309۔ مندرجہ ذیل روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 258

2۔ نسیم دعوت، صفحہ 69، بحوالہ عدالتی فیصلے، صفحہ 158-157

3۔ المائدہ:75 4۔ کشتی نوح، صفحہ 27

میں یہ مماثلت عورتوں کی اپنے منسوبوں سے حد سے زیادہ ہوتی ہے حتی کہ بعض اوقات نکاح سے پہلے حمل بھی ہو جاتا ہے جس کو برا نہیں مانتے بلکہ ہنسی ٹھٹھے میں بات کو ٹال دیتے ہیں کیونکہ یہود کی طرح یہ لوگ ناطہ کو ایک قسم کا نکاح ہی جانتے ہیں جس میں پہلے مہر بھی مقرر ہو جاتا ہے''۔(1)

حضرت مریم کے متعلق مرزا جی کی دونوں عبارتیں پڑھنے سے جو مفہوم ہویدا ہو رہا ہے قلم اسے لکھنے سے قاصر اور زبان اس کے بیان کرنے سے عاجز ہیں۔

حضرت عیسی علیہ السلام کی پیدائش اور حضرت مریم کی عفت وعصمت کے متعلق مرزا جی کے خیالات پڑھنے کے بعد قرآن کریم کی ان آیات پر غور کیجئے اور خود ہی فیصلہ کیجئے کہ قرآن کریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور حضرت مریم کی عفت و پاکدامنی کو کتنے روح پرور انداز میں بیان کر رہا ہے اور پھر خود ہی فیصلہ کیجئے کہ مرزا صاحب قرآن حکیم کی نصوص قطعیہ کے منکر نہیں ہیں تو اور کیا کہا جائے گا۔

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ قَالَتْ اِنِّيْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَ لِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾ (مریم)

''اور کتاب میں مریم کو یاد کیجئے۔ جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر شرقی مکان میں چلی گئیں۔ تو انہوں نے لوگوں کی طرف سے اپنے لیے ایک پردہ بنا لیا۔

1۔ایام الصلح، صفحہ 72 (حاشیہ)

تو ہم نے ان کی طرف اپنے فرشتے کو بھیجا تو اس نے مریم کے سامنے تندرست آدمی کی صورت اختیار کی۔ مریم بولیں: میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ لیتی ہوں اگر تو متقی ہے۔ فرشتے نے کہا: میں صرف تمہارے رب کا قاصد ہوں تاکہ تمہیں پاک بیٹا دوں۔ مریم بولیں: کیونکر میرے لیے لڑکا ہوسکتا ہے حالانکہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں اور نہ میں بدکار ہوں۔ (جبریل نے) کہا: یونہی ہوگا تمہارے رب نے فرمایا ہے یہ میرے لیے آسان ہے اور تاکہ ہم اسے لوگوں کے لیے نشانی بنادیں اور اپنی طرف سے رحمت اور یہ فیصلہ کیا ہوا کام ہے''۔

ان آیات سے چند باتیں بالکل واضح ہورہی ہیں۔ پہلی یہ کہ اس حمل تک حضرت مریم کو کسی بشر نے نہیں چھوا تھا اور نہ جب حضرت مریم نے فرمایا تھا: لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِیًّا۔ ''کہ مجھے کسی بشر نے نہیں چھوا اور نہ ہی میں بدکار ہوں'' تو فرشتے نے اس کا انکار نہیں کیا، بلکہ فرمایا: كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ ۚ۔ ''ایسے ہی ہے تیرا رب فرماتا ہے کہ یہ میرے لیے آسان ہے'' یعنی مریم! بغیر کسی بشر کے چھونے کے حمل تیرے رب کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ لیکن مرزاجی کہتے ہیں کہ حضرت مریم نے یہ نکاح ہی بوجہ حمل کے کیا تھا۔ اور حضرت مریم اپنے منسوب یوسف کے ساتھ پھرا کرتی تھیں۔ اور اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے متعلق فرماتا ہے: وَ لِنَجْعَلَهٗۤ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا ۚ۔ ''کہ ہم ولادت عیسیٰ علیہ السلام کو لوگوں کے لئے نشانی اور اپنی طرف سے خاص رحمت بنانا چاہتے ہیں'' جبکہ مرزاجی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت میں کوئی خصوصیت ہی نہیں اور انہیں برسات کے خود بخود پیدا ہونے والے کیڑے مکوڑوں سے تشبیہ دیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر اس میں کوئی خصوصیت ہی نہیں تھی تو یہ لوگوں کے لیے نشانی کیسے بن گئی؟ اور اس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص کا اظہار کیسے ہوا؟

مرزاجی تو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت میں کوئی خصوصیت ہی نہیں تھی جیسا کہ براہین احمدیہ کے حوالہ سے گزر چکا لیکن آیئے دیکھئے اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ

السلام کی ولادت کو کس ایمان افروز اسلوب سے بیان فرماتا ہے:

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَاۤ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾ وَ هُزِّيْۤ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾ فَكُلِيْ وَ اشْرَبِيْ وَ قَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْۤ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿۲۶﴾ (مریم)

''پس مریم نے اس کا حمل اٹھالیا اور وہ اسے لے کر ایک دور کی جگہ چلی گئی پھر دردزہ اسے کھجور کے درخت کی طرف لے گیا۔ اس نے کہا: کاش میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور بھولی بسری چیز ہو جاتی۔ پھر مریم کو اس نے نیچے سے آواز دی کہ غمگین نہ ہو۔ تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا اور تم کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ اس سے تمہارے اوپر پکی کھجوریں گریں گی پس کھاؤ اور پیو اور (فرزند جمیل سے) آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ پھر اگر تم کوئی آدمی دیکھو تو اسے (اشارہ سے) کہہ دو کہ میں نے رحمٰن کا روزہ رکھا ہوا ہے تو آج میں کسی انسان سے نہیں بولوں گی''۔

کاش کوئی مرزا صاحب سے پوچھتا یا ان کے مر جانے کے بعد ان کا کوئی امتی ہی بتا سکتا کہ جس مولود مسعود کی ولادت کے وقت خشک چشمہ جاری ہو جائے۔ کھجور کا تنا ہرا ابھرا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا فرشتہ حضرت مریم کو تسلی دینے کے لیے موجود ہو۔ یہ پیدائش اللہ کی خاص قدرت کا نشان کیوں نہیں ہے اور یہ کہنا کہ اس میں کوئی خصوصیت نہیں برسات میں بہت سے کیڑے مکوڑے بغیر ماں باپ کے پیدا ہو جاتے ہیں اگر گمراہی اور ضلالت کی انتہا نہیں تو اسے کیا نام دیا جائے گا؟

مرزا جی کہتے ہیں کہ اس وقت یہود میں رواج تھا کہ نکاح سے پہلے عورت اپنے منسوب سے چلا پھرا کرتی تھی یہاں تک کہ بعض اوقات حمل بھی ہو جاتا تھا وہ لوگ اسے ہنسی ٹھٹھے میں ٹال دیتے تھے کیونکہ وہ اسے بھی نکاح کی ایک قسم ہی تصور کرتے تھے اور یہ سارا چکرا سے حضرت مریم پر منطبق کرنے کے لئے ہے کہ ''ایام الصلح'' کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔ اب اس پس منظر میں ولادت عیسیٰ کا اگلا منظر ملاحظہ فرمایئے اور مرزا جی کی گمراہی کا اندازہ لگایئے۔ ارشاد ہوتا ہے:

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۭ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَـيْـــًٔـا فَرِيًّا ۝۲۷ يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ۝۲۸

''پھر وہ اسے گود میں لیے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں وہ بولے: اے مریم! تو نے بڑا طوفان کر ڈالا۔ اے ہارون کی بہن! نہ تمہارا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تمہاری ماں بدکار تھی''۔ (مریم)

یہ آیات مرزا جی کے نظریات کی کس شدت کے ساتھ تردید کر رہی ہیں۔ اگر اس معاشرہ میں نکاح سے پہلے اپنے منسوب سے ملنا کوئی معیوب چیز نہ تھی یہاں تک کہ اگر حمل بھی ہو جاتا تو وہ اس ہنسی مذاق میں ٹال دیتے تو سوال یہ ہے کہ لوگوں نے حضرت مریم سے یہ کیوں کہا کہ تو نے یہ کیا طوفان کر ڈالا۔ تیرا باپ تو برا نہیں اور نہ ہی تمہاری ماں بدکار تھی۔ کیا ان کا یہ قول مرزا جی کے بطلان پر واضح دلیل نہیں؟

اور بالفرض وہ لوگ اسے برا بھی سمجھتے تھے تو سوال یہ ہے کہ کیا شریعت میں بھی یہ کام جائز تھا اگر جائز نہیں تھا اور یقیناً جائز نہیں تھا تو مرزا جی اتنے گھناؤنے جرم کا الزام حضرت مریم صدیقہ پر لگا کر اپنے منہ کی کالکوں میں اور اضافہ کیوں کر رہے ہیں؟

اور وہ لوگ پکار رہے ہیں کہ اے مریم! تمہارا باپ نیک تھا اور ماں بھی نیک تھی یہ ان کے خاندانی شرف کی گواہی سے بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عفت و عصمت پر تو یہ واضح دلیل ہے کیونکہ قرآن کریم نے ان کے اس قول کی تردید نہیں کی۔ لیکن مرزا جی ان

سارے حقائق کا انکار کرتے ہوئے لکھ رہے ہیں: ''آپ (عیسیٰ علیہ السلام) کا شجرہ نسب انتہائی گندا تھا تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں'' جیسا کہ پہلے انجام آتھم کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔

اب فیصلہ آپ خود ہی فرمائیں کہ مرزا جی مریم صدیقہ پر کیا الزامات لگا رہے ہیں اور قرآن کریم ان کی عفت وعصمت کو کیسے بیان فرما رہا ہے۔ مرزا جی کا دعویٰ ہے ''کہ خدا کی قسم! اگر مسیح ابن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو جو کام میں کرسکتا ہوں کبھی نہ کرسکتا اور خدا کا فضل اپنے سے زیادہ مجھ پر پاتا'' جیسا کہ ''کشتی نوح'' کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔

ولادت مسیح کے پس منظر میں ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت وشان کی ایک جھلک ملاحظہ ہو اور پھر مرزا جی کی بڑ کا تصور فرمائیں اور خود ہی تصور فرمائیں کہ یہ دعویٰ کسی زیرک انسان کا کلام ہے یا کسی پاگل کی جھک جھک۔

عظمت عیسیٰ علیہ السلام بیان کرتے ہوئے قرآن کریم بیان فرماتا ہے:

فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِى الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿۲۹﴾ قَالَ اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰنِىَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِىْ نَبِيًّا ﴿۳۰﴾ وَّ جَعَلَنِىْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَ اَوْصٰنِىْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿۳۱﴾ وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِىْ ۫ وَ لَمْ يَجْعَلْنِىْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿۳۲﴾ وَ السَّلٰمُ عَلَىَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَ يَوْمَ اَمُوْتُ وَ يَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿۳۳﴾ ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِىْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۳۴﴾ (مریم)

''پھر مریم نے اس کی طرف اشارہ کیا۔ لوگوں نے کہا: ہم اس سے کیسے بات کریں جو کہ گود میں بچہ ہے۔ اس (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا: میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا اور میں جہاں کہیں بھی ہوں اس نے مجھے برکت والا بنایا۔ اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی تاکید کی ہے جب تک میں زندہ رہوں اور مجھے میری ماں کا خدمت گزار بنایا ہے اور مجھے سرکش اور بدبخت نہیں بنایا

اور مجھ پر سلامتی ہے جس دن میں پیدا ہوا جس دن مروں گا اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔ یہ ہیں عیسیٰ (علیہ السلام) ابن مریم۔ سچی بات جس میں لوگ جھگڑ رہے ہیں''۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم کے متعلق قرآن کریم کا بیان بھی آپ نے پڑھ لیا اور مرزا جی کے فاسد نظریات کی ایک جھلک بھی آپ نے دیکھ لی۔ ممکن ہے قارئین کو کچھ طوالت سی محسوس ہوئی ہو لیکن میں معذرت خواہ ہوں کہ اس کے بغیر یہ گفتگو مکمل نہیں ہو سکتی تھی۔ اب اس پر غور فرمائیے فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے کہ مرزا جی کے یہ نظریات کفر نہیں ہیں تو انہیں کیا نام دیا جائے گا؟ اور ان کے کفر پر صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی توہین ہی کافی نہیں ہے؟ باقی سب باتیں تو اس کے علاوہ ہیں۔

مرزا جی اس سے آگے ایک قدم اٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''عیسائیوں نے بہت سے معجزات آپ کے لکھے ہیں مگر حق یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا''۔(1)

کیا یہ آیۂ کریمہ قرآن کریم کی نہیں ہے؟ کیا اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا تذکرہ نہیں ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے فرماتے ہیں۔ قرآن کریم اسے یوں بیان فرماتا ہے:

أَنِّيٓ أَخۡلُقُ لَكُم مِّنَ ٱلطِّينِ كَهَيۡـَٔةِ ٱلطَّيۡرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيۡرَۢا بِإِذۡنِ ٱللَّهِۖ وَأُبۡرِئُ ٱلۡأَكۡمَهَ وَٱلۡأَبۡرَصَ وَأُحۡيِ ٱلۡمَوۡتَىٰ بِإِذۡنِ ٱللَّهِۖ وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأۡكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمۡۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَأٓيَةٗ لَّكُمۡ إِن كُنتُم مُّؤۡمِنِينَ ۝٤٩ (آل عمران)

''میں تمہارے لیے مٹی کی صورت بناتا ہوں۔ پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ

1۔ ضمیمہ انجام آتھم، صفحہ 290

اللہ کے حکم سے واقعی پرندہ بن جاتی ہے اور میں اللہ کے حکم سے مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا ہوں اور میں اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں اور میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں کیا ذخیرہ کرتے ہو، بے شک اس میں تمہارے لیے نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو''۔

اتنی واضح حقیقت کے باوجود نہ جانے مرزا جی کیسے کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کوئی معجزہ نہیں دیا گیا۔

اور ذرا مرزا جی کا یہ دعویٰ بھی ملاحظہ ہو:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے (1)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

''نہایت شرم کی بات ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے۔ یہودیوں کی کتاب تالمود سے چرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے کہ گویا یہ میری تعلیم ہے''۔(2)

کیا اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی جن کو قرآن میں کلمۃ اللہ اور روح اللہ قرار دیا گیا ہے، کے متعلق مرزا جی کی یہ توہین سے لبریز عبارتیں ہونے کے باوجود اس کا کوئی جواز بنتا ہے کہ مرزا جی کو مسلمانوں کے زمرہ میں شامل رکھا جائے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توہین

مرزا جی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں:

''حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تورات میں یہ پیش گوئی تھی کہ وہ بنی اسرائیل کو ملک شام میں جہاں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں، پہنچائیں گے مگر یہ پیش گوئی پوری نہ ہوئی''۔(3)

اسے کہتے ہیں ایک جھوٹ چھپانے کے لئے سو جھوٹ بولنا اور جھوٹ کا پھر بھی جھوٹ

1۔ دافع البلاء، صفحہ 20۔ مندرجہ روحانی خزائن، جلد 18، صفحہ 240

2۔ انجام آتھم، حاشیہ صفحہ 6 3۔ حقیقت الوحی، حاشیہ صفحہ 177

ہی رہنا۔ دراصل مرزا جی ان اعتراضات کے جوابات دے رہے ہیں کہ ان کی فلاں فلاں پیش گوئی پوری نہ ہوئی۔ تو اپنے جھوٹ کو چھپانے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر الزام لگا دیا۔ کیا بنی اسرائیل شام میں نہیں گئے؟ کوئی بھی باہوش انسان اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ مرزا جی کہتے ہیں کہ ان کی اولادیں گئیں۔ تو پیش گوئی تو پھر بھی پوری ہے جب خندق کھودتے ہوئے حضور ﷺ نے یہ بشارت دی کہ مجھے فارس کی چابیاں دے دی گئیں۔ تو یہ چابیاں بھی حضور ﷺ کے وصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں دی گئیں یعنی وہ پیش گوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پوری ہوئی۔ تو کیا مرزا جی یہ کہہ سکتے ہیں کہ استغفر اللہ حضور ﷺ کی یہ پیش گوئی پوری نہ ہوئی کیونکہ چابیاں تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں ملیں۔ یہی معاملہ حضرت موسی علیہ السلام کے پس منظر میں ہے۔ تو مرزا جی نے اللہ کے کلیم پر یہ الزام کیسے دھر دیا کہ ان کی پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔

(5) قرآن وسنت مرزا جی کے نظر میں

قرآن وسنت اسلامی قانون کے بنیادی مآخذ ہیں۔ اگر کوئی بندہ کوئی بھی دعویٰ کرتا ہے یا کوئی بھی بات کہتا ہے تو اس کی صداقت یا کذب کو ماپنے کا پیمانہ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ ہی ہوں گے۔ اگر کوئی بندہ ان کو اپنا فیصل اور حکم ہی نہ مانے تو وہ جو چاہے کہہ سکتا ہے۔

مرزا جی کے نزدیک ان دونوں معیاروں کی کیا اہمیت ہے اس کا اندازہ ان چند حوالوں سے لگائیے۔ مرزا جی قرآن کریم کے متعلق لکھتے ہیں

''اس نشان کا مدعا یہ ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں''۔(1)

حق تو یہ ہے کہ بندہ اپنے خیالات، یہاں تک کہ کیفیات کے صدق وکذب کو جانچنے کا معیار قرآن کریم کو ہی قرار دے جیسا کہ علامہ اقبال نے بڑی خوبصورتی سے اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے:

1۔ حقیقت الوحی، صفحہ 84

صاحب ساز کو لازم ہے کہ غافل نہ رہے
گاہِ گاہِ غلط آہنگ بھی ہوتا ہے سروش

لیکن مرزا جی تو اپنے الہامات کو قرآن کی طرح قطعی اور یقینی مانتے ہیں تو پھر قرآن ان کے نزدیک حجت کیسے رہا۔ ایک مقام پر وہ لکھتے ہیں:

''میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر اور جس طرح قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے، خدا کا کلام یقین کرتا ہوں''۔(1)

مجھے حیرت ہوتی تھی کہ مرزا جی کس طرح خلافِ قرآن نظریات کو بڑے دھڑلے سے مان لیتے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید حضرت عیسی علیہ السلام کی پیدائش کو اللہ کی قدرت کا عجیب نشان قرار دیتا ہے جبکہ مرزا جی ان کے بے باپ پیدائش کو برسات کے، بغیر ماں باپ کے پیدا ہونے والے کیڑے مکوڑوں سے تشبیہ دیتے ہیں۔ قرآن کریم حضرت عیسی علیہ السلام کے معجزات کو بڑی تفصیل سے بیان کرتا ہے جبکہ مرزا جی بضد ہیں کہ انہیں کوئی معجزہ دیا ہی نہیں گیا۔ قرآن کریم حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی عفت و پاکدامنی کو بڑی تفصیل سے بیان کرتا ہے، تفصیل گزر چکی ہے۔ جبکہ مرزا جی اس پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا بوجہ حمل کے نکاح کیا۔ وغیرہم

میں حیران ہوتا تھا کہ اتنی واضح قرآنی آیات کا مرزا جی کس طرح انکار کرتے رہتے ہیں۔ اب مجھے یہ نکتہ سمجھ آیا کہ جب مرزا جی قرآن کریم کو حجت اور حکم مانتے ہی نہیں وہ اپنی وحی اور قرآن کریم کو برابر سمجھتے ہیں تو آخر انہیں قرآن کریم کے خلاف نظریات اپنانے میں ہچکچاہٹ محسوس ہی کیوں کرنی چاہیے!

اسلام میں قرآن کریم کے بعد احادیث مبارکہ کا درجہ ہے کہ بندہ اپنے خیالات اور

1۔ حقیقۃ الوحی، صفحہ 220

نظریات کے کذب یا صداقت کے لئے احادیث مبارکہ کو حکم اور فیصل بنائیے۔ لیکن مرزا جی کا نظریہ ملاحظہ ہو:

''تائیدی طور پر ہم وہ احادیث بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں''۔(1)

احادیث مبارکہ تو قرآن شریف کی تفسیر اور شرح ہی ہیں اس لیے کوئی بھی حدیث قرآن مجید کے مخالف تو ہو ہی نہیں سکتی۔ البتہ مرزا جی کی دوسری بات بڑی قابلِ توجہ ہے کہ ہم انہیں احادیث کو تائیدی طور پر پیش کرتے ہیں جو میری وحی کے مخالف نہیں۔ یعنی اصل حجت، حدیث نہیں، اپنی وحی ہے اور جو احادیث مرزا جی کی وحی کے خلاف ہیں وہ ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتے ہیں۔ تو خود ہی اندازہ فرمائیے کہ مرزا جی کی نگاہ میں حدیث کی کیا اہمیت رہ گئی؟

جب اپنی وحی اور قرآن کریم کو مساوی قرار دے دیا اور حدیث کے متعلق یہ معیار بنا دیا کہ وہ مرزا جی کی وحی کے مطابق ہونی چاہئیں تو پھر خود ہی فرمائیے کہ قرآن وسنت حجت رہے یا مرزا جی کے الہام نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات

مجھے تعجب اس بات پر بھی ہوتا تھا کہ مرزا جی قرآن وحدیث کی نصوص قطعیہ کا انکار کرنے میں تاویلات کا اتنا لمبا چوڑا چکر کیوں کاٹتے ہیں صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ بھئی اگر قرآن نے کہا تھا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور میں کہتا ہوں کہ میں نبی ہوں تو اس میں اچنبھے کی کیا بات۔ میری وحی بھی تو قرآن کی طرح ہے اور احادیث مبارکہ میں بیان کیے گئے نزول عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے اوپر منطبق کرنے کے لئے خواہ مخواہ استعادہ کے رنگ حاملہ بننے کا کیا فائدہ، صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ یہ احادیث میری وحی کے خلاف ہیں لہٰذا حجت نہیں ہیں۔ لیکن شاید مرزا جی یہ صاف باتیں اس لیے نہ کہہ سکے کہ وہ ڈرتے تھے کہ میرے امتی ان باتوں کو ہضم نہ کر پائیں گے۔ اس لیے بہت دور کے چکر

1۔ اعجاز احمدی، صفحہ 30

کاٹتے رہے۔ اور لوگوں کو دنیا کا سب سے بڑا دھوکا دینے کے باوجود بھی انہیں اپنے اخلاص کا قائل کیے رکھا۔

(6) مرزا جی اور توہین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

انبیاء کرام علیہم السلام کے طبقہ کے بعد اس کائنات کا سب سے معزز اور قابلِ احترام طبقہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طبقہ ہے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے شرفِ صحابیت سے مشرف فرمایا۔ اور اسی جہان میں جنہیں اپنی رضا کا مژدہ سنایا۔ جنہیں حضور ﷺ نے ہدایت کے ستارے قرار دیا جن کی محبت کو اپنی محبت اور جن کے بغض کو اپنا بغض قرار دیا۔ اور جنہیں نبی کریم ﷺ اور آپ کی دیگر امت کے درمیان دین کا واسطہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔ قرآن کریم جن کے فضائل و مناقب کو بیان کرتا ہے اور احادیث مبارکہ جن کی عظمتوں کو بیان کرتی ہیں۔

آیئے دیکھیں کہ مرزا جی ان مقدس ہستیوں کے متعلق کیا نظریات رکھتے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق ایسے نظریات رکھنے والا شخص بھی اگر زمرۂ مسلمین میں ہی شمار ہوتا رہے تو اس سے بڑا اندھیرا اور کیا ہوگا۔

دل پر ہاتھ رکھ کر مرزا جی کے نظریات کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی توہین

افضل البشر بعد الانبیاء سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق مرزا صاحب کا نظریہ ملاحظہ ہو لکھتے ہیں:

''میں وہی مہدی ہوں جس کی نسبت ابن سیرین سے پوچھا گیا کہ کیا وہ حضرت ابوبکر کے درجے پر ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکر تو کیا وہ بعض انبیاء سے بہتر ہے''۔ (1)

مرزا جی کی یہی وہ تعلیمات تھیں جنہوں نے قادیانیوں کو ایک مخصوص فکر کا حامل بنایا۔ اور وہ یہاں تک کہنے لگے کہ

1۔ تبلیغ رسالت، جلد 9، صفحہ 30۔ مجموعہ اشتہارات، جلد 3، صفحہ 278

''ابوبکر وعمر کیا تھے وہ تو حضرت غلام احمد کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے لائق بھی نہ تھے''۔(1)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی توہین

مرزا جی لکھتے ہیں:

''پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو، اب نئی خلافت لو، ایک زندہ علی تم میں موجود ہے اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی کی تلاش کرتے ہو''۔(2)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی توہین

سید شباب اہل الجنۃ سیدنا حضرت امام حسین کے متعلق مرزا جی نے جو گستاخانہ عبارات لکھی ہیں ان کو کافر ثابت کرنے کیلئے تو وہی کافی ہیں۔ چند مقامات ملاحظہ ہوں:

''ایسا ہی خدا تعالیٰ نے اور اس کے پاک رسول نے بھی مسیح کا نام نبی اور رسول رکھا ہے اور تمام خدا تعالیٰ کے نبیوں نے اس کی تعریف کی ہے اور اس کو تمام انبیاء کی صفات کاملہ کا مظہر ٹھہرایا ہے۔ اب سوچنے کے لائق ہے کہ امام حسین کو اس سے کیا نسبت ہے یہ اور بات کہ سنی یا شیعہ مجھ کو گالیاں دیں یا میرا نام کذاب، دجال، بے ایمان رکھیں لیکن جس شخص کو خدا تعالیٰ بصیرت عطا کرے گا وہ مجھے پہچان لے گا کہ میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرور انبیاء نے نبی اللہ رکھا ہے اور اس کو سلام کہا ہے۔ اور اپنا دوسرا باز و اس کو قرار دیا ہے اور خاتم الخلفاء ٹھہرایا ہے وہ مجھے اسی طرح افضل سمجھے گا جس طرح خدا اور رسول نے مجھے فضیلت دی ہے کیا یہ سچ نہیں ہے کہ قرآن اور احادیث اور تمام نبیوں کی شہادت سے مسیح موعود، حسین سے افضل ہے اور جامع کمالات متفرقہ ہے پھر اگر درحقیقت میں وہی مسیح موعود ہوں تو خود سوچ لو کہ حسین کے مقابل مجھے کیا درجہ دینا چاہیے اور اگر میں وہ نہیں ہوں تو خدا نے صدہا نشان کیوں دکھلائے اور کیوں وہ ہر دم میری تائید میں ہے''۔(3)

1۔ ماہنامہ المہدی، جنوری 1915، صفحہ 57 بحوالہ عقیدہ ختم نبوت، صفحہ 235

2۔ ملفوظات احمدیہ، جلد 1، صفحہ 400   3۔ نزول المسیح، صفحہ 28-427

ایک اور عبارت ملاحظہ ہو:

''اور اے قوم شیعہ! اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے''۔(1)

''میں خدا کا کشتہ ہوں اور تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے۔ پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے''۔(2)

''تم نے خدا کے جلال اور مجد کو بھلا دیا اور تمہارا ورد صرف حسین ہے۔ کیا تو انکار کرتا ہے۔ پس یہ اسلام پر ایک مصیبت ہے کستوری کی خوشبو کے پاس گوہ کا ڈھیر ہے''

یعنی مرزا جی کستوری کی خوشبو ہیں اور نعوذ باللہ استغفر اللہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر..........کا ڈھیر

ذرا مرزا جی کا یہ دعویٰ بھی ملاحظہ ہو:

کربلائے است سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم (3)

''میری سیر ہر وقت کربلا میں ہے۔ میری جیب میں ہر وقت سو حسین ہیں''۔

مرزا جی کی انہیں تعلیمات نے قادیانیوں کو جو فکر دی تھی اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

''شہادت کا یہی مفہوم ہے جس کو مدنظر رکھ کر حضرت مسیح موعود نے فرمایا:

کربلا است سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

''میرے گریبان میں سو حسین ہیں''۔

لوگ اس کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے فرمایا میں سو حسین کے برابر ہوں لیکن میں کہتا ہوں اس سے بڑھ کر اس کا یہ مفہوم ہے کہ سو حسین کی قربانی کے برابر میری ہر

1۔ دافع البلاء، صفحہ 17 مندرجہ روحانی خزائن، جلد 18، صفحہ 233

2۔ اعجاز احمدی، صفحہ 81۔ مندرجہ روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 193 بحوالہ عقیدہ ختم نبوت، صفحہ 267

3۔ نزول المسیح، صفحہ 477

گھڑی کی قربانی ہے۔

یہ تو ادنیٰ سوال ہے کہ حضرت مسیح موعود امام حسین کے برابر تھے یا ادنی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ولی تھے مگر ان کو وہ غم اور صدمہ کس طرح پہنچ سکتا تھا جو اسلام کو مٹتا دیکھ کر حضرت مسیح موعود کو ہوا"۔(1)

سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی توہین

مرزا جی کی یہ عبارت لکھتے ہوئے ہاتھ کانپ رہا ہے اور درج کرنے کا حوصلہ نہیں رہا۔ بادل نخواستہ اس عبارت کو صرف اس لیے درج کر رہا ہوں کہ اگر اسے پڑھ کر بھی کسی کو مرزا جی کے خبث باطن کا پتہ نہ چلے اور ان کے متعلق کچھ حسن ظن باقی رہے تو پھر اس آدمی کو اپنے ایمان کا ماتم کرنا چاہیے۔ مرزا جی نے لکھا:

"حضرت فاطمہ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں"۔(2)

ایک اور مقام پر لکھا:

"اس خدا کو تعریف جس نے تمہیں سادات کا داماد بنایا اور نسب عالی بھی عطا کی جس میں خون فاطمی ملا ہوا ہے اور پھر ایک کشف میں جو براہین احمدیہ میں مندرج ہے کہ میرے پر ظاہر کیا گیا کہ میرا سر بیٹوں کی طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ران پر ہے"۔(3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی توہین

آپ حضور ﷺ کے جلیل القدر صحابی ہیں آپ کو گروہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے کا شرف حاصل ہے۔

ایک مرتبہ جب آپ نے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ! مجھے ایسا علم فرما جو کبھی نہ بھولے تو نبی

1۔ خطبہ مرزا بشیر الدین محمود، روزنامہ الفضل، قادیان شمارہ 80، جلد 13، 26 جنوری 1926ء بحوالہ عقیدہ ختم نبوت، صفحہ 268

2۔ ایک غلطی کا ازالہ، صفحہ 11

3۔ نزول المسیح، صفحہ 426 حاشیہ

کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آمین۔ وہاں جو صحابہ رضی اللہ عنہم اور تھے انہوں نے بھی یہی دعا مانگی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم سے یہ دوسی جوان سبقت لے گیا ہے۔(1)

انہی عظیم المرتبت صحابی کے بارے میں ذرا مرزا جی کے نظریات ملاحظہ ہوں۔ گفتگو کا انداز دیکھئے اور فکر کا دھارا دیکھئے۔ یاد رہے صحابہ کرام کے تذکرہ میں مرزا جی عموماً واحد کا صیغہ استعمال کرتے ہیں اور رضی اللہ عنہ کا نشان تک بھی نہیں ڈالتے۔ سطور بالا میں یہ چیز ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ مرزا جی لکھتے ہیں:

''بعض کم تدبر والے صحابی جن کی درایت اچھی نہیں تھی جیسے (ابو ہریرہ) وہ اپنی غلط فہمی سے عیسی موعود کے آنے کی پیش گوئی پر نظر ڈال کر یہ خیال کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) ہی آ جائیں گے جیسا کہ ابتداء میں ابو ہریرہ کو بھی یہی دھوکہ لگا ہوا تھا۔ اور اکثر باتوں میں ابو ہریرہ بوجہ اپنی سادگی اور کمی درایت کے ایسے دھوکوں میں پڑ جایا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک صحابی کے آگ میں پڑنے کی پیش گوئی میں بھی اس کو یہی دھوکہ لگا تھا اور آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ (النساء:159) کے ایسے الٹے معنی کرتا تھا جس سے سننے والے کو ہنسی آتی تھی''۔(2)

انبیاء کرام علیہم السلام وصحابہ عظام رضی اللہ عنہم کے متعلق مرزا جی کے نظریات کی ایک جھلک آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ یہ کفریہ عبارات درج کرنے کا حوصلہ نہیں پڑتا تھا۔ انہیں بادل نخواستہ لکھنا پڑا تاکہ مرزا جی کی اصل صورت دکھائی جاسکتی۔ نقل کفر کفر نباشد کے باوجود بھی انہیں لکھتے ہوئے دل کانپتا رہا اور ہاتھ تھر تھراتے رہے۔

میرے کریم رب! مجھے معاف فرما دینا کہ میں نے تیرے برگزیدہ بندوں کے متعلق یہ گستاخانہ عبارتیں درج کرنے کی جسارت کی ہے۔

یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم مجھے معاف فرمانا کہ میں نے آپ کے پیارے اہل بیت رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق یہ توہین آمیز عبارتیں درج کرنے

1۔ مجمع الزوائد، جلد 9، صفحہ 391 بحوالہ صادر السحابہ فی مناقب القرابۃ والصحابہ، صفحہ 438

2۔ حقیقت الوحی، صفحہ 34

کا جرم کیا ہے۔ اے سیدنا عیسیٰ! روح اللہ اے موسیٰ! کلیم اللہ علیکما السلام

اے مریم صدیقہ! رضی اللہ عنکِ اے شہنشاہِ صداقت!

اے تاجدار عدالت!

اے امام ولایت!

اے شہسوار کربلا!

اے پاک بی بی زہراء!

اے سیدنا ابو ہریرہ! رضی اللہ عنکم

مجھے معاف فرمانا میں نے آپ کے متعلق یہ عبارتیں درج کرنے کا جرم کیا ہے۔ صرف اس لیے کہ میرے پیارے نبی کی امت مرزا جی کے خبث باطنی کو جان سکے۔ اور بھولے بھالے لوگ اس کے دجل وفریب کے جہان سے بچ جائیں۔

کیا مرزا جی کے یہ نظریات پڑھنے کے بعد بھی انہیں دائرۂ اسلام میں رکھنے کا کوئی جواز باقی ہے؟ فیصلہ خود کیجئے؟ اپنے ضمیر کو فیصل بنائیے؟ اپنے دل سے فتویٰ لیجئے؟

اگر انبیاء کی توہین کفر ہے جیسا کہ خود مرزا جی کو بھی اقرار ہے تو مرزا جی کیوں کفر سے محفوظ رہیں؟ اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کرام کی توہین ضلالت وگمراہی ہے اور یقیناً ہے تو مرزا جی ضال وگمراہ کیوں نہیں؟ فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

(3) انگریز سے وفاداریاں

وہ شواہد جو مرزا جی کے دعویٰ کے بطلان پر نا قابلِ تردید حقائق ہیں۔ ان میں سے ایک ان کی انگریزی حکومت کے ساتھ وفاداری کی پینگیں ہیں۔ اور انگریز کی تعریف میں جو خوشامد اور چاپلوسی مرزا جی نے کی ہے وہ کسی عام مسلمان کے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے چہ جائیکہ ایسے بندے کو کسی اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کا فاسد گمان کیا جائے۔

دراصل محبت اور نفرت کے متعلق اسلام نے جو معیار انسان کو دیا ہے وہ اپنا ذوق، اپنے مفادات یا اپنے تحفظات نہیں بلکہ ذات الٰہی ہے۔ یعنی اگر کسی سے محبت کی جائے تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اور دشمنی کی جائے تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے۔ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: من احب لله و ابعض لله واعطى لله و منع لله فقد استكمل الايمان او کما قال علیہ السلام ۔ جس نے کسی سے محبت صرف اللہ کے لیے کی، دشمنی صرف اللہ کے لیے کی، کسی کو دیا تو صرف اللہ کے لیے اور نہ دیا تو صرف اللہ کے لیے تو یقیناً اس کا ایمان مکمل ہو گیا''۔

مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ کے دوستوں سے محبت کرتا ہے اور اللہ کے دشمنوں کا دشمن ہوتا ہے۔ چونکہ کافر اللہ کے دشمن اس کے رسول کے دشمن اور اسلام کے دشمن ہوتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر کافروں کے ساتھ دوستی کرنے سے منع فرمایا ہے اور اہل ایمان کو ان کے ساتھ تعلقات رکھنے سے روکا ہے۔ قرآن حکیم سے چند مقامات ملاحظہ ہوں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰى اَوْلِيَآءَ ؔ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵۱ (مائدہ)

''اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ وہ ایک دوسرے کے دوست

ہیں۔ اور تم میں سے جو شخص انہیں اپنا دوست بنائے گا وہ انہیں میں سے ہوگا۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا"۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٥٧﴾ (مائدہ)

"اے ایمان والو! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جنہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنالیا ہے، ان لوگوں میں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور نہ کافروں کو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو اگر تم ایمان والے ہو"۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿١٤٤﴾

"اے ایمان والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کی کھلی حجت قائم کرلو"۔ (النساء)

اللہ تعالیٰ کافروں سے دوستی نہ کرنے کا راز یوں بیان فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ښ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ اَكْبَرُ ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿١١٨﴾ (آل عمران)

"اے ایمان والو! اپنے غیر کو اپنا رازداں نہ بناؤ۔ وہ تمہیں نقصان پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کرتے۔ وہ تمہاری تکلیف کو پسند کرتے ہیں۔ ان کی عداوت ان کی زبانوں سے ظاہر ہو رہی ہے۔ اور جو ان کے دلوں میں ہے وہ اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ ہم نے تمہارے لیے نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں۔ اگر تم عقل

رکھتے ہو''۔

کفر ایک ملت ہے اور اسلام ایک ملت ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ ہے کہ کفر کبھی اسلام کا بھلا نہیں سوچے گا اس لیے اللہ تعالیٰ نے کافروں سے دوستی رکھنے سے منع فرمایا اور فرمایا: جو ان سے دوستی رکھے گا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں وہ انہیں میں سے ہے ایک مقام پر کافروں سے دوستی رکھنے کو منافقت قرار دیا گیا۔ ارشاد ہوتا ہے:

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿۱۳۹﴾ (النساء)

''منافقوں کو خوشخبری دے دو کہ ان کے لیے ایک دردناک عذاب ہے۔ وہ وہی ہیں جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں۔ کیا وہ ان کے پاس عزت کی تلاش کر رہے ہیں۔ تو عزت ساری اللہ کے لیے ہے''۔

اللہ تعالیٰ انسان کی فطرتی کمزوریوں سے بخوبی واقف ہے کبھی کبھی انسان کو ایسے حالات پیش آجاتے ہیں کہ اسے کافروں کے شر سے بچنے کے لیے ان کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنا پڑتا ہے یا اسے کفر سے کبھی سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی لاریب کتاب میں انسان کی اس کمزوری کا پورا لحاظ رکھا ہے اور انسان کو ایسے موقع پر کافروں کے شر سے بچنے کے لیے مناسب رویہ اختیار کرنے کی اجازت دی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸﴾ (آل عمران)

''مسلمانوں کو چاہیے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں۔ اور جو شخص ایسا کرے گا تو اللہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ مگر ایسی حالت میں کہ تم ان

کے شر سے بچنا چاہو۔ اور تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔ اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے"۔

قرآن کریم کا قانون دوستی و دشمنی آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ مسلمان کے لیے یہ روا نہیں کہ وہ کسی کافر سے دوستی کرے ہاں کسی وقت کافر کے شر سے بچنے کے لیے ان کے ساتھ کوئی نرم رویہ رکھا جاسکتا ہے۔ لیکن مسلمانوں سے دشمنی اور کافر سے دوستی؟ تو ایسے شخص کی سزا یہ ہے فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ کہ اللہ سے ایسے شخص کو کوئی تعلق نہیں رہتا۔ یعنی ایسا شخص اپنے آپ کو مکمل طور پر اللہ کی رحمتوں سے محروم کردیتا ہے۔

علامہ ابن کثیر اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

نهى تبارك و تعالىٰ عباده المؤمنين ان يوالوا الكافرين و ان يتخذوهم اولياء ويسرون الهيم بالمودة من دون المومنين ثم توعد على ذالك فقال وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اى و من يرتكب نهى اللّٰه فى هذا فقد برى من الله ...... اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۔ اى من خاف فى بعض البلدان و الاوقات من شرهم فله ان يتقيهم لا بباطنه الخ(1)

"اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو کافروں سے دوستی کرنے سے منع فرمایا۔ اور انہیں دوست بنانے سے روکا اور مومنوں کو چھوڑ کر ان سے محبت کرنے سے روکا۔ پھر ایسا کرنے والے کو یہ کہہ کر ڈرایا: وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ۔ یعنی جو اللہ کے منع کرنے کے باوجود ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے بری الذمہ ہوگا...... اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۔ یعنی جو کسی شہر میں یا کسی وقت ان کے شر سے ڈر جائے تو اسے اجازت ہے کہ وہ ان سے بچنے کی کوئی تدبیر کرے نہ کہ دل سے ان سے دوستی کرے"۔

1۔ تفسیر ابن کثیر، جلد 1، صفحہ 337

اس بارے میں اللہ تعالیٰ کے احکامات آپ نے ملاحظہ فرمائے۔ ہر انسان بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ کسی بھی مسلمان کو کسی کافر سے دوستی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

لیکن جب ہم مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں کو دیکھتے ہیں تو تعجب ہوتا ہے کہ یہ تو جدی پشتی انگریز کے وفادار ہیں۔ اور مرزا جی تو دامن پھیلائے انگریز کے کرم کی بھیک مانگتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ تو انگریز کی چاپلوسی اور خوشامد میں اتنا آگے چلے جاتے ہیں کہ عزت نفس کی قبا تار تار ہو جاتی ہے اور مرزا جی کا دل پھر بھی انگریز کی تعریف سے نہیں بھرتا۔

قارئین! مرزا جی کی چند عبارتیں پڑھیں اور پھر خود فیصلہ کریں کہ نبی تو کجا کیا ایسا شخص مسلمان بھی کہلانے کے قابل ہے جو احکام الٰہی کو اتنے بھونڈے اور علانیہ انداز میں تار تار کر رہا ہے۔ اللہ تو فرمائے کہ ان سے دوستی نہ کرو اور یہ انہیں ہی اپنا قبلہ و کعبہ بنا رہا ہے۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں میں بہت سے غدار گزر چکے ہیں اور اب بھی ہیں جو انگریز کے ایجنٹ کا کام کرتے تھے۔ لیکن وہ بھی اس چیز کا اظہار نہیں کرتے۔ خفیہ تعلقات رکھتے ہیں اگرچہ برائے نام مسلمان ہوتے ہیں۔ لیکن مرزا جی تو علانیہ انگریز کی تعریف میں رطب اللسان ہیں اور پھر دعویٔ نبوت کے ساتھ! اسے کہتے ہیں:

ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

مرزا جی کی کتابوں کا ایک بہت بڑا حصہ انگریز کی تعریف و توصیف کے لیے وقف ہے۔ چند مقامات ملاحظہ ہوں:

مرزا جی ایک جگہ اپنے اوپر کیے گئے سوالات کے جوابات دیتے ہیں۔ ایک سوال اور اس کا جواب ملاحظہ ہو:

قولہ: گورنمنٹ کی خوشامد کرتے ہیں؟

اقول: یہ خوشامد نہیں ہے یہ وہ حق ہے جو ہر ایک نمک حلال رعیت کو ادا کرنا چاہیے۔ بے شک گورنمنٹ برطانیہ کا ہم پر ایک حق عظیم ہے کہ ہم نے ان کے زیر سایہ آ کر ہزاروں آفتوں سے امن پایا صدہا طرح کے ہمیں اس گورنمنٹ کے ذریعے سے فوائد حاصل ہوئے۔ پھر یہ

بدذاتی ہوگی کہ اس قدر احسانات دیکھ کر سرکشی کے مادہ کو اپنے دل میں رکھیں"۔(1)

قارئین کرام! خود فیصلہ فرمائیں کہ جو شخص انگریز کا نمک خوار ہو۔ برٹش گورنمنٹ کے زیر سایہ پلے اور اس پر فخر کرے۔ اور اس کافر گورنمنٹ کے خلاف کوئی برا خیال کرنے کو بھی بدذاتی قرار دے کیا یہ کسی باضمیر انسان کا کام بھی ہوسکتا ہے چہ جائیکہ اسے نبی تصور کیا جائے اور اللہ کے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام اس دنیا میں تشریف لائے کیا کسی نبی نے کبھی ایسا کیا کہ وہ کافروں کے زیر سایہ پروان چڑھے اور ان کے احسانات تلے دبا رہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو یہ کیسا "نبی" ہے جو کافروں کی تعریف میں رطب اللسان ہے اور ان کے احسانات کے بوجھ تلے مرا جا رہا ہے؟

ذرا کافر گورنمنٹ کے احسانات کا اقرار بھی ملاحظہ ہو:

"اور درحقیقت اس گورنمنٹ سے اس قدر ہمیں فوائد پہنچے جن کو ہم گن نہیں سکتے۔ تو پھر بڑی بدذاتی ہوگی کہ ہم دل میں یہ چھپا ہوا عقیدہ رکھیں کہ گورنمٹ کے ہم دشمن ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان یعنی نیکی کرنے کی پاداش نیکی ہے...... ہاں میں صرف اتنا کہتا ہوں اور کہوں گا کہ دعوت دین کے متعلق جس قدر ہم آزادی سے انگریزی سلطنت میں کام کر سکتے ہیں وہ مکہ اور مدینہ میں بیٹھ کر بھی نہیں کر سکتے نہ وہاں کر سکتے ہیں جہاں سطان کا پایہ تخت ہے"۔(2)

سوال یہ ہے کہ اگر مرزا جی دینِ محمدی کے لیے مخلص اور کفر کے دشمن تھے تو دین محمدی کے ازلی دشمن یہود و نصاریٰ ان پر اتنے مہربان کیوں تھے؟ اللہ تعالیٰ تو فرمائے کہ یہود و نصاریٰ کے سینے اہل ایمان کے بغض سے بھرے ہوئے ہیں لیکن وہ مرزا جی کو اتنے فوائد پہنچائیں کہ لا تحصوھا "کہ تم انہیں گن نہ سکو" کی حد کو پہنچ جائیں آخر اس میں کیا راز ہے؟ کیا یہود و نصاریٰ کی فطرت بدل گئی تھی یا مرزا جی بھی دراصل انہیں کے مقاصد کی تکمیل کا مہرہ تھے پہلی بات تو ناممکن ہے ورنہ قرآنی احکامات کی صداقت مشتبہ ہو جائے گی البتہ

1۔ ایام الصلح، صفحہ 198 　 2۔ نفس مصدر، صفحہ 140

شواہد دوسری بات کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ضرور دے رہے ہیں۔

مرزا جی انگریز کے لئے کتنے مخلص تھے۔ اس بارے میں ان کی خاندانی فکر کیا تھی؟ یہ اور ان جیسے اور سوالوں کے جواب کے لئے دور جانے کی ضرورت نہیں؟ نہ ہی ظن و تخمین کے گھوڑے دوڑانے کی کوئی حاجت ہے۔ مرزا جی کا اپنا ہی ایک بیان پڑھئے اور فیصلہ کیجئے کہ یہود و نصاریٰ کی یہ چاپلوسی اور یہ خوشامدانہ اور گدایانہ انداز کسی باضمیر انسان کا بھی ہو سکتا ہے اور ایسے شخص کو دائرۂ نبوت میں شامل کرنا کیا منصب نبوت کی سخت توہین نہیں تو اور کیا ہے؟

انبیاء کی شان تو یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنا ملجا و ماویٰ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو بناتے ہیں اور وہ تو زمانے کو رب قدیر کی بے پناہ قدرتوں کا درس دینے کے لئے ہی تو آتے ہیں قرآن شاہد ہے کہ جب پورا کفر اللہ کے نبی کے خلاف تل جاتا ہے اور اسے تہس نہس کرنے کے لئے پوری قوتوں سے منصوبہ بندی کرتا ہے تو اللہ کی بے پناہ طاقتوں پر ناقابل تصور حد تک یقین کرنے والا نبی کمالِ بے نیازی سے فرماتا ہے:

اِنِّیْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾ اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۶﴾ (ہود)

"میں اللہ کو گواہ ٹھہراتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔ پس تم سب مل کر میرے خلاف تدبیر کرو پھر مجھے بالکل مہلت نہ دو (کیونکہ) میں نے اللہ پر بھروسا کیا ہوا ہے۔ جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ کوئی جاندار ایسا نہیں جس کی چوٹی اس کے ہاتھ میں نہ ہو۔ بے شک میرا رب سیدھی راہ پر ہے"۔

لیکن یہ کیسا نبی ہے جو کافروں کو اپنی پناہ گاہ بنا رہا ہے۔ جو اہل ایمان سے نفرت کرتا ہے یہود و نصاریٰ کی دوستی پر نازاں ہے اور جھولی پھیلائے ان سے بھیک مانگ رہا ہے۔

اللہ کے نبی تو یہی نکتہ زمانے کو سمجھانے کے لئے آتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہ مانگو لیکن یہ کیسا نبی ہے جو کافروں کے سامنے جھولی پھیلائے کھڑا ہے۔ مرزا جی کا یہ اقتباس پڑھئے اور فیصلہ خود کیجئے

''حضور گورنمنٹ عالیہ میں

ایک عاجزانہ درخواست

جبکہ ہماری یہ محسن گورنمنٹ ہر ایک طبقہ اور درجہ کے انسانوں کی بلکہ غریب سے غریب اور عاجز سے عاجز خدا کے بندوں کی ہمدردی کر رہی ہے۔ یہاں تک کہ اس ملک کے پرندوں اور چرندوں اور بے زبان مویشیوں کے بچاؤ کے لئے بھی اس کے عدل گستر قوانین موجود ہیں اور ہر ایک قوم اور فرقہ کو مساوی آنکھ سے دیکھ کر ان کی حق رسی میں مشغول ہے تو اس انصاف اور دردگستری اور عدل پسندی کی خصلت پر نظر کر کے یہ عاجز بھی اپنی ایک تکلیف کے رفع کے لیے حضور گورنمنٹ عالیہ میں یہ عاجزانہ عریضہ اور قدرشناس گورنمنٹ کی خدمت میں یہ عاجزانہ عریضہ پیش کرتا ہے اور پہلے اس کے کہ اصل مقصود کو ظاہر کیا جائے اس محسن اور قدرشناس گورنمنٹ کی خدمت میں اس قدر بیان کرنا بے محل نہ ہوگا کہ یہ عاجز اس گورنمنٹ کے قدیم خیر خواہ خاندان میں سے ہے جس کی خیر خواہی کا گورنمنٹ کے عالی مرتبہ حکام نے اعتراف کیا ہے اور اپنی چٹھیوں سے گواہی دی ہے کہ وہ خاندان ابتدائی انگریزی عملداری سے آج تک خیر خواہی گورنمنٹ عالیہ میں برابر سرگرم رہا ہے۔'' میرے والد مرحوم مرزا غلام مرتضٰی اس محسن گورنمنٹ کے ایسے مشہور خیر خواہ اور دلی جانثار تھے'' کہ وہ تمام حکام جو ان کے وقت میں اس ضلع میں آئے سب کے سب اس بات کے گواہ ہیں کہ انہوں نے میرے والد موصوف کو ضرورت کے وقتوں میں گورنمنٹ کی خدمت کرنے میں کیسا پایا اس بات کی بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ انہوں نے 1857ء کے مفسدہ کے وقت اپنی تھوڑی سی حیثیت کے ساتھ پچاس گھوڑے مع پچاس جوانوں کے اس محسن گورنمنٹ کی امداد کے لئے دیے اور ہر وقت امداد اور خدمت کے لیے کمر بستہ رہے یہاں

تک کہ اس دنیا سے گزر گئے۔ والد مرحوم گورنمنٹ عالیہ کی نظر میں ایک معزز اور ہر دل رئیس تھے۔ جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی اور وہ خاندان مغلیہ میں سے ''ایک تباہ شدہ ریاست کے بقیہ تھے جنہوں نے بہت سی مصیبتوں کے بعد گورنمنٹ انگریزی کے عہد میں آرام پایا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ دل سے اس گورنمنٹ سے پیار کرتے تھے'' اور اس گورنمنٹ کی خیر خواہی ایک میخ فولادی کی طرح ان کے دل میں دھنس گئی تھی۔ ان کی وفات کے بعد مجھے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح بالکل دنیا سے الگ کر کے اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور میں نے اس کے فضل سے آسمانی مرتبت اور عزت کو اپنے لیے پسند کر لیا لیکن میں اس بات کا فیصلہ نہیں کر سکتا کہ اس وقت گورنمنٹ محسنہ انگریزی کی خیر خواہی مجھے زیادہ ہے یا میرے والد مرحوم کو بیس برس کی مدت سے میں اپنے دلی جوش سے ایسی کتابیں زبان فارسی اور عربی اور اردو اور انگریزی میں شائع کر رہا ہوں جن میں بار بار یہ لکھا گیا ہے کہ مسلمانوں کا فرض ہے جس کے ترک سے وہ خدا تعالیٰ کے گنہگار ہوں گے کہ اس گورنمنٹ کے سچے خیر خواہ اور دلی جان نثار ہو جائیں اور جہاد اور خونی مہدی کے انتظار وغیرہ بیہودہ خیالات سے جو قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتے، دست بردار ہو جائیں۔ اور اگر وہ اس غلطی کو چھوڑنا نہیں چاہتے تو کم سے کم یہ ان کا فرض ہے کہ اس گورنمنٹ محسنہ کے ناشکر گزار نہ بنیں اور نمک حرامی سے خدا کے گنہگار نہ ٹھہریں کیونکہ یہ گورنمنٹ ہمارے مال اور خون اور عزت کی محافظ ہے۔ اور اس کے مبارک قدم سے ہم جلتے ہوئے تنور میں سے نکالے گئے ہیں۔ یہ کتابیں ہیں جو میں نے اس ملک اور عرب اور شام اور فارس اور مصر وغیرہ ممالک میں شائع کی ہیں۔ چنانچہ شام کے ملک کے بعض عیسائی فاضلوں نے بھی میری کتابوں کے شائع ہونے کی گواہی دی ہے اور میری بعض کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ اب میں اپنی گورنمنٹ محسنہ کی خدمت میں جرأت سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ وہ بست سالہ میری خدمت ہے جس کی نظیر برٹش انڈیا میں ایک بھی اسلامی خاندان پیش نہیں کر سکتا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قدر لمبے زمانے تک کہ جو بیس برس کا زمانہ ہے ایک مسلسل طور پر تعلیم مذکور بالا پر

زور دیتے جانا کسی منافق اور خود غرض کا کام نہیں ہے۔ بلکہ ایسے شخص کا کام ہے جس کے دل میں اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی ہے"۔(1)

یہ طویل اقتباس پڑھنے میں قارئین کرام کو یقیناً کوفت ہوئی ہو گی اور مجھے لکھنے میں، لیکن بات کو واضح کرنے کے لئے ذوق کو قربان کرنا یا تحریری حسن کو قربان کرنا کوئی گھاٹے کا سودا نہیں ہوتا کیونکہ اصلی مقصود ہر چیز سے مقدم ہوتا ہے۔

بہر حال اس اقتباس سے چند باتیں بالکل واضح ہو رہی ہیں جن پر مزید غور کرنے کی ضرورت ہے اسی قابل توجہ ہونے کی وجہ سے چند جملوں کے نیچے خط کھینچ دیئے گئے ہیں تا کہ خط کشیدہ الفاظ پر خصوصی توجہ کی جاسکے۔

اس اقتباس سے جو باتیں بالکل واضح ہیں اور جن پر مزید غور کرنے کی ضرورت ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ مرزا جی انگریز کو یہ یقین دلا رہے ہیں کہ میں ان کے لیے مخلص ہوں۔ سوال یہ ہے کہ کیا تاریخ نبوت سے کوئی ایک مثال پیش کی جاسکتی ہے کہ کسی نبی نے کسی کافر حکومت کی پناہ لی ہو اور اسے اپنے وفاداری کا یقین دلایا ہو۔ اللہ کے نبی تو کافر حکمرانوں کو للکارتے ہیں اور ان کے بھرے درباروں میں کلمۃ الحق کی آواز بلند کرتے ہیں یہ کیسا نبی ہے جو کافروں کو اپنی وفاداری کا یقین دلاتے تھکتا ہی نہیں ہے۔ پھر انگریز نے مسلمانوں سے حکومت چھینی تھی اور مسلمان اپنی متاع گم گشتہ واپس لینے کے لئے جدو جہد میں مصروف تھے۔ آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں ایک قوم دوسری قوم سے تاج و تخت چھین لے اور وہ قوم اپنا تاج و تخت واپس لینے کے لئے مصروف پیکار ہو اور اسی قوم کا ایک فرد اس غاصب قوم کو اپنی وفاداریوں کا یقین دلا رہا ہو۔ تو کیا وہ اپنی قوم کا غدار ہے یا اس کا خیر خواہ؟ اگر مرزا جی میں کچھ بھی دینی غیرت یا اسلامی حمیت باقی ہوتی تو وہ اس غاصب اور ظالم قوم کو اپنی وفاداریوں کا یقین نہ دلاتے۔ بلکہ اپنی عظمتِ رفتہ واپس لینے کے لئے ان کے مقابلہ

1۔ تریاق القلوب، صفحہ 306-308

میں سینہ تان کر کھڑے ہو جاتے۔

دوسری بات یہ کہ مرزا جی کا تو تعلق ہی ایسے خاندان سے تھا جو جدی پشتی انگریز کا وفادار تھا مرزا جی اپنے والد کی انگریز سے وفاداریوں کو فخر کرتے ہوئے پیش کر رہے ہیں اور 1857ء کی جنگ آزادی کو "مفسدہ" قرار دے رہے ہیں اور بتاتے ہیں کہ ان کے والد نے پچاس گھوڑے مع پچاس جوانوں کے گورنمنٹ کی امداد کے لئے دیے یعنی مسلمانوں کو کچلنے کے لئے جو کچھ وہ کر سکتے تھے انہوں نے کیا۔ کیا باضمیر انسان ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کام تو مرزا جی کے والد نے کیا تھا اس میں ان کا کیا قصور؟ تو مرزا جی اپنے والد سے نہ صرف متفق ہیں بلکہ اپنے والد کے اس عمل کو فخریہ پیش کر کے اپنی وفاداریوں کا یقین دلا رہے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ مجھے علم نہیں کہ انگریز کا میں زیادہ وفادار ہوں یا میرے والد۔ سوچیے کدھر گئے احکام الٰہی: لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ "کہ مومن کافروں کو اپنے دوست نہ بنائیں"۔

پھر مرزا جی کہتے ہیں کہ وہ بیس سال سے ایسی کتابیں لکھ رہے ہیں جس میں مسلمانوں کو انگریز کی وفاداری کا درس دے رہے ہیں اور انہیں بتا رہے ہیں کہ اس گورنمنٹ محسنہ کے ناشکر گزار نہ بنیں اور نمک حرامی سے خدا کے گنہگار نہ ٹھہریں۔ اس سے پہلی چیز تو یہ واضح ہو رہی ہے کہ مرزا جی نے بیس سال تک جو کتابیں لکھیں وہ کسی بھی رنگ میں ہوں ان کا کوئی بھی موضوع ہو دراصل وہ انگریز کی خدمت ہی تھی۔ اور مرزا جی مسلمانوں کو یہ باور کروا رہے تھے کہ اس یہود و نصاری کی گورنمنٹ کا وفادار نہ ہونا بندے کو خدا کا گنہگار بنا دیتا ہے۔ خدارا سوچئے! کیا انبیاء کی تعلیمات ایسی ہی ہوتی ہیں؟ کیا ایسے شخص کو ایک اچھا انسان بھی کہا جا سکتا ہے۔ جو اپنی قوم کے خلاف ایک غاصب گورنمنٹ کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہے۔ اور اپنی قوم کے دشمنوں کی جھولی میں جا پڑا ہے۔

اور پھر کہتے ہیں کہ بیس برس تک تعلیم مذکور بالا پر زور دیتے رہنا کسی منافق اور خود غرض کا کام نہیں بلکہ گورنمنٹ کے سچے خیر خواہ کا ہی کام ہے۔

سوچئے یہ چاپلوسانہ زبان کسی باضمیر انسان کی ہوسکتی ہے چہ جائیکہ اس کے نبی ہونے یا نہ ہونے پر بحث کی جائے؟ ذرا وفاداریوں کا یہ رنگ بھی ملاحظہ ہو اور مرزا جی کی تعلیمات کا خلاصہ انہیں کے الفاظ میں سنیں۔ خط کشیدہ الفاظ زیادہ قابل توجہ ہیں:

''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہونچادیا ہے۔'' میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں'' اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کو دلوں کے خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ میں اس سلطنت کا بدخواہ ہوتا یا کوئی ناجائز باغیانہ منصوبے اپنی جماعت میں پھیلاتا۔ ''جبکہ میں بیس برس تک یہی تعلیم اطاعت گورنمنٹ انگریزی کی دیتا رہا اور اپنے مریدوں میں یہی ہدایتیں جاری کرتا رہا''۔ تو کیونکر ممکن تھا کہ ان تمام ہدایتوں کے برخلاف کسی بغاوت کے منصوبے کی میں تعلیم کروں۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ خداتعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے میری اور میری جماعت کی پناہ اس سلطنت کو بنادیا ہے۔ یہ امن جو اس سلطنت کے زیر سایہ ہمیں حاصل ہے۔ نہ یہ امن مکہ معظمہ میں مل سکتا ہے نہ مدینہ میں اور نہ سلطان روم کے پایۂ تخت قسطنطنیہ میں...... ''ہم اس بات کی گواہ ہیں کہ اسلام کے دوبارہ زندگی انگریزی سلطنت کے امن بخش سایہ سے پیدا ہوئی ہے''۔(1)

یہ عبارت کسی تبصرے کی محتاج نہیں البتہ اس سوال کا جواب کوئی مربی ہی دے گا کہ انگریز کی حمایت میں لکھی گئی پچاس الماریاں بھرنے والی کتابیں کہاں ہیں؟ اور کس جہاں میں ہیں؟ اور مرزا جی کی تعلیم کا خلاصہ ہی مسلمانوں کو انگریز کا سچا خیر خواہ بنانا ہے سوال یہ

1۔ تریاق القلوب، صفحہ 26-25

ہے کہ اللہ کے نبی اس جہاں میں اس لیے آتے ہیں کہ وہ لوگوں کو کافروں کی وفاداری سکھائیں؟ اور آخری جملہ واضح کر رہا ہے کہ مرزا جی کی ساری تعلیم انگریز کے زیر سایہ ہی پھیلی۔ آخری اسلام کے ازلی دشمن یہود و نصاری مرزا جی پر اتنے مہربان کیوں ہو گئے۔

ع ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

اور انگریزی گورنمنٹ سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کا یہ شرمناک تقابل کیا کسی عام مسلمان کو بھی زیب دیتا ہے؟

بیان میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے
تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

ذرا انگریز سے وفاداری کا یہ رنگ بھی ملاحظہ ہو:

''انگریز ایک ایسی قوم ہے جس کو خدا تعالیٰ دن بدن اقبال اور دولت اور عقل اور دانش کی طرف کھینچنا چاہتا ہے اور جو سچائی، راست بازی اور انصاف میں ترقی کرتے جاتے ہیں ......سو ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس گورنمنٹ کو ہر ایک شر سے محفوظ رکھے اور اس کے دشمن کو ذلت کے ساتھ پسپا کرے...... میں سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے...... اسلام کے دو حصے ہیں ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں۔ دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا۔ جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی۔ سو وہ سلطنت سلطنت برطانیہ ہے...... سو اگر ہم گورنمنٹ برطانیہ سے سرکشی کریں تو گویا اسلام، خدا اور رسول سے سرکشی کرتے ہیں...... جب ہم ایسے بادشاہ کی صدقِ دل سے اطاعت کرتے ہیں تو گویا اس وقت عبادت کر رہے ہیں''۔(1)

''گورنمنٹ انگلشیہ خدا کی نعمتوں سے ایک نعمت ہے۔ یہ ایک عظیم الشان رحمت ہے۔ یہ سلطنت مسلمانوں کے لئے آسمانی برکت کا حکم رکھتی ہے''۔(2)

''ہمارا جان و مال گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی میں فدا ہے اور ہوگا اور ہم غائبانہ اس

1۔شہادۃ القرآن، صفحہ 4-2　　2۔نفس مصدر، صفحہ 12

کے اقبال کے لئے دعا گو ہیں"۔(1)

مرزا جی اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میری نصیحت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ وہ انگریزوں کی بادشاہت کو اپنے اولی الامر میں داخل کریں اور دل کی سچائی سے ان کے مطیع رہیں"۔(2)

"بس سنو اے نادانوں! میں اس گورنمنٹ کی خوشامد نہیں کرتا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ایسی گورنمنٹ سے جو دین اسلام اور دینی رسوم پر کچھ دست اندازی نہیں کرتی۔ نہ اپنے دین کو ترقی دینے کے لئے ہم پر تلواریں چلاتی ہے۔ قرآن شریف کی رو سے جنگ مذہبی کرنا حرام ہے۔ کیونکہ وہ بھی کوئی مذہبی جہاد نہیں کرتی اور ان کا شکر کرنا ہمیں اس لیے لازم ہے کہ ہم اپنا کام مکہ اور مدینہ میں بھی نہیں کر سکتے مگر ان کے ملک ہیں"۔(3)

ایک شبہہ کا ازالہ

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے جس کی وضاحت کیے بغیر بات ادھوری رہے گی۔ وہ شبہہ یہ ہے کہ مرزا جی نے بعض مقامات پر عیسائی مذہب کی بھرپور مخالفت کی ہے۔ اور عیسائیوں کو دجال کا ہے۔ اگر وہ انگریز کے لئے مخلص تھے تو عیسائیوں کی یہ مخالفت کس لیے؟

مرزا جی نے عیسائیوں کی مخالفت میں جو کچھ کہا ہے اس کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

"یہی قوم (عیسائی) وہ آخری قوم ہے جس کے ہاتھ سے طرح طرح کے فتنوں کا پھیلنا مقدر تھا۔ جس نے دنیا میں طرح طرح کے ساحرانہ کام دکھائے۔ اور جیسا کہ لکھا ہے کہ دجال نبوت کا دعویٰ کرے گا نیز خدائی کا دعویٰ بھی اس سے ظہور میں آئے گا۔ یہ دونوں باتیں اس قوم سے ظہور میں آگئیں۔ نبوت کا دعویٰ اس طرح پر کہ اس قوم کے پادریوں نے بڑی گستاخی سے نبیوں کی کتابوں میں دخل بے جا کیا اور ایسی بے باکانہ مداخلت کی گویا وہ آپ ہی نبی ہیں...... اور خدائی کا اس طرح پر دعویٰ کیا کہ خدائی کاموں میں حد سے زیادہ دخل دیا اور چاہا کہ زمین و آسمان میں کوئی بھی ایسا بھید نہ رہے جو وہ اس کی تہہ تک نہ پہنچ

1۔ آریہ دھرم، صفحہ 81   2۔ ضرورۃ الامام، صفحہ 23   3۔ کشتی نوح، حاشیہ صفحہ 100

جائیں اور ارادہ کیا کہ خدا تعالیٰ کے کاموں کو اپنی مٹھی میں لے لیں''۔(1)

پھر لکھتے ہیں:

''اس قوم کے علماء و حکماء نے دین کے متعلق وہ فتنے ظاہر کیے جس کی نظیر حضرت آدم سے لے کر تا ایں دم پائی نہیں جاتی...... یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ وہ (دجال) قوم ارضی علوم میں کہاں تک ترقی کرے گی''۔(2)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''دجال اس گروہ کو کہتے ہیں جو کذاب ہو اور زمین کو نجس کرے اور حق کے ساتھ باطل کو ملا دے۔ سو یہ صفت حضرت مسیح کے وقت میں یہودیوں میں کمال درجے پر تھی۔ پھر نصاریٰ نے ان سے لے لی۔ سو مسیح ایسی دجالی صفت کے معدوم کرنے کے لئے آسمانی حربہ لے کر اترا ہے''۔(3)

عیسائیوں کو دجال قرار دیتے ہوئے مرزا جی لکھتے ہیں:

''مدت ہوئی کہ گروہ دجال ظاہر ہو گیا ہے...... اور اس کا گدھا (ریل) جو درحقیقت اس کا بنایا ہوا ہے مشرق و مغرب کا سیر کر رہا ہے...... احادیث صحیحہ کا اشارہ اسی بات کی طرف ہے کہ وہ گدھا دجال کا اپنا ہی بنایا ہوا ہو گا پھر اگر وہ ریل نہیں تو اور کیا ہے''۔(4)

''اللہ اکبر اب بھی ہماری قوم کی نظر میں یہ لوگ اول درجہ کے دجال نہیں اور ان کے الزام کے لئے ایک سچے مسیح کی ضرورت نہیں تو اس قوم کا کیا ہو گا''۔(5)

ایسے ہی مرزا جی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی جو توہین کی ہے جس کے چند نمونے گذشتہ صفحات میں گزر چکے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر مرزا جی انگریز کے ایجنٹ تھے تو ان کا مذہب اور قوم کے متعلق یہ رویہ کس لیے؟ اور مرزا جی کی ایسی واضح عبارتوں کے باوجود یہ کہنا کہ وہ انگریز کے وفادار تھے کیونکہ مناسب ہو سکتا ہے؟

1۔ شہادۃ القرآن، صفحہ 21 — 2۔ نفس مصدر، صفحہ 22 — 3۔ ازالہ اوہام، صفحہ 247

4۔ نفس مصدر، صفحہ 685 — 5۔ نفس مصدر، صفحہ 493

اس سوال کا اصلی جواب دینے سے پہلے ہم بھی قادیانی حضرات سے ایک سوال پوچھنا چاہیں گے کہ مرزا جی تو ایک طرف تو انگریز کی اطاعت کو اولوالامر کی اطاعت قرار دے رہے ہیں اور ان کی اطاعت کو دین کا ایک حصہ قرار دے رہے ہیں اور انگریز کی مخالفت کو نمک حرامی کہہ رہے ہیں تو کیا وہ اپنی امت کو دجال کی اطاعت کا درس دے رہے ہیں؟ اور کیا دجال سے وفاداری کو دین کا دوسرا حصہ قرار دے رہے ہیں؟

اور اس قدر تناقض اور تضاد کسی عام انسان کے کلام میں بھی پایا جا سکتا ہے؟ اور کیا یہ تضاد بیانی مرزا جی کے کذب پر واضح دلیل نہیں ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ عیسائیوں کی یہ مخالفت بھی دراصل عیسائیوں سے وفاداریوں کا ہی ایک روپ تھا۔ انگریز کی یہ پالیسی تو آج بھی واضح ہے کہ " ہمیں گالیاں دو لیکن ہمارے مشن کے لئے کام کرو"۔

مرزا جی کی یہ انگریز کو گالیاں بھی دراصل ان سے وفاداریوں کا ہی ایک رخ تھا۔

مجھ تک کب ان کی بزم میں آتا تھا دور جام
ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے کوئی ظن وتخمین کے گھوڑے دوڑانے کی ضرورت نہیں مرزا جی کا اپنا یہ بیان پڑھیے ہر سوال کا جواب خود بخود مل جائے گا اور گالیوں کے بھیس میں چھپی ہوئی وفاداریاں صاف نظر آئیں گی۔

مرزا جی انگریز کو دی گئی ایک درخواست میں لکھتے ہیں:

اس دراخوست کا عنوان ہے: " حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست"

اس میں مرزا جی پہلے گورنمنٹ سے اپنی وفاداریوں کا تذکرہ کرتے ہیں اور انگریز پر یہ ثابت کرتے ہیں کہ میں جدی پشتی انگریز کا وفادار ہوں۔ اسی درخواست کا ایک اقتباس گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ پھر وضاحت کرتے ہیں کہ میں نے کہیں کہیں انگریز کے خلاف کیوں لکھا ہے۔ مرزا جی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہاں میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میں نیک نیتی سے دوسرے مذاہب کے لوگوں سے مباحثات بھی کیا کرتا ہوں۔ اور ایسے ہی پادریوں کے مقابل پر بھی مباحثات کی کتابیں شائع کرتا رہا ہوں اور میں اس بات کا بھی اقراری ہوں کہ جبکہ بعض پادریوں اور عیسائیوں مشنریوں کی تحریر نہایت سخت ہوگئی اور حد اعتدال سے بڑھ گئی...... تو مجھے ایسی کتابوں اور اخباروں کے پڑھنے سے یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ مبادا مسلمانوں کے دلوں پر جو ایک جوش رکھنے والی قوم ہے ان کلمات کا کوئی سخت اشتعال دینے والا اثر پیدا ہو۔ تب میں نے ان جوشوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اپنی صحیح اور پاک نیتی سے یہی مناسب سمجھا کہ اس عام جوش کو دبانے کے لئے حکمت عملی یہی ہے کہ ان تحریرات کا کسی قدر سختی سے جواب دیا جائے تاکہ سریع الغضب انسانوں کے جوش فرو ہو جائیں اور ملک میں کوئی بدامنی پیدا نہ ہو کہ (اس کے حاشیہ پر ہے) ان مباحثات کی کتابوں سے ایک یہ بھی مطلب تھا کہ برٹش انڈیا اور دوسرے ملکوں پر بھی اس بات کو واضح کیا جائے کہ ہماری گورنمنٹ نے ہر ایک قوم کو مباحثات کے لیے آزادی دے رکھی ہے کوئی خصوصیت پادریوں کی نہیں ہے۔ تب میں نے بمقابل ایسی کتابوں کے جن میں کمال سختی سے بدزبانی کی گئی تھی چند ایسی کتابیں لکھیں جن میں کسی قدر بالمقابل سختی تھی۔ کیونکہ میرے کانشنس نے قطعی طور پر مجھے فتویٰ دیا کہ اسلام میں جو بہت سے وحشیانہ جوش والے آدمی موجود ہیں۔ ان کے غیظ وغضب کی آگ بجھانے کے لئے یہ طریق کافی ہوگا کیونکہ عوض معاوضہ کے بعد کوئی گلہ باقی نہیں رہتا۔ سو یہ میری پیش بینی کی تدبیر صحیح نکلی اور ان کتابوں کا یہ اثر ہوا کہ ہزار ہا مسلمان جو پادری عماد الدین وغیرہ کی تیز اور گندی تحریروں سے اشتعال میں آچکے تھے ایک دفعہ ان کے اشتعال فرو ہو گئے''۔(1)

اسی درخواست میں آگے جا کر مرزا جی کہتے ہیں:

''میں خدا سے پاک الہام پا کر یہ چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کے اخلاق اچھے ہو جائیں

1۔تریاق القلوب،صفحہ 309-308

اور وحشیانہ عادتیں دور ہو جائیں اور نفسانی جذبات سے ان کے سینے دھوئے جائیں اور ان میں آہستگی اور سنجیدگی اور حلم اور میانہ روی اور انصاف پسندی پیدا ہو جائے'' اور یہ اپنی اس گورنمنٹ کی ایسی اطاعت کریں کہ دوسروں کے لئے نمونہ بن جائیں''۔

اس درخواست کا اختتام مرزا جی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

'' بالآخر میں اس بات کا بھی شکر کرتا ہوں کہ ایسے عریضہ کو پیش کرنے کے لئے میں بجز اس سلطنت محسنہ کے اور کسی سلطنت کو وسیع الاخلاق نہیں پاتا اور گو اس ملک کے مولوی ایک اور کفر کا فتویٰ بھی مجھ پر لگا دیں مگر میں کہنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ ایسے عرائض کے پیش کرنے کے لئے عالی حوصلہ عالی اخلاق صرف سلطنت انگریزی ہی میں اس سلطنت کے مقابل پر سلطنت روم کو بھی نہیں پاتا جو اسلامی سلطنت کہلاتی ہے اب میں اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہماری محسنہ ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کی عمر دراز کر کے ہر ایک اقبال سے بہرہ ور کرے اور وہ تمام دعائیں جو میں نے اپنے رسالہ ستارہ قیصرہ اور تحفۂ قیصریہ میں ملکہ موصوفہ کو دی ہیں قبول فرماوے اور میں امید کرتا ہوں کہ گورنمنٹ محسنہ اس کے جواب سے مجھے مشرف فرمادے گی''۔

اب قارئین کرام پر واضح ہو گیا ہو گا کہ مرزا جی کی'' انگریز دشمنی'' بھی دراصل انگریز کی وفاداری کا ہی دوسرا نام ہے۔

قارئین کرام! خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ تو فرمائے: یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ اگر تم ایسا کرو گے تو انہیں میں سے ہو جاؤ گے۔ لیکن مرزا جی پوری زندگی انگریز کی وفاداری میں ہی گزار دیں۔ اور مسلمانوں کے خلاف انگریز کی مدد کے طالب رہیں۔ اور زندگی بھر کشکول گدائی اٹھائے انگریز سے اس کی نظر کرم کی بھیک مانگتے رہیں۔ اور قوم کو انگریز سے وفاداری اور ان کی غلامی پر قائم رہنے کی تعلیم ہی دیتے رہیں۔ کیا ایسا انسان کوئی باضمیر انسان بھی ہو سکتا ہے؟ اور ایسے کو نبی ماننا اگر پاگل پن نہیں ہے تو اسے کیا کہا جائے گا؟ الغرض انگریز سے مرزا جی کی یہ وفاداریاں ان کے دعویٰ کے کذب پر واضح دلائل میں سے ہیں۔

قادیانیت کے تناظر میں



چند معرکۃ الآراء مسائل

مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنی خود ساختہ نبوت کو ثابت کرنے کے لئے ایک بہت لمبا چکر کاٹنا پڑا۔ اپنے آپ کو زمرہِ مسلمین میں شامل بھی رکھنا اور دعویٰ نبوت بھی کرنا۔ دو بالکل متضاد چیزیں ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی بندہ کہے کہ میں مسلمان ہوں لیکن خدا کو نہیں مانتا۔ لیکن مرزا جی نے ایسا ثابت کرنے کی ایک کامیاب کوشش کی کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے رہے اور خدا کا انکار بھی کرتے رہے لیکن اس ڈھنگ سے اور اس شاطرانہ طرز سے کہ انہیں بہت سے لوگ ایسے مل گئے جو ان کی صداقتوں کے گن گاتے رہے۔ انہوں نے قطعی اور مسلمہ عقائد کا انکار کیا اور ان کی ایسی ایسی فاسد تاویلیں کیں کہ انہیں پڑھتے ہوئے تعجب بھی ہوتا ہے اور ہنسی بھی آتی ہے اور مزید تعجب اور افسوس ان لوگوں پر ہوتا ہے جو آنکھیں بند کیے ان کی ایسی مضحکہ خیز تاویلات کو مانتے چلے گئے۔ ایسے ہی لوگوں کی نفسیات کا تذکرہ اقبال نے یوں کیا تھا:

تاویل کا پھندہ کوئی صیاد لگا دے
یہ شاخِ نشیمن سے اترتا ہے بہت جلد

مرزا جی مسلمہ عقائد کا انکار اس طرز اور اسلوب سے کرتے رہے کہ عقائد کا انکار بھی ہو جائے اور ان کے مذموم عقائد بھی ثابت ہوتے جائیں۔

دوستو! اب گلستاں میں یوں گزارا چاہیے
باغباں بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی

مرزا جی نے جن مسلمہ اور قطعی عقائد کا انکار کر کے ان کی خود ساختہ تاویلات کیں جن کے بغیر ان کا دھندہ چل نہیں سکتا تھا۔ انہوں نے جن مسائل میں پوری امت مسلمہ سے ہٹ کر ایک الگ مؤقف اختیار کیا۔ جو کہ قرآن وسنت کے بھی مخالف تھے، اجماع امت اور عقل دانش کے بھی۔ ان میں سے چند مسائل ملاحظہ ہوں:

(1) مسئلۂ ختم نبوت

یہ مسئلہ وہ بنیادی اور مرکزی مسئلہ ہے، جس کا انکار کرنے کے لئے مرزا جی کو سارے پاپڑ بیلنے پڑے اور یہی مسئلہ، انہیں امت مسلمہ سے الگ کرتا ہے۔ مسئلہ ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ نبوت و رسالت کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا وہ حضور ﷺ پر ختم کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے جو دین حضور ﷺ کو دیا وہ ہر لحاظ سے مکمل تھا اور قیامت تک تمام انسانوں کی ضروریات کے لیے کافی تھا اور اسے محفوظ رکھنے کا ذمہ بھی اللہ تعالیٰ نے خود لیا اس لیے حضور ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ قرآن و سنت میں واضح الفاظ میں اعلان فرما دیا گیا کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

لیکن اس مسلمہ اور قطعی عقیدہ کے خلاف مرزا جی نے کہا کہ حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے سے مراد یہ ہے کہ آپ نبیوں کی مہر ہیں اب جو بھی نبی آئے گا حضور کی مہر سے آئے گا اور مجھ پر حضور کی مہر لگی ہے لہٰذا میں نبی ہوں۔

یہ عقیدہ جس طرح قرآن و سنت، اجماع امت اور عقل و دانش کے خلاف ہے، گزشتہ صفحات میں اس پر تفصیلی بحث ہو چکی ہے اور مرزا جی کے دعویٰ کے بطلان پر عقلی اور نقلی دلائل ذکر کیے جا چکے ہیں۔ لہٰذا یہاں یہ اجمال ہی کافی ہے۔ دیگر مسائل ملاحظہ ہوں:

(2) حیات و نزول عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر ہیں۔ آپ کے متعلق امت مسلمہ ہمیشہ سے اس عقیدہ پر متفق رہی ہے کہ جب یہودیوں نے آپ کو قتل کرنے اور صلیب پر لٹکانے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا۔ قیامت کے قریب جب دجال ظاہر ہو گا تو حضرت عیسی علیہ السلام دوبارہ زمین پر اتریں گے۔ دمشق کی مشرقی جانب جامع مسجد میں آپ کا نزول ہو گا۔ فجر کی نماز کا وقت ہو گا آپ اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے کاندھوں پر رکھے ہوئے دو زرد رنگ کی چادریں اوڑھے ہوئے ہوں

گے۔ آپ دجال کو قتل کریں گے، اپنی زندگی گزاریں گے اور اپنی طبعی موت سے آپ کا وصال ہوگا اور پھر حضور ﷺ کے گنبد خضرا کے اندر آپ کو دفن کیا جائے گا یہ عقیدہ قرآن و سنت کی نصوص قطعیہ کے عین مطابق ہے اور امت ہمیشہ سے اس عقیدہ پر متفق رہی ہے۔

جبکہ مرزا قادیانی صاحب نے اپنے آپ کو مسیح موعود ثابت کرنے کے لئے اس مسلمہ عقیدہ کا انکار کیا۔ انہوں نے کہا کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے سولی پر چڑھایا۔ تو وہ آپ کو مردہ سمجھ کر چھوڑ کر چلے گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب ہوش میں آئے تو آپ وہاں سے چل کر کشمیر سری نگر آ گئے وہاں علاج کروایا۔ اور بہت عرصہ زندہ رہے اور پھر آپ کا انتقال ہوگیا اور وہیں محلّہ خاں یار میں آپ کو دفن کر دیا گیا۔

یعنی آپ کو زندہ آسمانوں پر نہیں اٹھایا گیا۔ بلکہ آپ طبعی موت فوت ہوئے اور آپ کا نزول نہیں ہوگا۔ اور حدیث مبارکہ میں جس عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کا تذکرہ ہے۔ مرزا جی نے کہا کہ میں وہی عیسیٰ علیہ السلام ہوں اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نشانیوں کو عجیب و غریب اور مضحکہ خیز طریقوں سے اپنے اوپر منطبق کرنے کی کوشش کی۔ اور مرزا جی کی کتابوں کا ایک بہت بڑا حصہ اسی مسئلہ کی نذر ہوگیا۔ اور وہ اپنے آپ کو ہی عیسیٰ علیہ السلام ثابت کرتے رہے۔

یہ اس مسئلہ کا ایک اجمالی تعارف تھا آیئے قرآن وسنت کی روشنی میں اس مسئلہ پر ایک تفصیلی نظر ڈالیں اور پھر مرزا جی کے خود ساختہ عقیدہ کے بطلان پر ایک نظر ڈالیں۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام قرآن کریم کی روشنی میں

اس مسئلہ پر قرآن کریم سے چند مقامات ملاحظہ ہوں:

پہلی آیہ کریمہ

وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ

لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًۢا ﴿۱۵۷﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ﴿۱۵۸﴾ وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ (النساء)

''اور ان کے یہ کہنے پر (ہم نے یہود پر لعنت کی) کہ ہم نے اللہ کے رسول مسیح ابن مریم کو قتل کر دیا حالانکہ انہوں نے نہ انہیں قتل کیا اور نہ انہیں سولی دی۔ بلکہ معاملہ ان کے لیے مشتبہ کر دیا گیا۔ اور جو لوگ اس میں اختلاف کر رہے ہیں وہ اس کے متعلق شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کو اس کا کوئی علم نہیں وہ صرف گمان پر چل رہے ہیں۔ اور بے شک انہوں نے اسے قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غلبے والا اور حکمت والا ہے۔ اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے''۔

یہ آیات طیبات بڑے واضح انداز میں حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات اور ان کے آسمانوں پر اٹھائے جانے پر دلالت کر رہی ہیں۔ کیونکہ یہود کا گمان یہ تھا کہ انہوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کو قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ماقتلو و ما صلبوہ فرما کر ان کے اس گمان کو رد فرمایا کہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ ہی سولی لٹکایا۔ پھر ہوا کیا تو فرمایا: وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ کہ ان پر معاملہ مشتبہ کر دیا گیا یعنی ایک دوسرے بندے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ ڈال دی گئی اور انہوں نے اسے ہی حضرت عیسی علیہ السلام گمان کر کے سولی پر لٹکا دیا۔

جسے قتل کیا گیا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی مخلص حواری تھا، منافق تھا یا کوئی یہودی تھا اس میں اختلاف ہے۔ تفصیل بعد میں آئے گی انشاء اللہ البتہ یہ بات مسلمہ ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ کسی دوسرے بندے کو عیسیٰ علیہ السلام گمان کرتے ہوئے سولی پر لٹکایا اور قتل کیا۔

پھر ان میں اختلاف ہو گیا کہ جو بندہ عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے ان کے کمرے میں گیا تھا۔ وہ واپس نہیں آیا جسے ہم نے قتل کیا اگر وہ عیسیٰ علیہ السلام ہے تو ہمارا آدمی کہاں ہے

اور اگر وہ ہمارا آدمی تھا تو عیسیٰ علیہ السلام کہاں گئے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ اس میں اختلاف کر رہے ہیں اور حقیقت یہ ہے: مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝۱۵۷ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۔ کہ انہوں نے یقیناً عیسیٰ کو قتل نہیں کیا بلکہ انہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا یعنی تم نے جس کو قتل کیا وہ تو اور تھا عیسیٰ علیہ السلام کو تو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا۔ یہ بات بظاہر بڑی مشکل محسوس ہوتی تھی کہ اللہ تعالیٰ کسی انسان کو زندہ آسمان پر اٹھالے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔ کہ اللہ تعالیٰ بہت غلبہ والا اور حکمت والا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جو چاہے وہ کرسکتا ہے اور وہ بہتر جانتا ہے کہ اس نے کیا کرنا ہے تو آخر تمہیں اس میں ہی تعجب کیوں ہے؟

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت کے اور پہلو کا تذکرہ فرمایا: وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ کہ ہر اہل کتاب ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان لائے گا اس کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں کہ یا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی کسی یہودی یا عیسائی کی موت کا وقت آتا ہے تو اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمتیں واضح ہو جاتی ہیں اور وہ آپ پر ایمان لاتا ہے یعنی یہودی آپ کی عظمت کو مان لیتا ہے اور عیسائی غلو سے رک جاتا ہے لیکن اس وقت کا لایا ہوا ایمان قابلِ قبول نہیں ہوتا۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب قریب قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو جتنے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت کے منکر یہودی ہوں گے وہ آپ پر ایمان لائیں گے۔ یعنی آج ان کی عظمت کو نہ ماننے والے کل ان کی عظمت کو مان لیں گے۔

ان آیات طیبات کی یہی تفسیر جمیع مفسرین کرتے آئے ہیں۔ مرزا جی کی خود ساختہ تاویل سے پہلے کسی مفسر نے وہ بات نہیں کہی جو مرزا جی کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مرزا جی قرآن کریم سے عقیدہ اخذ نہیں کر رہے تھے بلکہ اپنے خیالات فاسدہ کے مطابق قرآنی آیات کو ڈھالنے میں لگے ہوئے تھے۔

احکام تیرے حق ہیں مگر اپنے مفسر
تاویل سے قرآن کو بنا دیتے ہیں پازند

(اقبال)

مرزا جی اس مقام پر یہ کہتے ہیں کہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکانے کے بعد مردہ چھوڑ کر چلے گئے وہ وہاں سے اٹھے اور سری نگر آزاد کشمیر میں آ گئے اور یہاں کافی عرصہ زندہ رہے اور پھر 125 سال کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا اور وہاں محلّہ خانیار میں ان کو دفن کر دیا گیا اور آسمانوں پر عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں ان کی روح کو اٹھا گیا۔

مرزا جی کا یہ مؤقف نصوص قرآنی کے خلاف تو ہے ہی اس میں اور بھی بہت سی باتیں ان کے دعویٰ کے بطلان پر بین دلیل ہیں۔ ایک بات یہ کہ اگر یہود نے ان کو سولی پر لٹکا ہی دیا اور مردہ سمجھ کر چھوڑ کر چلے گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سری نگر آ گئے تو یہود کی یہ کامیابی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مخفی طور پر سری نگر آ جانا اور پھر ایسا پردۂ اخفاء میں چلے جانا کہ انیس سو سال تک کسی مفسر محدث اور کسی بھی فرد کو پتہ ہی نہ چلا۔ انیس سو سال کے بعد صرف مرزا جی کو پتہ چلا اس پس منظر میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ میں ''غلبہ والا اور حکمت والا ہوں'' بے معنی ہو کے رہ جائے گا۔ کیونکہ اس کے پیغمبر کو سولی پر لٹکا دیا گیا اور وہ اپنی جان بچاتے ہوئے اپنے وطن سے کوسوں دور آ بسے اور پھر گوشہ گمنامی میں ہی انتقال کر گئے نعوذ باللہ من ذالک تو اس سے اللہ تعالیٰ کا غلبہ کیسے ثابت ہو گیا؟ فرض کریں اگر ایک بندہ یہ کہے کہ میں اپنے دشمن کو قتل کروں گا وہ اس پر حملہ کرے اور اسے مردہ سمجھ کر چھوڑ کر چلا جائے وہ بندہ بعد میں ہوش میں آئے اور چھپتا چھپاتا کسی دور کے مقام پر پہنچ جائے اور وہاں باقی زندگی بسر کرے اور پردیس میں ہی فوت ہو جائے تو ایمان سے کہنا وہ غالب ہوا یا اس کا دشمن؟ اللہ تعالیٰ کا غالب ہونا اسی صورت میں متحقق ہو سکتا ہے کہ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی ہی نہ دے سکیں اور اللہ تعالیٰ انہیں آسمان پر اٹھا لے اور پھر یہود سے موت کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت منوائے بھی۔

مرزا جی کے خودساختہ مؤقف میں حضرت عیسیٰ کی توہین تو ہے ہی اللہ تعالیٰ کے عزیز و حکیم پر بھی سخت تنقید ہے فافہم وتدبر

دوسری بات یہ ہے کہ مرزا جی کہتے ہیں کہ آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو اٹھایا گیا۔ تو روح تو ہر مومن کی اٹھائی جاتی ہے، اسے الگ سے بیان کرنے کی کوئی خاص وجہ سمجھ نہیں آتی اور اس مقام پر یہ بات بھی بہت قابلِ توجہ ہے کہ روح کا آسمان پر اٹھنا تو ایک روحانی معاملہ ہے جو کبھی بھی یہود کے خلاف حجت نہیں بن سکتا۔ ایک یہودی کہے کہ ان کی روح آسمان پر نہیں اٹھائی گئی تم کہو کہ اٹھائی گئی تو اسے کیسے قائل کرو گے کیونکہ قرآن کو تو وہ مانتا ہی نہیں اور رفع روح کا معاملہ ایک غیر مرئی معاملہ ہے۔ یہود پر حجت اسی صورت میں قائم ہوگی کہ جو بندہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے ان کے کمرے میں گیا تھا اس پر عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ ڈال دی گئی اور عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا گیا۔ اور وہ حیران رہ گئے کہ اگر یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں تو پھر ہمارا بندہ کدھر ہے اور اگر یہ ہمارا بندہ ہے تو عیسیٰ علیہ السلام کدھر ہیں؟ کہا جا سکتا ہے کہ اگر رفع عیسیٰ علیہ السلام سے یہود پر حجت قائم کرنی مقصود تھی تو پھر ایسا کیوں نہ ہوا کہ یہود کے دیکھتے ہوئے انہیں آسمانوں پر اٹھالیا جاتا اور سب یہود اس منظر کو دیکھتے۔ تو عرض یہ ہے کہ اگر حقیقت اسی طرح بے نقاب کر دی جائے تو پھر غیب غیب نہ رہتا اور انسان کے امتحان کی فلاسفی ختم ہو جاتی۔

''اشتباہ'' کا جو فلسفہ ایمانیات میں ہر جگہ کارفرما ہے وہ یہاں بھی رہنا ضروری تھا۔ خلاصۂ کلام یہ کہ روح کا آسمانوں پر اٹھنا نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخصیص ہے کہ اسے الگ ذکر کیا جاتا اور نہ ہی یہود پر حجت ہے کیونکہ یہ ایک غیر محسوس معاملہ ہے۔ اسے الگ بیان کرنے کی علت اور یہود پر حجت اسی صورت میں قائم ہو سکتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھایا جائے۔

تیسری گذارش یہ ہے کہ یہود کا دعویٰ یہ نہیں تھا کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو قتل کیا یا سولی لٹکایا۔ ان کا دعویٰ یہ تھا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا اور

صلیب پر لٹکایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید میں فرمایا: وَ مَا قَتَلُوْہُ وَ مَا صَلَبُوْہُ۔ کہ انہوں نے نہ ہی اسے قتل کیا اور نہ ہی اسے سولی لٹکایا۔ اسی پس منظر میں فرمایا: وَ مَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ۔ انہوں نے یقیناً اسے قتل نہیں کیا بلکہ اسے اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا۔ تو ظاہر ہے جسے قتل نہیں کیا گیا اسے ہی اٹھایا گیا اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح نہیں تھی بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی تھے یہ چیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع آسمانی پر ایک واضح نص ہے اب نص تو یہ کہتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا۔ اور مرزا جی کہتے تھے کہ نہیں وہ سری نگر کشمیر میں آگئے تو کیا یہ نص کی صریح مخالفت نہیں ہے۔ مرزا جی کا دعویٰ تو تب سچا ہوتا اگر اللہ تعالیٰ یوں فرماتا:

و ما قتلوه يقينا بل تخلص منهم و ذهب الى كشمير و اقام فيهم مدة طويلة ثم اماته الله ورفع اليه

کہ انہوں نے اسے یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ عیسی علیہ السلام نے ان سے چھٹکارا پایا اور وہ کشمیر کی طرف چلے گئے۔ ایک لمبی مدت وہاں اقامت پذیر رہے پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں موت دی اور اپنی طرف اٹھالیا۔

جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کے برعکس بڑے واضح الفاظ میں فرمایا: وَ مَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ۔ تو کیا یہ مرزا جی کے دعویٰ کے خلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے پر واضح دلیل نہیں؟ اور مرزا جی کا یہ دعویٰ نص صریح کی مخالفت نہیں؟ اور مرزا جی کی اس بات کو مان لینا کیا اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں مرزا جی کی بات کو اہمیت دینا نہیں کیا یہ بھی اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کا منظر نہیں؟

اس پس منظر میں چوتھی گذارش یہ ہے کہ ان آیات کی تفسیر چودہ سو سال تک امت مسلمہ کے علماء ربانیین اور مفسرین کرام کرتے آئے ہیں۔ آپ مرزا جی سے پہلے کی کوئی بھی تفسیر اٹھالیں۔ آپ کو وہ بات نہیں ملے گی جو مرزا کہہ رہے ہیں تو کیا حضور ﷺ نے

بھی اس آیت کریمہ کا مفہوم امت پر واضح نہ فرمایا اور صحابہ کرام، تابعین عظام اور مفسرین کرام سب اس آیت کے حقیقی مفہوم سے ناواقف رہے اور مرزا جی پر ہی یہ معنی کھلے؟ کیا پوری امت کے مقابلہ میں مرزا جی کا یہ خودساختہ مؤقف اجماع امت کی مخالفت نہیں؟

جن مفسرین کرام کے علم و فضل کے سامنے مرزا جی طفل مکتب کی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔ جن کے تقویٰ و تدین کے سامنے مرزا جی کو لانا بھی توحید کے مقابل کسی بت کو لانے سے بھی زیادہ برا ہے۔ ان میں سے چند حضرات کی آراء ملاحظہ ہوں اور پھر مرزا جی کے راہ مستقیم سے بھٹکنے کا اندازہ کریں اور مرزا جی کو نبی ماننے والے احباب کی عقل پر ماتم کریں یا ان کی بے بسی پر اظہار تاسف کریں۔

مفسرین کرام علیہم الرحمہ میں سے چند ایک کی آراء ملاحظہ ہوں

(1) امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ

(بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ)......رفع عیسی علیه السلام ثابت بهذه آلایة......

(وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا) و المراد من العزة كمال القدرة و من الحكمة كمال العلم فنبه بهذا على ان رفع عيسى من الدنيا الى السموات و ان كان كالمتعذر على البشر لكنه لاتعذر فيه بالنسبة الى قدرتى و حكمتى و هو نظير قوله تعالىٰ (سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا) فان الاسراء و ان كان متعذرا بالنسية الى قدرة محمد الا انه سهل الى قدرة الحق سبحانه(1)

(بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ)......عیسیٰ علیہ السلام کا (آسمان پر) اٹھایا جانا اس آیت سے ثابت ہے۔

1۔ تفسیر کبیر، جلد 11، صفحہ 103۔ مکتب الاعلام الاسلامی

"(وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا) یہاں عزیز سے مراد یہ ہے کہ وہ کمال قدرت والا ہے اور حکیم سے مراد یہ ہے کہ وہ کمال علم والا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دنیا سے آسمانوں پر اٹھایا جانا اگرچہ کسی بشر کے لئے بہت مشکل ہے لیکن میری قدرت اور حکمت کی نسبت سے مشکل نہیں ہے اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: (سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا) کیونکہ اسراء اگرچہ حضور ﷺ کی نسبت سے مشکل ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نسبت سے آسان ہے"۔

(2) علامہ نظام الدین الحسن بن محمد بن الحسین القمی النشیابوری متوفی 727ھ

(وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا) على ان رفع عيسى الى السماء بالنسية الى قدرته سهل و ان فيه من الحكم و الفوائد ما لا يحصيها الاهو (1)

"(وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا) اور اللہ غلبہ والا اور حکمت والا ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نسبت سے آسان ہے۔ اور اس میں جو حکمتیں اور فوائد ہیں انہیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے"۔

(3) العلامہ ابن کثیر الدمشقی متوفی 774ھ

علامہ ابن کثیر نے اس مقام پر بہت تفصیل سے لکھا ہے انہوں نے بڑے محقق اور مدلل انداز میں ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا۔ اور قیامت سے پہلے ان کا نزول ہوگا۔ انہوں نے اس مقام پر متعدد احادیث مبارکہ اور اقوالِ اسلاف سے استدلال کیا ہے احادیث کا تذکرہ تو بعد میں ہوگا۔ سردست ان کا صرف یہ فرمان ملاحظہ ہو۔ وہ اس پس منظر میں لکھتے ہیں:

(وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ) قال قبل

1۔ تفسیر غرائب القرآن، جلد 6، صفحہ 15 شرکۃ مکتبہ، مطبعہ مصطفیٰ البابی۔ مصر

موت عیسیٰ ان اللّٰہ رفع الیہ عیسی و ھو باعث قبل یوم القیامۃ مقاما یومن بہ البر و الفاجر۔ و کذا قال قتادہ و عبدالرحمن بن زید بن اسلم وغیر و احد۔ و ھذا القول ھو الحق کما سنبینہ بعد بالدلیل القاطع ان شاء اللّٰہ...... (1)

''(وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ) اور ہر اہل کتاب ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان لائے گا۔ (حضرت حسن نے) فرمایا: اس آیت سے مراد یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ہر اہل کتاب ان پر ایمان لائے گا۔ بے شک عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی (آسمان کی) طرف اٹھالیا ہے اور قیامت سے پہلے وہ تشریف لائیں گے اور وہ ایسے مقام پر فائز ہوں گے کہ ہر نیک و بد ان پر ایمان لائے گا۔ یہی قول قتادہ کا ہے عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے بھی یہی کہا ہے اور بہت سے اسلاف نے یہی کہا ہے۔ اور یہی قول حق ہے جیسا کہ انشاء اللہ ہم اسے قطعی دلائل سے ثابت کریں گے''۔

(4) امام جلال الدین سیوطی متوفی 811ھ

(قَبۡلَ مَوۡتِهٖ) ای الکتابی حین یعاین ملائکۃ الموت فلا ینفعہ ایمانہ اوقبل موت عیسی لما ینزل قرب الساعۃ کما ورد فی الحدیث(2)

''یعنی ہر اہل کتاب جب موت کے وقت فرشتوں کو دیکھتا ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاتا ہے۔ لیکن یہ ایمان اسے نفع نہیں دیتا یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ہر اہل کتاب ان پر ایمان لائے گا۔ جب وہ قیامت کے قریب نازل ہوں گے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ذکر ہے''۔

1۔ تفسیر ابن کثیر، جلد 1، صفحہ 546۔ مطبوعہ دار الحدیث 140 شارع جوہر۔ القاہرہ

2۔ تفسیر جلالین، صفحہ 91۔ اصح المطابع وکارخانہ تجارت کتب۔ کراچی

(5) العلامہ ابراہیم بن عمر البقاعی متوفی 885ھ

(قَبْلَ مَوْتِهٖ) ای موت عیسی علیه الصلوٰة و السلام ای انه لایموت حتی ینزل فی آخر الزمان ۔(1)

"(قَبْلَ مَوْتِهٖ) یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ہر اہل کتاب ان پر ایمان لائے گا۔ اور آپ کا وصال اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک آپ آخری زمانہ میں (زمین پر) نازل نہ ہوں"۔

(6) العلامہ السید محمود آلوسی متوفی 1270ھ

(بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ) ای بل رفعه سبحانه الیه یقینا ...... وفیه تقدیر مضاف عند ابی حیان ای الی سمائه۔ قال : و هوحی فی السماء الثانية علی ما صح عن النبی صلی الله علیه وسلم فی حدیث المعراج و هوهناک مقیم حی ینزل الی الارض یقتل الدجال(2)

"(بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ) یعنی بلکہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا...... ابوحیان کہتے ہیں کہ اس میں مضاف محذوف ہے یعنی "الیہ" سے مراد ہے "الی سمائہ"۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے آسمان کی طرف اٹھالیا وہ فرماتے ہیں وہ معراج والی صحیح حدیث کے مطابق دوسرے آسمان پر زندہ ہیں وہ وہاں مقیم ہیں۔ وہ زمین پر اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے"۔

اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے انہیں چند حوالوں پر اکتفاء کیا گیا ورنہ آپ کوئی تفسیر اٹھالیں آپ کو وہ بات کہیں بھی نہیں ملے گی جو مرزا صاحب ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ آپ کو صرف یہی ملے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھایا گیا اور وہ قیامت

1۔ تفسیر نظم الدرر، جلد 2، صفحہ 365۔ دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان

2۔ روح المعانی، جلد 6، صفحہ 12۔ الطباعۃ المنیریہ، احیاء التراث العربی، بیروت

کے قریب زمین پر تشریف لائیں گے۔ قرآن مجید سے چند اور مقامات ملاحظہ ہوں:

دوسری آیۂ کریمہ

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَىَّ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا...... الخ (آل عمران:55)

''یاد کرو جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ! میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا اور تجھے کافروں سے پاک کردوں گا۔ (کنزالایمان)''۔

اس آیۂ کریمہ کا صاف اور سیدھا مفہوم یہ ہے کہ یہود یہ کہتے تھے کہ ہم عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تمہیں قتل نہیں کرسکیں گے بلکہ میں ایسے حالات پیدا کروں گا کہ تم اپنی طبعی موت سے وفات پاؤ۔ پھر سوال تھا کہ یہود تو تلے ہوئے تھے آپ کو قتل کرنے پر تو اس کی عملی صورت کیا ہوگی کہ وہ آپ کو قتل نہ کرسکیں تو اس کے جواب میں فرمایا: وَ رَافِعُكَ اِلَىَّ کہ میں تمہیں اپنی طرف اٹھالوں گا اور آپ کی یہ عظمت ہی آپ پر لگائے گئے الزامات کا جواب ہوگی۔

بعض مفسرین کا یہ خیال ہے کہ اس آیۂ کریمہ میں تقدیم و تاخیر ہے جو کہ کلام کا ایک اسلوب ہے ان کے نزدیک اصل عبارت یوں ہے: انی رافعك الی و متوفیك۔ کہ میں تمہیں اپنی طرف اٹھالوں گا اور پھر تمہیں طبعی موت دوں گا۔

کسی مفسر نے یہ نہیں کہا کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے عیسیٰ! تمہیں فوت کروں گا اور پھر تمہاری روح کو اٹھاؤں گا کیونکہ فوت تو ہر کسی کو اللہ ہی کرتا ہے اور روح بھی ہر مومن کی اٹھائی جاتی ہے اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی تخصیص باقی نہیں رہتی۔

مرزا جی کے اس خودساختہ معنی کرنے سے پہلے ہی تمام مفسرین اس پر متفق چلے آرہے ہیں گویا ان کے نزدیک یہ کوئی متنازعہ مسئلہ تھا ہی نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھایا گیا یا نہیں بلکہ وہ ایک حقیقت ثابتہ کے طور پر اس کا ذکر کرتے آئے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھالیا گیا۔ چند مفسرین کی آراء ملاحظہ ہوں:

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ

امام رازی علیہ الرحمہ اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں پہلا قول یہ درج کرتے ہیں:

معنی قوله (اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ) ای متمم عمرک : فحینئذ اتوفاک فلا اترکهم حتی یقتلوک. بل انا رافعک الی سمائی و مقربک بملائکتی و اصونک عن ان یتمکنوا من قتلک و هذا تاویل حسن(1)

"(اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ) کا معنیٰ ہے کہ میں تیری عمر کو پورا کرنے والا ہوں۔ پھر میں تمہیں فوت کروں گا۔ اور میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا کہ وہ تمہیں قتل کریں۔ بلکہ میں تمہیں آسمان پر اٹھالوں گا اور اپنے ملائکہ کا مقرب بناؤں گا اور اس چیز سے میں تمہاری حفاظت کروں گا کہ وہ تمہارے قتل پر قادر ہوں۔ یہ سب سے اچھی تاویل ہے"۔

امام رازی نے اس حسن تاویل کے بعد ایک قول یہ بھی درج کیا ہے کہ آپ پر چند لمحوں کے لیے موت طاری کی گئی اور آپ کو زندہ کرکے آسمان پر اٹھالیا گیا۔ لیکن اس قول سے بھی قادیانی حضرات کے دعویٰ سے کوئی تعلق نہیں۔ اور یہ قول بھی ان کے لیے مفید نہیں کیونکہ اوّلاً یہ قول ایک حسن قول کے مقابلہ میں ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ قادیانی حضرات کا دعویٰ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھایا ہی نہیں گیا۔ اور سری نگر میں ان کی قبر ہے جبکہ اس قول کا مفاد بھی یہی ہے کہ انہیں زندہ آسمانوں پر اٹھایا گیا۔ اگر اس شاذ قول کی کوئی حقیقت مان بھی لی جائے تب بھی نفس مسئلہ میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور قادیانی حضرات کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ امام رازی تو واضح الفاظ میں فرما رہے ہیں:

و قد ثبت الدلیل انه حی و ورد الخبر عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انه سینزل و یقتل الدجال ثم انه تعالیٰ یتوفاه بعد ذالک

1۔ تفسیر کبیر، جلد 8، صفحہ 71

"یہ دلیل سے ثابت ہے کہ آپ زندہ ہیں اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آپ نازل ہوں گے، دجال کو قتل کریں گے پھر اللہ تعالیٰ انہیں فوت کرے گا"۔

مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو آسمانوں پر اٹھایا گیا نہ کہ ان کے جسم کو، تو امام رازی تو بڑی وضاحت سے اس کی تردید کر رہے ہیں محسوس یہ ہوتا ہے جیسے امام رازی نور ولایت سے دیکھ رہے ہیں کہ مرزا قادیانی یہ دعویٰ کرے گا اور آپ آٹھ سو سال پہلے اس کی تردید فرما رہے ہیں۔

اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں چھٹا قول یہ درج کرتے ہیں:

> ان توفی اخذ الشیء وافیا۔ و لما علم ان من الناس من یخطر بباله ان الذی رفعه اللّٰه هو روحه لاجسده ذکر هذا الکلام لیدل علی انه علیه الصلوٰة و السلام رفع بتمامه الی السماء بروحه و بجسده ویدل علی صحة هذا التاویل قوله تعالیٰ (وَ مَا یَضُرُّوْنَکَ مِنْ شَیْءٍ) (1)

"توفی کا معنی ہے کسی چیز کو مکمل طور پر لے لینا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ علم تھا کہ کچھ بندوں کے دل میں یہ خیال جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو اٹھایا ہے ان کے جسم کو نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ کلام ذکر کیا تا کہ اس چیز پر دلالت کرے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو روح اور جسم کے ساتھ مکمل طور پر آسمانوں پر اٹھایا گیا اور اس تاویل کی صحت پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی دلالت کرتا ہے: "کہ وہ تمہیں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے"۔

کیا امام رازی علیہ الرحمہ کی ان وضاحتوں کے بعد بھی مرزا جی کے دعویٰ کے بطلان پر ئی شک باقی رہ جاتا ہے؟

1۔ نفس مصدر، صفحہ 72

(2) امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی متوفی 668ھ

امام قرطبی علیہ الرحمہ اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

...... قال جماعة من اهل المعانی منهم الضحاک والفراء فی قوله تعالیٰ ''اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ'' علی التقدیم و التاخیر لان الواو لا توجب الرتبة و المعنی ''انی رافعک الی و مطهرک من الذین کفروا و متوفیک بعد ان تنزل من السماء کقوله تعالیٰ ''وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى'' و التقدیر ولولا کلمة سبقت من ربک و اجل مسمی لکان لزاما...... و الصحیح ان اللّٰہ تعالیٰ رفعه الی السماء من غیر وفاة ولا نوم کما قال الحسن و ابن زید و هواختیار الطبری و هو الصحیح عن ابن عباس وقاله الضحاک(1)

''...... اہل معانی کے ایک گروہ جس میں ضحاک اور فراء بھی شامل ہیں، نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان'' اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ'' میں تقدیم و تاخیر ہے کیونکہ واؤ ترتیب کو لازم نہیں کرتی۔ اس آیۂ کریمہ کا معنی یہ ہے کہ انی رافعك الی و مطهرك من الذین کفروا و متوفیك بعد ان تنزل من السماء۔'' کہ میں تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور کافروں سے تجھے پاک کرنے والا ہوں اور تیرے آسمان سے اترنے کے بعد تجھے فوت کرنے والا ہوں''۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں تقدیم و تاخیر ہے: وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى۔'' اگر تیرے رب کی طرف سے ایک بات طے نہ ہو چکی ہوتی اور ایک مدت مقرر نہ ہوتی تو ضرور ان کا فیصلہ چکا دیا

1۔ قرطبی، جلد 4، صفحہ 100۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت۔ لبنان

جاتا'' اس آیت کی اصل عبارت یوں ہے: ولو لا کلمة سبقت من ربك و اجل مسمی لکان لذاما...... اور اس آیۂ کریمہ کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بغیر وفات اور نیند کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا جیسا کہ حسن اور ابن زید نے کہا اور طبری نے بھی اسے ہی اختیار کیا ہے اور ابن عباس کا صحیح قول بھی یہی ہے اور ضحاک نے بھی یہی کہا ہے''۔

3۔امام جلال الدین سیوطی متوفی 811ھ

امام سیوطی لکھتے ہیں:

اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰۤى اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ قابضک وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ من الدنیا من غیر موت۔(1)

کہ یہاں ''مُتَوَفِّیْكَ'' کا معنی ہے ''قابضک'' کہ میں مکمل طور پر تجھے اپنے قبضہ میں لینے والا ہوں۔ ''وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ'' کا معنی ہے کہ میں تجھے بغیر موت کے دنیا سے اٹھانے والا ہوں''

4۔العلامہ علی بن احمد بن ابراہیم المہائمی متوفی 835ھ

علامہ مہائمی لکھتے ہیں:

اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ۔ ای اخذ بکلیتک و لا ادع لک شهوة طعام و لاشراب فیحتاج الی مساکنة الارض لانی رافعک الی ای الی سمائی (2)

'' اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ ''یعنی تجھے مکمل طور پر لینے والا ہوں اور میں تجھ میں کھانے اور پینے کی کوئی خواہش نہیں چھوڑوں گا جن کے سبب تو زمین کے ٹھکانوں کا محتاج ہو کیونکہ رَافِعُكَ اِلَیَّ میں تجھے آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں''۔

اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں جملہ مفسرین یہی لکھتے آئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

1۔تفسیر جلالین، صفحہ 52   2۔تفسیر تبصیر الرحمٰن، جلد 1، صفحہ 113، مکتبہ فاروقیہ محلہ جنگی، پشاور

ہے کہ اے عیسیٰ! علیک السلام یہود تجھے قتل نہیں کر سکیں گے بلکہ تم اپنی پوری عمر کو پہنچو گے اور میں تجھے آسمان پر اٹھا لوں گا۔ لیکن مرزا جی کا دعویٰ ان کا خود ساختہ دعویٰ تو ضرور ہے لیکن اس کی پشت پر قرآن وسنت کی کوئی گواہی موجود نہیں ہے۔

تیسری آیۂ کریمہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے پر تیسری دلیل یہ آیۂ کریمہ ہے:

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ (آل عمران)

''اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے (ان کے خلاف) خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے''۔ (البیان)

اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام ہمیشہ سے یہ لکھتے آئے ہیں کہ ان کا مکر یہ تھا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اس مکر کے جواب یہ جو خفیہ تدبیر فرمائی جسے قرآن مجید میں مَكَرَ اللّٰهُ سے تعبیر فرمایا ہے وہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا۔ صرف چند شواہد ملاحظہ ہوں:

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ

اما مکرهم بعیسی علیه السلام فهو انهم هموا بقتله و اما مکر اللّٰه تعالیٰ بهم ففیه وجوه الاول : مکر اللّٰه تعالی بهم هو انه رفع عیسی علیه السلام الی السماء (1)

''ان کا عیسیٰ علیہ السلام سے مکر یہ تھا کہ انہوں نے آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور اللہ تعالیٰ کا ان کے ساتھ مکر (خفیہ تدبیر) میں چند وجوہ ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ان کے ساتھ مکر یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا''۔

1۔ تفسیر کبیر، جلد 8، صفحہ 69

علامہ ابن کثیر متوفی 774ھ

علامہ ابن کثیر ''مَکَرَاللّٰہُ'' کی تفسیر یوں کرتے ہیں:

نجاه اللّٰه تعالیٰ من بینهم و رفعه من روزنة ذالک البیت الی السماء و القی اللّٰه شبهه علی رجل ممن کان عنده فی المنزل فلما دخل اولئک اعتقدوه فی ظلمة اللیل عیسی فاخذوه و أهانوه و صلبوه و وضعوا علی راسه الشوک و کان هذا من مکر اللّٰه (1)

''کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو ان سے نجات دی اور انہیں گھر کے روشندان سے آسمان پر اٹھالیا اور عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت اس شخص پر ڈال دی جو اس وقت آپ کے پاس تھا۔ جب وہ اس گھر میں داخل ہوئے۔ رات کی تاریکی کی وجہ سے انہوں نے اسی شخص کو عیسیٰ علیہ السلام گمان کرلیا۔ انہوں نے اس شخص کو پکڑا اس کی تذلیل کی، اسے سولی لٹکایا اور اس کے سر پر کانٹے رکھے۔ یہ اللہ کی خفیہ تدبیر (مکر) میں سے تھا''۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 811ھ

امام سیوطی لکھتے ہیں:

وَمَکَرُوْا ای کفار بنی اسرائیل بعیسی اذ وکلوا به من یقتله غیلة۔ وَمَکَرَاللّٰہُ بهم یان القی شبه عیسی علی من قصد قتله فقتلوه و رفع عیسی(2)

''وَمَکَرُوْا'' یعنی بنی اسرائیل کے کافروں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مکر کیا جب انہوں نے ایک بندے کو مقرر کیا جو آپ کو دھوکہ سے قتل کرے ومکر اللہ۔ اور اللہ کا ان کے ساتھ مکر یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت

1۔ تفسیر ابن کثیر، جلد 1، صفحہ 346　　2۔ تفسیر جلالین، صفحہ 52

اس شخص پر ڈال دی جو آپ کو قتل کرنا چاہتا تھا انہوں نے اسی شخص کو قتل کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو (آسمان پر) اٹھالیا"۔

چوتھی آیۂ کریمہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذْ كَفَفْتُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ (المائدہ)

"(جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے عیسیٰ ابن مریم! میری اس نعمت کو یاد کرو......)
جب میں نے بنی اسرائیل کو تم سے روکا جب تم ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو ان کے منکروں نے کہا یہ تو ایک واضح جادو ہے"۔

اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ان احسانات کا ذکر فرمایا ہے جو اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فرمائے تھے جیسے روح القدس سے ان کی مدد کرنا۔ انہیں پنگھوڑے میں کلام کرنے کی طاقت دینا انہیں تورات وانجیل کی تعلیم دینا وغیرھم۔ اسی پس منظر میں اپنے اس احسان کو ذکر فرمایا کہ میں نے تجھے بنی اسرائیل سے پناہ دی۔ یعنی جب وہ تمہیں قتل کرنا چاہتے تھے تو میں نے تجھے پناہ دی۔ اس پناہ کی عملی صورت یہ ہوئی کہ جب انہوں نے آپ کو قتل کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان پر اٹھالیا جیسا کہ قرآن وسنت میں اس کی صراحت کردی گئی ہے۔ اگر مرزا جی کی بات مانی جائے کہ یہود نے انہیں سولی پر چڑھایا پھر مردہ چھوڑ کر چلے گئے پھر آپ کا علاج ہوتا رہا۔ پھر آپ چھپتے چھپاتے سری نگر کشمیر پہنچ گئے۔ تو یہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہود کا غلبہ ہے نہ کہ یہود سے پناہ اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں مفسرین نے وضاحت سے لکھا ہے کہ یہاں یہود سے پناہ دینے سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالینا ہے۔

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

المسئلة الثانيه۔ روى انه عليه الصلوة و السلام لما

اظهر هذه المعجزات العجیبة قصد الیهود قتله فخلصه الله تعالیٰ منهم حیث رفعه الی السماء (1)

''دوسرا مسئلہ: مروی ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان عجیب و غریب معجزات کا ظہور ہوا۔ تو یہود نے انہیں قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو یہود سے اس طرح نجات دی کہ انہیں آسمان پر اٹھالیا''۔

اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

ای اذکر نعمتی علیک فی کفی ایاھم عنک حین جئتھم بالبراھین والحجج القاطعة علی نبوتک و رسالتک من اللّٰه الیھم فکذبوک و اتھموک بانک ساحر و سعوا فی قتلک و صلبک فنجیتک منھم و رفعتک الی و طھرتک من دنسھم و کفیتک شرھم و ھذا یدل علی ان ھذا الامتنان کان من اللّٰه الیه بعد رفعه الی السماء الدنیا او یکون ھذا الامتنان واقعا یوم القیامة و عبرعنه بصیغة الماضی دلالة علی و قوعه لامحالة و ھذا من اسراء لغیوب التی اطلع اللّٰه علیھا نبیه محمد صلی اللّٰه علیه وسلم (2)

''ان سے پناہ دینے میں میری اس نعمت کو یاد کرو۔ جب تو اپنی نبوت و رسالت پر واضح دلائل لے کر ان کے پاس آیا۔ انہوں نے تمہیں جھٹلایا اور تم پر تہمت لگائی کہ تم ایک جادوگر ہو۔ انہوں نے تجھے قتل کرنے اور سولی پر لٹکانے کی کوشش کی۔ تو میں نے تمہیں ان سے نجات دی اور تجھے اپنی طرف اٹھالیا۔ تجھے ان کے میل کچیل سے پاک کیا اور تجھے ان کے شر سے بچایا۔ یہ اس چیز پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ

1۔ تفسیر کبیر، جلد 12، صفحہ 127 2۔ تفسیر ابن کثیر، جلد 2، صفحہ 109

کا اپنا یہ احسان یاد دلانا عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد ہے۔
یا یہ احسان قیامت کے دن یاد دلایا جائے گا۔ اسے ماضی کے صیغہ سے اس لیے تعبیر کیا گیا تا کہ اس کے وقوع کے یقینی ہونے پر دلالت کرے۔ یہ غیب کے ان اسرار میں سے ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مطلع فرمایا:

کیا قرآن کریم کی یہ نصوص اور مفسرین کرام کی یہ آراء اس چیز کو واضح نہیں کر رہیں کہ اسلامی نقطہ نظر یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا۔

اس کی عملی صورت کیا ہوئی اس کی وضاحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمائی۔

رفع عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفصیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کا جو تذکرہ آیا ہے۔ اس کی تفصیل صحابی رسول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یوں فرمائی۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

قال ابن ابی حاتم حدثنا احمد بن سنان حدثنا ابومعاوية عن الاعمش عن المنهال بن عمرو بن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال لما اراد اللّٰه ان يرفع عيسى الى السماء خرج على اصحابه و فى البيت اثنا عشر رجلا من الحواريين يعنى فخرج عليهم من عين فى البيت و راسه يقطر ماء فقال ان منكم من يكفر بى اثنا عشر مرة بعد ان امن بى ثم قال ايكم يلقى عليه شبهى فيقتل مكانى و يكون معى فى درجتى فقام شاب من اصغرهم سنا فقال له اجلس۔ ثم اعاد عليهم فقام ذالک الشاب فقال اجلس ثم اعاد عليهم فقام الشاب فقال انا۔ فقال هو انت ذالک فالقى عليه شبه عيسى ورفع عيسى من

روزنة فی البیت الی السماء قال وجاء الطلب من الیهود فاخذوا الشبہ فقتلوہ ثم صلبوہ...... و ھذا اسناد صحیح الی ابن عباس و رواہ النسائی عن ابی کریب عن ابی معاویۃ بنحوہ و کذا ذکرہ غیر و احد من السلف انہ قال لھم ایکم یلقی علیہ شبھی فیقتل مکانی و ھو رفیقی فی الجنۃ(1)

''ابن ابی حاتم احمد بن سنان سے، وہ ابو معاویہ سے، وہ اعمش سے، وہ منہال بن عمرو سے، وہ سعید بن جبیر سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ کیا۔ تو آپ اپنے ساتھیوں کی طرف تشریف لے گئے۔ اس وقت گھر میں آپ کے بارہ حواری موجود تھے۔ آپ نے گھر میں موجود چشمہ پر غسل فرمایا آپ باہر تشریف لائے تو آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ آپ نے ان نے فرمایا: تم میں سے ایک شخص مجھ پر ایمان لانے کے بعد بارہ مرتبہ کفر کرے گا آپ نے فرمایا: تم میں سے کون (اس پر راضی) ہے کہ میری جگہ قتل کر دیا جائے اور وہ میرے درجہ میں میرے ساتھ رہے۔ یہ سنتے ہی ایک نوجوان کھڑا ہو جس کی عمر سب سے کم تھی۔ آپ نے اس سے فرمایا: بیٹھ جا۔ آپ نے پھر یہی بات دہرائی پھر وہی جوان کھڑا ہوا۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جا۔ آپ نے فرمایا: تو تو وہی ہے۔ پس اس پر عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ڈال دی گئی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو مکان کے روشندان سے آسمان پر اٹھالیا گیا۔ بعد ازاں یہود کے پیادے عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کے لئے گھر میں داخل ہوئے۔ اور اس شخص کو پکڑ لیا جس پر آپ کی شباہت ڈالی گئی تھی۔ اسے قتل کیا اور صلیب پر لٹکایا...... اس روایت کی سند ابن

1۔ تفسیر ابن کثیر، جلد 1، صفحہ 544

عباس کی طرف صحیح ہے۔ نسائی نے ابو کریب اور انہوں نے ابو معاویہ سے اسی طرح روایت کیا اور بہت سے اسلاف سے اسی طرح مروی ہے کہ آپ نے ان سے فرمایا: تم میں سے کون ہے جس پر میری شباہت ڈال دی جائے۔ اسے میری جگہ قتل کر دیا جائے تو وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا''۔

قرآن مجید سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور ان کا زندہ آسمانوں پر اٹھایا جانا آپ نے ملاحظہ فرمایا اور اس کی تفصیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ملاحظہ فرمائی۔ اور یاد رہے صحابی کا ایسا قول جو عقل کی بناء پر نہ کہا جا سکے وہ بھی حدیث کے حکم میں ہوتا ہے۔ گویا رفع عیسیٰ علیہ السلام کی یہ تفصیل خود حضور ﷺ نے بیان فرمائی جسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا۔

قرآن وسنت کے اس متفق علیہ عقیدہ کے خلاف مرزا جی کا خود ساختہ عقیدہ ملاحظہ ہو:

''اور اصل حقیقت کھلتی ہے اور صاف طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے سوانح میں اصل بات صرف یہ تھی کہ وہ موافق وعدۂ الٰہی کے صلیبی قتل سے نجات دیئے گئے اور پھر اس مرہم کے ساتھ چالیس دن تک ان کا علاج ہوتا رہا جیسا کہ انجیلوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس مقام پر جہاں صلیب پر چڑھائے گئے تھے واقعۂ صلیب کے بعد چالیس دن تک پوشیدہ طور پر رہے پھر جیسا کہ ان کو حکم تھا ان ملکوں کی طرف تشریف لے گئے جہاں جہاں یہودی اپنے وطن سے متفرق ہو کر آباد تھے چنانچہ اس نیت سے وہ کشمیر میں پہنچے اور کشمیر میں ایک سو بیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ اور شہر سرینگر محلّہ خان یار میں ان کا مزار ہے''۔(1)

ایک اور مقام پر لکھا:

''اور تم یقیناً سمجھو کہ عیسیٰ ابن مریم فوت ہو گیا ہے اور کشمیر سری نگر محلّہ خان یار میں اس کی قبر ہے''۔(2)

فیصلہ قارئین کرام خود فرمائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور ان کے آسمان

1۔ ایام الصلح، صفحہ 129 　　 2۔ کشتی نوح، صفحہ 24

پر اٹھائے جانے پر قرآن وسنت کیا کہتے ہیں آج تک مفسرین کرام کیا بیان کرتے آئے ہیں اور ان تمام نصوص کو چھوڑ کر مرزا جی کیا کہہ رہے ہیں؟ اور مزید تعجب اور افسوس ان لوگوں پر ہے جو قرآن وسنت کی تصریحات کو چھوڑ کر مرزا جی کی خودساختہ تاویلات پر ایمان رکھے ہوئے ہیں وہ اس بات کو کیوں بھول جاتے ہیں کہ عقیدہ نص سے ثابت ہوتا ہے تاویل سے نہیں۔

اللہ تعالیٰ سب کو صراط مستقیم نصیب فرمائے آمین۔



نزول عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

امت مسلمہ کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے زمین پر نزول ہوگا اور حضور اکرم ﷺ نے بڑی وضاحت سے بیان فرمایا کہ آپ کا نزول دمشق میں ہوگا، فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہوں گے، دو زرد رنگ کی چادروں میں ملبوس ہوں گے۔ آپ کا نزول صبح کی نماز کے وقت ہوگا۔ نمازی نماز کے لئے تیار ہوں گے۔ امام کا نام محمد ہوگا ان کے باپ کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ ہوگا۔ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہچان کر ان سے امامت کے لئے کہیں گے۔ آپ جواب میں ارشاد فرمائیں گے کہ آپ ہی نماز پڑھائیں۔ پھر آپ لُدّ کے دروازے پر دجال کو قتل کریں اور چالیس یا پینتالیس سال آپ اس دنیا میں موجود رہیں گے اور پھر آپ کا وصال ہوگا اور آپ نبی کریم ﷺ کے روضۂ اقدس میں دفن ہوں گے۔

نزول عیسیٰ علیہ السلام کا یہ عقیدہ شروع سے متفق رہا ہے ہمیشہ سے مفسرین کرام و علماء امت ایک اجماعی عقیدہ کے طور پر اس کا تذکرہ کرتے آئے۔ بالخصوص ختم نبوت کی بحث میں مفسرین کرام بڑی وضاحت سے لکھتے آئے ہیں کہ ختم نبوت کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت نہیں دی جائے گی لیکن عیسیٰ علیہ السلام کا آنا ختم نبوت کے منافی نہیں ہے کیونکہ آپ تو پہلے ہی نبی ہیں حضور اکرم ﷺ کے بعد انہیں نبوت نہیں دی گئی۔ اور آپ کا نزول ایک نبی کی حیثیت سے نہیں امتی کی حیثیت سے ہوگا۔ یہ عقیدہ اہل اسلام کا ایک متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے

امام ابوحنیفہ المتوفی 150ھ فرماتے ہیں:

ونزول عیسی علیه السلام من السماء و سائر علامات القیامة علی ماوردت به الاخبار الصحیحة حق کائن و

اللّٰہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم(1)

''اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول اور قیامت کی دیگر تمام علامات جیسا کہ صحیح احادیث میں آیا ہے حق ہیں وقوع میں آنے والی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے''۔

اس کی شرح میں حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

(ونزول عیسی علیه السلام من السماء) کما قال اللّٰہ تعالیٰ ''وانه'' ای عیسی ''لعلم للساعة'' ای علامة القیامة۔ وقال اللّٰہ تعالیٰ ''و ان من اھل الکتاب الالیومنن به قبل موته'' ای قبل موت عیسی علیه السلام بعد نزوله عند قیام الساعة۔ فتصیر الملل و احدة و ھی ملة الاسلام الحقیقیة...... ینزل عیسی علیه السلام من المنارة الشرقیة فی دمشق الشام و یجی الی قتال الدجال فیقتله بضربة فی الحال...... و قد ورد انه یبقی فی الارض اربعین سنة۔ ثم یموت و یصلی علیه المسلمون وید فنونه علی ما رواہ الطیالسی فی مسنده و روی غیرہ انه یدفن بین النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم والصدیق رضی اللّٰہ عنه وروی انه یدفن بین الشیخین(2)

''(ونزول عیسی علیه السلام من السماء)۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور بے شک وہ یعنی عیسیٰ قیامت کی نشانی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ

1۔ الفقہ الاکبر، صفحہ 112۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی۔

2۔ شرح الفقہ الاکبر، صفحہ 113-112۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ۔ کراچی

''اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے''۔ یعنی قیامت کے نزدیک جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو گا تو آپ کی موت سے پہلے ہر اہل کتاب آپ پر ایمان لائے گا...... عیسیٰ علیہ السلام کا نزول دمشق شام کے مشرقی منار پر ہو گا۔ اور وہ دجال کو قتل کرنے کے لیے آئیں گے اور اسے اسی وقت قتل کر دیں گے ...... اور مروی ہے کہ وہ چالیس سال زندہ رہیں گے۔ جیسا کہ طیالسی نے اپنی مسند میں روایت کیا۔ اور ان کے علاوہ کچھ لوگوں نے روایت کیا ہے کہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان دفن کیا جائے گا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ انہیں شیخین کے درمیان دفن کیا جائے گا''۔

یہ ایک اجماعی عقیدہ ہے۔ یہاں تک کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی اصولی طور پر یہ تسلیم ہے کہ اس مسئلہ میں اہل اسلام کا عقیدہ یہی ہے۔ وہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''مسلمانوں اور عیسائیوں کا کسی قدر اختلاف کے ساتھ یہ خیال ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم اسی عنصری وجود سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور پھر وہ کسی زمانہ میں آسمان سے زمین پر اتریں گے''۔(1)

تعجب ہے کہ جب مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے تو پھر مرزا جی کا تعلق کس مذہب سے ہے جو مسلمانوں کے خلاف ایک نیا عقیدہ گھڑ رہے ہیں؟

لیکن اس اجماعی اور متفقہ عقیدہ کے خلاف مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک نیا عقیدہ گھڑا۔ انہوں نے یہ کہا کہ یہ خیال غلط ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے ان کا تو انتقال ہو گیا اور سری نگر کشمیر کے محلہ خان یار میں ان کی قبر ہے۔ اب حدیث مبارکہ میں جس کے آنے کی بشارت ہے وہ مثیل مسیح ہو گا یعنی مسیح کی صفات کا حامل ایک شخص ہو گا اور پھر نازل ہونے والے مسیح کی علامات اور نشانیوں کو عجیب و غریب اور مضحکہ خیز

1۔ توضیح المرام، صفحہ 3

طریقوں سے اپنے اوپر منطبق کیا اور یہ دعویٰ کیا کہ آنے والے مسیح سے خود ان کی اپنی ذات مراد ہے۔ مرزا جی نبوت کی طرف قدم بقدم جن طریقوں سے بڑھتے رہے یہ بھی اسی کوشش کا ایک مرحلہ ہے پہلے مثیل مسیح بنے اور پھر مسیح موعود۔ پہلے دعویٰ کیا کہ مجھ میں مسیح علیہ السلام کی صفات پائی جاتی ہیں اور میں مثیل مسیح ہوں۔ ایک مقام پر مرزا جی نے لکھا:

''اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔ یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں جو آج ہی میرے منہ سے سنا گیا ہو۔ بلکہ یہ وہی پرانا الہام ہے جو میں نے خدا تعالیٰ سے پا کر براہین احمدیہ کے کئی مقامات پر بہ تصریح درج کر دیا تھا جس کے شائع کرنے پر سات سال سے بھی زیادہ عرصہ گزر گیا ہو گا۔ میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں۔ جو شخص یہ الزام میرے پر لگا دے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے بلکہ میری طرف سے عرصہ سات آٹھ سال سے برابر یہی شائع ہو رہا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے بعض روحانی خواص طبع اور عادات اور اخلاق وغیرہ کے خدا تعالیٰ نے میری فطرت میں بھی رکھے ہیں''۔(1)

لیکن تعجب ہے کہ مرزا جی اپنے اس دعویٰ پر زیادہ عرصہ قائم نہ رہے بلکہ انہوں نے اسی سال اپنے اس دعویٰ کی تردید کر دی اور دعویٰ کیا کہ وہ مسیح موعود ہے۔ مرزا جی نے ازالۂ اوہام 1891 میں لکھی تھی اور اسی کتاب میں ہی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا تھا لیکن اسی سال لکھی گئی دوسری کتاب توضیح المرام میں بڑے واضح الفاظ میں لکھا:

''مسلمانوں اور عیسائیوں کا کسی قدر اختلاف کے ساتھ یہ خیال ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم اسی عنصری وجود سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں اور پھر وہ کسی زمانے میں آسمان سے اتریں گے۔ میں اس خیال کا غلط ہونا اپنے اسی رسالہ میں لکھ چکا ہوں اور نیز یہ بھی بیان کر چکا ہوں کہ اس نزول سے مراد درحقیقت مسیح ابن مریم کا نزول نہیں بلکہ استعارہ کے طور پر ایک مسیح کے آنے کی خبر دی گئی ہے جس کا مصداق حسب اعلام والہام الٰہی میں عاجز ہے''۔(2)

1۔ ازالہ اوہام، صفحہ 195　　　2۔ توضیح المرام، صفحہ 3

اور یہ دعویٰ بھی ملاحظہ ہو:

''میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیش گوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانے میں ظاہر ہوگا''۔(1)

اور یہ بھی لکھا:

''مجھے اس خدا کی قسم جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس پر افترا کرنا لعینوں کا کام ہے کہ اس نے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا''۔(2)

گویا مرزا جی کا دعویٰ ہے کہ جس مسیح کے آنے کی خبر ہے وہ کوئی آسمان سے نازل نہیں ہوگا بلکہ مرزا جی خود ہی وہ مسیح ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ کوئی بندہ اگر یہ دعویٰ کرے کہ مجھ پر وحی ہوئی ہے کہ'' میں ہی مسیح موعود ہوں'' تو اس کے دعویٰ کو پرکھنے کا کیا معیار ہوگا؟ ظاہر ہے اگر وہ اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتا ہو تو اس کے کسی بھی دعویٰ کو قرآن وسنت کی کسوٹی پر ہی پرکھا جائے گا۔ اور اگر وہ ایک الگ دین کے بانی ہونے کا دعویٰ کرے پھر تو بات ہی ختم ہے کیونکہ وہ تو مسلمان ہی نہیں۔

مرزا جی کا یہ دعویٰ صرف اسی صورت میں سچا ثابت ہوسکتا ہے جب وہ کھلے لفظوں میں اعتراف کریں کہ جیسے اسلام ایک مستقل مذہب ہے ایسے ہی'' قادیانیت'' بھی ایک مستقل مذہب ہے۔ اس لیے میں احادیث مبارکہ کو ماننے کا پابند نہیں ہوں۔ اگرچہ مرزا جی کا دعویٰ یہی ہے کہ ان کے لیے قرآن حجت نہیں بلکہ ان کی وحی بھی قرآن کی طرح قطعی ہے یعنی اگر مرزا جی کے کسی الہام اور قرآن مجید کے کسی حکم میں تضاد آئے تو مرزا جی قرآن کو ماننے کے پابند نہیں ہیں کیونکہ ان کی وحی بھی قرآن کی طرح قطعی ہے وہ لکھتے ہیں: '' اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی''۔(3)

اب مجھے بتایئے مرزا جی کے لیے قرآن حَکَم اور فیصل کیسے رہا؟

1۔ تحفہ گولڑویہ، صفحہ 195 — 2۔ ایک غلطی کا ازالہ، صفحہ 8 — 3۔ ایضاً، صفحہ 8

اور مرزا جی حدیث کو بھی حکم اور فیصل نہیں مانتے ان کا دعویٰ ہے:

''تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں''۔(1)

یعنی حدیث سے عقیدہ اخذ نہیں کرتے بلکہ صرف اسی حدیث کو مانتے ہیں جو ان کے الہام کے مخالف نہ ہو۔تو پھر حدیث بھی فیصل اور حکم نہ رہی۔

تو مجھے بتائیے کہ نہ قرآن حَکَم نہ حدیث، تو پھر مسلمانی کا دعویٰ کیوں؟ مرزا جی خواہ مخواہ تاویلات کے چکر میں الجھتے ہیں انہیں صاف لفظوں میں کہہ دینا چاہیے کہ جیسے اسلام ایک مذہب ہے ایسے ہی قادیانیت بھی ایک مذہب ہے۔اس کے سوا مرزا جی کا دعویٰ کسی صورت ثابت نہیں ہو سکتا۔

نزول مسیح کا عقیدہ مرزا جی نے حدیث سے اخذ کیا ہے جس سے مرزا جی نے مثیل مسیح اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔احادیث مبارکہ میں جہاں نزول مسیح کا تذکرہ ہے وہاں ان کی مکمل علامات اور نشانیوں کا تذکرہ بھی ہے۔تاکہ کوئی خواہشات نفس کا پجاری اہل ایمان کو دھوکا نہ دے سکے۔اللہ کے نبی ﷺ نے اپنی پیاری امت کو اندھیرے میں نہیں چھوڑا بلکہ مکمل روشنی میں چھوڑا ہے۔حضرت مسیح کی مکمل علامات اور نشانیوں کا بیان فرمایا تاکہ کوئی دھوکہ میں نہ رہے۔تعجب ہے مرزا جی نزول مسیح کا عقیدہ تو حدیث سے اخذ کر لیتے ہیں لیکن ان کی علامات کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال کر اپنے اوپر منطبق کرتے ہیں۔

آیئے احادیث مبارکہ کی روشنی میں نزول مسیح اور علامات مسیح کا مطالعہ کریں اور پھر مرزا جی کے دعووں پر اور مضحکہ خیز تاویلات پر ایک نظر ڈالیں۔

نزول و علاماتِ مسیح علیہ السلام احادیث مبارکہ کی روشنی میں

اس پس منظر میں حدیث مبارک کی امہات الکتب سے چند احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں:

1۔اعجاز احمدی، صفحہ 30۔روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 140

پہلی حدیث مبارک

عن ابی ھریرہ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال و الذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما مقسطا فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیۃ و یفیض المال حتی لا یقبلہ احد ھذا حدیث حسن صحیح(1)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ تم میں ابن مریم ضرور نازل ہوں گے۔ حاکم عادل بن کر۔ پھر وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کو ختم کریں گے اور مال کی وہ کثرت ہوگی کہ اسے قبول کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے''۔

کچھ الفاظ کے اختلاف سے یہ حدیث صحیح بخاری (2) اور صحیح مسلم (3) میں بھی موجود ہے۔

دوسری حدیث مبارک

امام ابوداؤد علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں:

حدثنا ھدبۃ ابن خالد حدثنا ھمام ابن یحییٰ عن قتادۃ عن عبدالرحمن ابن آدم عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لیس بینی و بینہ یعنی عیسی علیہ السلام نبی و انہ نازل فاذا رایتموہ فاعرفوہ رجل

1۔ جامع ترمذی، ابواب الفتن باب نزول عیسیٰ ابن مریم، جلد 2، صفحہ 46۔ سعید ایچ، ایم کمپنی۔ کراچی

2۔ صحیح بخاری۔ کتاب الانبیا، باب نزول عیسیٰ ابن مریم، رقم الحدیث 668

3۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ ابن مریم، جلد 1، صفحہ 87 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

مربوع الی الحمرة و البیاض بین الممصرتین کان راسه یقطر و ان لم یصبه بلل فیقاتل الناس علی الاسلام فیدق الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیة و یھلک اللّٰہ فی زمانه الملل کلھا الا الاسلام و یھلک المسیح الدجال فیمکث فی الارض اربعین سنة ثم یتوفی فیصلی علیه المسلمون(1)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میرے اور ان (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ اور یہ کہ وہ اترنے والے ہیں۔ پس جب تم انہیں دیکھو تو پہچان لینا۔ وہ ایک میانہ قد آدمی ہیں رنگ مائل بسرخی وسفیدی ہے۔ دو زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے۔ ان کے سر کے بال ایسے ہوں گے گویا ان سے پانی ٹپکنے والا ہے حالانکہ وہ تر نہ ہوں گے۔ وہ اسلام (کے مسئلہ) پر لوگوں سے جنگ کریں گے۔ صلیب کو توڑیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ اور ان کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ اسلام کے سوا تمام ملتوں کو مٹا دے گا۔ وہ مسیح دجال کو ہلاک کریں گے۔ وہ زمین میں چالیس سال ٹھہریں گے۔ پھر ان کا انتقال ہو گا اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے''۔

تیسری حدیث مبارک

عن النواس بن سمعان ...... فبینما ھو کذالک اذ بعث اللّٰہ المسیح ابن مریم فینزل عند المناره البیضاء الشرقی دمشق بین مھروذتین واضعا کفیه علی اجنحة ملکین اذا طأطأ رأسه قطر و اذا رفعه تحدر منه جمان کا للؤلؤ فلا یحل لکافر یجد ریح نفسه الامات و نفسه ینتھی طرفه

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 238۔ کتاب الملاحم۔ باب خروج الدجال۔ ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی کراچی

فیطلبه حتی یدرکه بباب لد فیقتله...... (1)

''حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ (دجال کا قصہ روایت کرتے ہوئے) فرماتے ہیں انہیں حالات میں اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم کو بھیجے گا۔ وہ دمشق کے مشرقی حصہ میں سفید منار کے پاس زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے، دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔ جب وہ سر جھکائیں گے تو یوں محسوس ہوگا کہ قطرے ٹپک رہے ہیں اور جب وہ سر اٹھائیں گے تو موتی کی طرح قطرے ڈھلکتے ہوئے نظر آئیں گے۔ ان کی سانس کی ہوا جس کافر تک پہنچے گی وہ زندہ نہ بچے گا۔ اور ان کے سانس کی ہوا حدنظر تک جائے گی۔ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام دجال کا پیچھا کریں گے اور لُدّ کے دروازے پر اسے جا پکڑیں گے اور قتل کریں گے''۔

یہ حدیث جامع ترمذی (2) اور ابن ماجہ (3) میں بھی موجود ہے۔

چوتھی حدیث مبارک

اخبرنی ابو الزبیر انه سمع جابر ابن عبداللّٰه یقول سمعت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یقول لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاهرین الی یوم القیامة قال فینزل عیسی ابن مریم صلی اللّٰه علیه وسلم فیقول امیرهم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة اللّٰه هذه الامة(4)

1۔ صحیح مسلم، جلد 2، صفحہ 1۔ باب ذکر الدجال، قدیمی کتب خانہ کراچی

2۔ جامع ترمذی، جلد 2، صفحہ 48۔ باب ما جاء فی فتنۃ الدجال۔ سعید کمپنی کراچی

3۔ سنن ابن ماجہ باب فتنۃ الدجال، صفحہ 297۔ قدیمی کتب خانہ کراچی

4۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 87۔ باب نزول عیسیٰ ابن مریم۔ قدیمی کتب خانہ کراچی

"حضرت جابر ابن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کے لئے لڑتا رہے گا اور قیامت تک حق پر قائم رہے گا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے۔ مسلمانوں کا امیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہے گا آیئے نماز پڑھایئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے نہیں تمہیں میں سے بعض بعض کی امامت کریں گے (حضور ﷺ نے فرمایا) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول اس امت کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے ہوگا"۔

پانچویں حدیث مبارک

امام نسائی علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں:

اخبرنی محمد بن عبداللّٰہ بن عبدالرّحیم قال حدثنا اسد ابن موسی قال حدثنا بقیة قال حدثنی ابوبکر ن الزبیدی عن اخیه محمد ابن الولید عن لقمان بن عامر عن عبدالاعلی بن عدی البهرانی عن ثوبان مولی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عصابتان من امتی احرزهما اللّٰه من النار عصابة تغزو الهند و عصابة تکون مع عیسی ابن مریم (1)

"......حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے دو لشکر ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ سے بچالیا ہے۔ ایک وہ لشکر جو ہندوستان پر حملہ کرے گا اور دوسرا وہ جو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے ساتھ ہوگا"۔

1۔ سنن نسائی، جلد 2، صفحہ 63۔ کتاب الجہاد باب غزوۃ الہند مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

چھٹی حدیث مبارک

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حدثنا علی ابن محمد حدثنا عبدالرحمن المحاربی عن اسمعیل بن رافع ابی رافع عن ابی زرعة الشیبانی یحییٰ بن ابی عمر عن ابی امامة الباھلی خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...... فکان من قوله ...... و امامھم رجل صالح فبینما امامھم قد تقدم یصلی بھم الصبح اذ نزل علیھم عیسی ابن مریم فرجع ذالک الامام ینکص یمشی القھقری لیقدم عیسی یصلی فیضع عیسی یدہ بین کتفیه ثم یقول له تقدم فصل فانھا لک اقیمت فیصلی بھم امامھم فاذا انصرف قال عیسی علیه السلام افتحوا الباب فیفتح و وراء ہ الدجال معه سبعون الفا یھودی کلھم ذوسیف محلی و ساج فاذا نظر الیه الدجال ذاب کما یذوب الملح فی الماء و ینطلق ھاربا و یقول عیسی علیه السلام ان لی فیک ضربة لن تسبقنی بھا فیدرکه عند باب اللد الشرقی فیقتله...... الخ (1)

''حضرت ابو امامہ الباھلی فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ایک خطبہ دیا ...... جس میں آپ نے یہ بھی فرمایا ...... اور اس وقت مسلمانوں کا امام ایک صالح آدمی ہوگا اور وہ صبح کی نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھ چکا ہوگا۔ جب ان پر عیسیٰ ابن مریم کا نزول ہوگا۔ امام پچھلے پاؤں پلٹے گا تا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آگے بڑھیں اور انہیں نماز پڑھائیں۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے شانوں کے

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 298۔ کتاب الفتن۔ باب فتنۃ الدجال قدیمی کتب خانہ کراچی

درمیان ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے کہ نہیں آپ ہی نماز پڑھائیں کیونکہ یہ تمہارے لیے ہی کھڑی ہوئی ہے۔ چنانچہ وہی امام نماز پڑھائیں گے۔ نماز کے بعد عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے دروازہ کھولو۔ پس دروازہ کھولا جائے گا۔ باہر دجال ستر ہزار مسلح یہودیوں کے ساتھ موجود ہوگا۔ جونہی اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نظر پڑے گی وہ اس طرح گھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ اور وہ بھاگ نکلے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میرے پاس تیرے لیے ایک ایسی ضرب ہے جس سے تو بچ کر نہ جاسکے گا۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام اسے لد کے مشرقی دروازے پر پکڑ لیں گے اور اسے قتل کر دیں گے"۔

یہ حدیث تفسیر ابن کثیر میں بھی موجود ہے۔(1)

ساتویں حدیث مبارک

امام ولی الدین تبریزی روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم والله لينزلن ابن مريم حكما عادلا فليكسرن الصليب و ليقتلن الخنزير و ليتركن القلاص فلا يسعى عليها و لتذهبن الشحناء و التباغض و التحاسد و ليدعون الى المال فلا يقبله احد رواه مسلم و فى رواية لهما قال كيف انتم اذا نزل ابن مريم فيكم و امامكم منكم(2)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم پر ضرور ابن مریم نازل ہوں گے حاکم عادل کی حیثیت میں۔ وہ ضرور صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ موقوف کر دیں گے، جوان اونٹنیوں کو کھلا

1۔ تفسیر ابن کثیر، جلد 1، صفحہ 549۔ دار الحدیث۔ 140 شارع القائد بالازہر۔ القاہرہ

2۔ مشکوٰۃ المصابیح باب نزول عیسیٰ السلام۔ رقم الحدیث 5269

چھوڑ دیں گے۔ ان سے محنت کا کوئی کام نہیں لیا جائے گا، دشمنی، بغض، حسد ختم ہو جائے گا اور وہ مال کی طرف لوگوں کو بلائیں گے لیکن کوئی مال کو قبول کرنے والا نہ ہوگا۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔ اور بخاری و مسلم دونوں کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارا کیا (مقام) ہوگا جب عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام تم میں نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا"۔

آٹھویں حدیث مبارک

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حدثنا سعید ابن منصور و عمرو الناقد و زھیر ابن حرب جمیعا عن ابن عیینة قال سعید حدثنا سفین حدثنی الزھری عن حنظلة الاسلمی قال سمعت اباھریرة یحدث عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال و الذی بیدہ لیھلن ابن مریم بفج الروحاء حاجا اومعتمرا اولیثنینھما (1)

"حضرت حنظلہ اسلمی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بلاشبہ حضرت ابن مریم فج الروحاء میں حج یا عمرہ یا دونوں کا تلبیہ کہیں گے"۔

نویں حدیث مبارک

امام ترمذی علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں:

حدثنا قتیبة نا اللیث عن ابن شھاب انہ سمع عبد اللّٰہ ابن عبداللّٰہ بن ثعلبة الانصاری یحدث عن عبد الرحمن

1۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 408 باب جواز التمتع فی الحج والقران۔ قدیمی کتب خانہ کراچی

بن یزید الانصاری من بنی عمرو بن عوف قال سمعت عمی مجمع بن جاریة الانصاری یقول سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقتل ابن مریم الدجال بباب لد و فی الباب عن عمران بن حصین و نافع بن عتبة و ابی برزة و حذیفة ابن اسیدو ابوھریرہ و کیسان و عثمان بن ابی العاص و جابر وابی امامة و ابن مسعود و عبد اللّٰہ بن عمرو و سمرة بن جندب و النواس بن سمعان و عمرو بن عوف و حذیفة بن الیمان ھذا حدیث صحیح(1)

''حضرت مجمع بن جاریہ الانصاری فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ابن مریم علیہ السلام باب لد کے پاس دجال کوقتل کریں گے۔ یہی حدیث حضرت عمران حصین، نافع بن عتبہ، ابو برزہ، حذیفہ بن اسید، ابو ہریرہ، کیسان، عثمان بن ابی العاص، جابر، ابو امامۃ، ابن مسعود، عبد اللہ بن عمرو، سمرہ بن جندب، نواس بن سمعان، عمرو بن عوف اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی مروی ہے یہ حدیث صحیح ہے''۔

دسویں حدیث مبارک

امام ولی الدین تبریزی روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللّٰہ بن عمرو قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ینزل عیسی ابن مریم الی الارض فیتزوج و یولد له و یمکث خمسا و اربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا و عیسی ابن مریم فی قبر واحد بین ابی

1۔ جامع ترمذی، جلد 2، صفحہ 49۔ ابواب الفتن باب ما فی قتل عیسیٰ ابن مریم الدجال۔ سعید کمپنی کراچی

بکر و عمر رواہ ابن الجوزی فی کتاب الوفا (1)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام زمین کی طرف اتریں گے تو نکاح کریں گے۔ ان کی اولاد ہوگی اور پینتالیس سال قیام کریں گے، پھر ان کا انتقال ہوگا، وہ میرے ساتھ میرے مقبرہ میں دفن کیے جائیں گے اور میں اور عیسیٰ بن مریم ابوبکر اور عمر کے درمیان ایک مقبرہ سے اٹھیں گے۔ اسے ابن الجوزی نے کتاب الوفا میں روایت کیا''۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

مذکورہ احادیث مبارکہ کی روشنی میں علامات مسیح موعود علیہ السلام اور مرزا جی کی تاویلات کا ایک جائزہ

نبی کریم ﷺ نے یہاں اپنی امت کو مسیح موعود علیہ السلام کے آنے کی خبر دی وہاں آپ نے ان کی علامات اور نشانیوں کا بھی مفصل تذکرہ فرمایا۔ اگرچہ وہ احادیث مبارکہ تو شمار سے باہر ہیں جن میں حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد اور ان کی علامات کا بیان ہے۔ تاہم اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے صرف دس احادیث مبارکہ کا یہاں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ تمام احادیث مبارکہ کتب حدیث کی مستند ترین کتب سے درج کی گئی ہیں۔

ان احادیث مبارکہ میں آنے والے مسیح کی جو نشانیاں ہر قاری پر بالکل واضح ہو رہی ہیں ان میں سے چند ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے تاکہ معزز قارئین خود فیصلہ فرمالیں کہ حضور ﷺ مسیح موعود کس شخصیت کو قرار دے رہے ہیں۔ اور مرزا جی کن مضحکہ خیز تلبیسات سے انہیں اپنے اوپر منطبق کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں دوسرے لفظوں میں حضور اکرم ﷺ کیا فرما رہے ہیں اور مرزا جی ان واضح احکامات کے برعکس کیا ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی چند علامات ملاحظہ ہوں:

1۔ مشکوۃ المصابیح باب نزول عیسیٰ علیہ السلام۔ رقم الحدیث 5272ء

1۔ حضرت مسیح علیہ السلام نازل ہوں گے

حضور ﷺ نے آنے والے مسیح علیہ السلام کی پہلی نشانی یہ فرمائی کہ وہ نازل ہوں گے۔ جیسا کہ یہاں درج کی گئی احادیث مبارکہ میں سے پہلی حدیث پاک میں ''ان ینزل'' (وہ تم میں نازل ہوں گے) دوسری حدیث مبارکہ میں ''انہ نازل'' (بے شک وہ تم میں نازل ہونے والے ہیں) کے الفاظ بیان کر رہے ہیں۔ اور نزول کا اصلی معنی ہوتا ہے کسی چیز کا اوپر سے نیچے آنا۔ امام راغب الاصفہانی فرماتے ہیں:

النزول فی الاصل ھو انحطاط من علو یقال نزل عن دابتہ (1)

'' نزول کا اصل معنی ہے اوپر سے نیچے آنا، کہا جاتا ہے وہ اپنی سواری سے نیچے اترا''۔

اس کا مطلب صاف اور سیدھے لفظوں میں یہ ہوا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ آنے والے مسیح کی پہلی نشانی یہ ہے کہ وہ نازل ہوگا یعنی یہ نہیں کہ کوئی بندہ یہاں رہ رہا ہو اور اسے مسیح بنا دیا جائے، بلکہ وہ نازل ہوگا۔

لیکن حضور ﷺ کے اس واضح فرمان کے برعکس مرزا جی اس پر ڈٹے ہوئے ہیں کہ مسیح نازل نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ مسیح میں خود ہوں۔ کیونکہ آنے والا مسیح نہیں بلکہ مثیل مسیح ہوگا۔ ایک مقام پر وہ لکھتے ہیں:

'' اس نزول سے مراد درحقیقت مسیح بن مریم کا نزول نہیں بلکہ استعارہ کے طور پر ایک مثیل مسیح کے آنے کی خبر دی گئی ہے جس کا مصداق حسب اعلام والہام الٰہی یہی عاجز ہے''۔ (2)

یعنی حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مسیح نازل ہوگا اور مرزا جی کہتے ہیں کہ نازل نہیں ہوگا۔

اب حضور ﷺ کے فرمان کو ماننا ہے یا مرزا جی کے۔ یہ اپنا اپنا انتخاب اور نصیب ہے۔

1۔ مفردات۔ مادہ نزل، صفحہ 509۔ اسماعیلیاں، چاپ، ایران قم

2۔ توضیح المرام، صفحہ 3

2۔ مسیح موعود کا نام ابن مریم ہوگا

دوسری بات جو ان احادیث مبارکہ سے بالکل واضح ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ آنے والے مسیح کا اسم گرامی ابن مریم ہوگا۔ جیسا کہ پہلی، تیسری اور دیگر احادیث مبارکہ سے واضح ہے اور چوتھی، پانچویں اور چھٹی حدیث میں وضاحت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم ہی ہوں گے۔ اور مرزا جی کا نام غلام احمد ہے اور والد کا نام غلام مرتضٰی ہے۔ تو وہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے مصداق کیسے بن گئے۔ حضور ﷺ تو واضح الفاظ میں بیان فرما رہے ہیں کہ آنے والے مسیح کا نام عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہوگا تو مرزا جی مسیح موعود کیسے ہو گئے؟

حضور ﷺ کی صراحتوں کو چھوڑ کر مرزا جی کی تلبیسات پر ایمان لانا گمراہی نہیں تو اسے کیا کہا جائے گا۔ مرزا جی جانتے تھے کہ آنے والے مسیح کا نام ابن مریم ہوگا۔ تو انہوں نے اپنے آپ کو ابن مریم ثابت کرنے کے لیے جو مضحکہ خیز تاویل کی۔ اسے پڑھ کر ہنسی بھی آتی ہے اور ان لوگوں پر افسوس بھی ہوتا ہے جو ایسے شخص کو نبی ماننے پر تلے ہوئے ہیں۔

مرزا جی کی تاویل پڑھئے۔ اور حقیقتوں کو تاویلات کے دبیز پردوں میں چھپانے کی کوششوں کا منہ بولتا ثبوت دیکھئے۔

مرزا جی نے لکھا:

''اس نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ میں میرا نام مریم رکھا۔ پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے۔ دو برس تک صفت مریمیت میں میں نے پرورش پائی اور پردے میں نشوونما پاتا رہا۔ پھر جب اس پر دو برس گزر گئے تو جیسا کہ براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ 496 میں درج ہے۔ مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں، بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ 556 میں درج ہے مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا''۔(1)

1۔ کشتی نوح، صفحہ 69

حضور سید عالم ﷺ کا فرمان کتنا واضح تھا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام آئیں گے۔ اس میں امت کے لیے کتنی آسانی اور سہولت تھی۔ لیکن مرزا جی نے اپنے آپ کو مسیح موعود ثابت کرنے کے شوق میں اسے چیستاں بنا دیا۔ اور مسئلہ کو اس طرح الجھا دیا کہ حقیقت سر پٹخ کے رہ گئی اور پھر خود ہی مریم، خود ہی صفت مریم میں پرورش پانے والے اور خود ہی عیسیٰ۔ یہ تثلیث، کوئی عیسائیوں کے عقیدۂ تثلیث سے چھوٹا گورکھ دھندا ہے!

ع ناطقہ سر بگریباں ہے اس کو کیا کہیے

3۔ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے

مسیح موعود کی تیسری علامت جو ان احادیث مبارکہ سے بالکل واضح ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ آپ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔ ظاہر ہے اس سے مراد کوئی فقط کسی ایک صلیب کو توڑنا یا کسی ایک خنزیر کو قتل کرنا تو نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد عیسائیت کا تشخص ختم کرنا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ عیسائیت ایک الگ دین کی حیثیت سے باقی نہ رہے گی۔ حضرت شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اس جملہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

''مقصود نصرانیت کا ابطال اور ان کے احکام و آثار کو دین اسلام کے ضوابط کے ساتھ بدلنا ہے''۔(1)

اور مرزا جی تو زندگی بھر عیسائی گورنمنٹ کی ہی وفاداری میں لگے رہے۔ اور یہ بات تو بالکل مسلمہ ہے کہ مرزا جی کے دور میں تو کیا اب بھی عیسائیت بطور ایک دین کے زندہ ہے۔ جبکہ جس مسیح کے آنے کی خبر مخبر صادق ﷺ نے دی ہے ان کے زمانے میں عیسائیت کا تشخص ختم ہو جائے گا اور ہر طرف اسلام کا دور دورہ ہوگا۔ جیسا کہ سنن ابی داؤد کی حدیث گزر چکی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: يهلك الله فى زمانه الملل كلها الا الاسلام۔ ''ان کے زمانے میں اللہ تعالیٰ اسلام کے سوا تمام ملتوں کو مٹا دے گا''۔ یعنی صرف اسلام ہی باقی رہے گا کیا مرزا جی کے دور میں یہ ہوا؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر وہ

1۔ اشعۃ اللمعات (اردو)، جلد 6، صفحہ 488۔ فرید بک سٹال اردو بازار، لاہور

مسیح موعود کیسے بن گئے؟

4۔دو چادریں پہنے آئیں گے

آنے والے مسیح کی ایک علامت حضور ﷺ نے یہ فرمائی کہ وہ دو چادریں پہنے اور فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے نازل ہوں گے بات کتنی واضح اور کتنی صاف ہے۔لیکن مرزا جی میں تو کوئی ایسی بات پائی نہیں جاتی تھی۔تو ان کی یہ عجیب وغریب تاویل دیکھیے اور فیصلہ خود فرمائیے کہ کیا کوئی سلیم العقل انسان ایسی بات کہہ سکتا ہے اگر واضح حقیقتوں کا ایسی تاویلوں سے انکار کا سلسلہ یونہی چل نکلے تو کون سی حقیقت ہے جس کی ایسی تاویل نہیں ہو سکتی۔پھر نماز ، روزہ ، حج ، زکوۃ ، یہاں تک کہ خالص عقیدۂ توحید بھی مشتبہ ہو جائے گا۔باطنیہ بھی تو تاویلات ہی کرتے تھے۔الفاظ کے منکر تو وہ بھی نہیں تھے۔اور عقیدہ نص سے ثابت ہوتا ہے تاویل سے نہیں۔

حضور ﷺ کے واضح فرمودات کے سامنے ان تاویلات کی کوئی حقیقت نہیں۔مرزا جی کی تاویل ملاحظہ ہو اور حقیقتوں کو مسخ کرنے کا فن اپنے جوبن پہ دیکھئے۔لکھتے ہیں:

''میں ایک دائم المرض آدمی ہوں۔اور دو زرد رنگ کی چادریں جن کے بارے میں حدیثوں میں ذکر ہے کہ ان دو چادروں میں مسیح نازل ہوگا۔وہ دو زرد چادریں میرے شامل حال ہیں۔جن کی تعبیر علم الرؤیا کی رو سے دو بیماریاں ہیں۔سو ایک چادر میرے اوپر کے حصہ میں ہے کہ ہمیشہ سر درد اور دوران سر اور کمی خواب اور تشنج دل کی بیماری دورہ کے ساتھ آتی ہے اور دوسری چادر میرے نیچے کے حصۂ بدن میں ہے وہ بیماری ذیابیطس ہے کہ ایک مدت سے دامن گیر ہے اور بسا اوقات سو سو دفعہ رات کو یا دن کو پیشاب آتا ہے اور اس قدر کثرت پیشاب سے جس قدر عوارض ضعف وغیرہ ہوتے ہیں وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں''۔(1)

یہ مضحکہ خیز تاویل آپ نے ملاحظہ فرمائی جو تاویل کی تاویل ہے اور لطیفہ کا لطیفہ۔اب

1۔ضمیمہ اربعین نمبر 3-4،صفحہ 4۔بحوالہ محاسبہ قادیانیت،صفحہ 77۔حقیقۃ الوحی،صفحہ 307

حضور ﷺ کے صریح فرمان کو ماننا یا مرزا جی کی اس عجیب و غریب تاویل کو ماننا یہ انسان کا اپنا انتخاب ہے۔

5۔ دجال کو قتل کریں گے

دجال ایک فرد کا نام ہے (تفصیل ان شاء اللہ بعد میں آئے گی) حضور ﷺ نے ہمیں بتایا کہ آنے والا مسیح باب لُدّ پر دجال کو قتل کرے گا۔ جیسا کہ تیسری، چھٹی اور نویں حدیث میں اس کی وضاحت ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ''لُدّ'' موجودہ اسرائیل میں ایک جگہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا مرزا جی نے کسی دجال نامی فرد کو بھی قتل کیا۔ اور کیا مرزا جی نے لد کو دیکھا بھی؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر وہ مسیح موعود کیسے بن گئے؟ مرزا جی کہتے ہیں کہ دجال سے مراد انگریز ہے۔ فرض کریں اگر مرزا جی کی یہ تاویل درست بھی ہو تو کیا مرزا جی نے باب لد پر انگریز کو قتل کر دیا۔ اور اب انگریز کا وجود نہیں۔ خدارا کچھ تو سوچیے! کل اللہ رب العزت کے حضور جواب دینا ہے۔

6۔ مال کی کثرت ہوگی

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب مسیح موعود آئیں گے تو مال کی اتنی کثرت ہوگی کہ کوئی صدقہ قبول کرنے والا نہ ملے گا جیسا کہ پہلی حدیث مبارکہ میں وضاحت ہے۔ دشمنی، حسد، اور بغض ختم ہو جائے گا۔ جیسا کہ ساتویں حدیث مبارک میں ذکر ہے۔ کیا مرزا جی کے دور میں ان میں سے کوئی ایک نشانی بھی پائی گئی؟

7۔ مسیح موعود دمشق میں نازل ہوں گے

آنے والے مسیح کی ایک نشانی حضور ﷺ نے یہ بیان فرمائی کہ وہ دمشق کے مشرقی جانب سفید منار کے پاس نازل ہوں گے۔ جیسا کہ تیسری حدیث مبارک میں گزرا۔ فینزل عند المنارۃ البیضاء الشرقی دمشق ۔ مسیح موعود کو پہچاننے کی کتنی واضح علامت ہے لیکن مرزا جی تو قادیان میں پیدا ہوئے، یعنی ایک تو پیدا ہوئے نازل نہیں ہوئے اور دوسرا قادیان میں۔ نہ کہ دمشق میں لیکن مرزا جی نے اپنے آپ کو دمشق میں

اترنے والا ثابت کرنے کی جو تاویل کی۔ اسے پڑھئے اور سیاہ کو سفید کرنے کا فن اپنے عروج پر ملاحظہ فرمائیے:

''پس واضح ہو کہ دمشق کے لفظ کی تاویل میں میرے پر من جانب اللہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس جگہ ایسے قصبے کا نام دمشق رکھا گیا ہے جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو یزیدی الطبع اور یزید پلید کی عادت و خیالات کے پیرو ہیں جن کے دلوں میں اللہ و رسول کی کچھ محبت نہیں اور احکام الٰہی کی کچھ عظمت نہیں۔ جنہوں نے اپنی خواہشوں کو اپنا معمول بنا رکھا ہے اور اپنے نفس امارہ کے حکموں کے ایسے مطیع ہیں کہ مقدسوں اور پاکوں کا خون بھی ان کی نظر میں سہل اور آسان ہے اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور خدا تعالیٰ کا وجود ہونا ان کی نگاہ میں ایک پیچیدہ مسئلہ ہے جو انہیں سمجھ نہیں آتا اور کیونکہ طبیب کو بیماروں کی طرف آنا چاہیے اس لیے ضروری تھا کہ مسیح ایسے ہی لوگوں میں نازل ہو''۔(1)

''تب اس نے مجھ سے کہا کہ یہ لوگ یزیدی الطبع ہیں اور یہ قصبہ (قادیان) دمشق کے مشابہ ہے۔ سو خدا تعالیٰ نے ایک بڑے کام کے لئے اس دمشق میں اس عاجز کو اتارا''۔(2)

قادیان کا دمشق بننا آپ نے ملاحظہ فرمایا اور حدیث پاک کے واضح الفاظ سے سنگین مذاق کا یہ ظلم بھی آپ نے دیکھ لیا۔ اب خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ اگر اس ڈگر کو اختیار کر لیا جائے تو بات کہاں تک پہنچے گی۔ اور کیا کوئی بھی حقیقت ثابت رہ سکے گی؟

مثلاً بیت اللہ شریف مکہ مکرمہ میں ہے کتنی واضح اور اٹل حقیقت ہے۔ اب کوئی بندہ کہے کہ بیت اللہ شریف لاہور میں ہے اسے کہا جائے کہ وہ تو مکہ مکرمہ میں ہے۔ وہ کہے کہ نہیں مجھے الہام ہوا ہے کہ جیسے مکہ میں پہاڑ ہی پہاڑ ہیں ایسے ہی لاہور کے لوگ سنگ دل ہیں۔ اسی مشابہت سے مکہ سے مراد لاہور ہے۔ اور انوار و تجلیات جو بیت اللہ شریف پر برستے ہیں اب لاہور پر برستے ہیں اس لیے اب حرم لاہور بن گیا ہے۔

تو ایسے شخص کو آپ مخبوط الحواس اور پاگل کے سوا کیا کہیں گے؟ اور واقعی یہ ہے بھی ایسا۔ لیکن تعجب ہے یہی اصول مرزا جی کی بھونڈی تاویلات پر کیوں نہیں چلتا؟

1۔ ازالہ اوہام، صفحہ 34-33　　2۔ نفس مصدر، صفحہ 18

اگر لفظوں کی حقیقت صرف یہ کہہ کر بدل دی جائے کہ مجھے الہام ہوا ہے تو کچھ بھی باقی نہیں رہ سکتا۔

مثلاً کوئی بندہ یہ کہے کہ مسلم لیگ کے جس جلسہ میں قرار دار پاکستان منظور ہوئی وہ لاہور میں ہوا۔ دوسرا کہے کہ نہیں لاہور میں نہیں ہوا، ربوہ میں ہوا۔ اسے کہا جائے کہ یہ تو ایک تاریخی حقیقت کا انکار ہے۔ اور اس وقت تو ربوہ موجود بھی نہیں تھا۔ وہ جواب میں کہے کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ ربوہ اگرچہ ظاہری طور پر موجود نہ تھا لیکن روحانی طور پر موجود تھا۔ اور تاریخ میں جو یہ کہا گیا کہ وہ لاہور میں ہوا تو لاہور سے یہاں مراد وہ جگہ جس کے لوگوں میں زیادہ جوش و خروش پایا جاتا ہو اور یہاں کھلے میدان ہوں۔ اور یہ سب کچھ ربوہ میں موجود ہے اتنے کھلے میدان اگرچہ اب آپ کو نظر نہیں آئے لیکن روحانی طور پر موجود ہیں۔ اس لیے یہ جلسہ ربوہ میں ہوا۔

تو ایسے شخص کو آپ کیا کہیں گے؟ یقین فرمائیں مرزا جی کی تمام تاویلات اس سے زیادہ عجیب و غریب ہیں حضور ﷺ کے واضح احکامات کو چھوڑ کر مرزا جی کی ایسی مضحکہ خیز تاویلات کو ماننا سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں۔

8۔ مسیح موعود جہاد کریں گے

مسیح موعود کی قیادت میں جہاد کرنے والے لشکر کو نبی کریم ﷺ نے جنت کی بشارت دی۔ جیسا کہ پانچویں حدیث مبارکہ میں وضاحت فرمائی گئی۔

اور مرزا جی کی تو پوری زندگی جہاد کی مخالفت میں اور انگریز کی حمایت میں گزری۔ تفصیل گزر چکی ہے تو آخر یہ مسیح موعود کیسے بن گئے؟

9۔ حج یا عمرہ یا حج تمتع کریں گے

حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسیح موعود حج یا عمرہ یا دونوں کا تلبیہ فج الروحا میں کہیں گے۔

لیکن مرزا جی کو تو پوری زندگی یہ توفیق ہی نہ ملی۔ یہ تو زمین قادیان کے احترام ہی کے گن گاتے رہے اور اسی کو ارض حرم کا درجہ دیتے رہے۔

شاید مرزا جی کہیں کہ اگرچہ میں نے ظاہری طور پر حج نہیں کیا۔ لیکن روحانی طور پر میں نے حج بھی کیا ہے اور استعارہ کے رنگ میں تلبیہ بھی کہا ہے۔ تو مجھے یقین ہے کہ ان کی اس بات کو ماننے والے اور انہیں مسیح موعود قرار دینے والے انہیں پھر بھی مل جائیں گے۔

10۔ نبی کریم ﷺ کے روضۂ پاک میں دفن ہوں گے

مسیح موعود کی علامات کے تذکرہ میں حضور ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ جب ان کا نزول ہوگا تو وہ شادی بھی کریں گے، ان کی اولاد بھی ہوگی۔ وہ پینتالیس سال اس دنیا میں زندہ رہیں گے اور پھر ان کا وصال ہوگا اور وہ میرے ساتھ دفن کیے جائیں گے جیسا کہ دسویں حدیث مبارکہ میں ذکر ہے: فیدفن فی قبری۔ وہ میرے مقبرہ میں دفن ہوں گے۔

شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں:

''قبر سے مراد مقبرہ ہے۔ روایات میں ہے کہ سرور عالم ﷺ کے روضۂ اقدس میں ایک قبر کی جگہ خالی ہے اور وہ جگہ آج تک کسی کو میسر نہ ہوئی۔ امام المسلمین حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے خواہش کی تھی کہ وہ جگہ مجھے مل جائے۔ سیدہ عائشہ (جن کا یہ گھر ہے) بھی تیار ہوگئی تھیں۔ لیکن بنوامیہ نے ایسا نہ ہونے دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما نے بھی چاہا۔ مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت نہ دی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی عرض کیا گیا۔ مگر انہوں نے فرمایا: مجھے حضور کی دیگر بیویوں کے ساتھ بقیع میں دفن کرنا۔ علماء نے حکمت یہی بیان کی ہے کہ وہ جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مزار کے لئے ہے''۔ (1)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی اسی تناظر میں فرماتے ہیں:

حدثنا زید ابن احزم الطائی البصری حدثنا ابو قتیبة مسلم ابن قتیبة قال ثنی ابومودود المدنی نا عثمان بن الضحاک عن محمد ابن یوسف بن عبد اللّٰہ بن سلام عن ابیه عن جده قال مکتوب فی التوراة صفة محمد و

1۔ اشعۃ اللمعات (اردو)، جلد 6، صفحہ 490۔ فرید بک سٹال لاہور

عیسی ابن مریم یدفن معه قال فقال ابومودود قد بقی فی البیت موضع قبر هذا حدیث حسن غریب هکذا قال عثمان ابن الضحاک المعروف الضحاک بن عثمان المدینی(1)

''......حضرت عبداللہ بن سلام اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں: تورات میں نبی کریم ﷺ کی صفت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ عیسیٰ ابن مریم ان کے ساتھ دفن ہوں گے۔ ابومودود کہتے ہیں۔ حضور کے روضۂ پاک میں اس قبر کی جگہ باقی ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ایسے ہی عثمان بن الضحاک نے بھی کہا ہے کہ جو کہ الضحاک بن عثمان المدینی کے نام سے مشہور ہیں''۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

احادیث مبارکہ کی روشنی میں مسیح موعود کی علامات اور نشانیاں آپ نے ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ کے نبی ﷺ نے کتنی وضاحت اور تفصیل سے اپنی امت کو آگاہ فرمایا تاکہ میرا کوئی امتی بھی کسی دجال اور کذاب کے دجل وفریب کے پھندوں سے دھوکہ نہ کھا جائے خدرا! خود ہی سوچئے کیا مرزا جی میں ان علامات میں سی کوئی علامت بھی پائی جاتی ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں آخر انہیں مسیح موعود ماننے پر یہ ضد اور اصرار کیوں ہے؟

آپ فرض کریں ایک انسان کسی آدمی کو کسی مقام پر بھیجے اور اسے کہے کہ تجھے فلاں مقام پر ایک بندہ ملے گا۔ اس کا قد لمبا ہوگا، رنگ سفید ہوگا، زلفیں لمبی ہوں گی، داڑھی گھنی اور لمبی ہوگی اور اس کا نام امجد ہوگا یہ چیز اسے دے دینا۔ وہ چل پڑتا ہے۔ راستے میں ہی اسے ایک بندہ ملتا ہے جس کا قد چھوٹا ہے، رنگ کالا ہے۔ سر مونڈھا ہوا ہے، داڑھی کٹوائی ہوئی ہے اور اس کا نام اکرم ہے۔

وہ اس بندہ سے کہتا ہے کہ وہ چیز مجھے دے دو کیونکہ آپ کا مطلوبہ فرد میں ہی ہوں۔ وہ اسے کہتا ہے نہ تم اس جگہ پر ہو جہاں مجھے اس سے ملنا تھا۔ نہ تمہارا قد وہ ہے جو مجھے بتایا ہے۔

1۔ [illegible] جلد 2 صفحہ 202 سعید کمپنی کراچی

تمہارا رنگ اس سے مختلف ہے۔ تمہارے سر کے بال اس سے مختلف ہیں، تمہاری داڑھی مختلف ہے اور تمہارا نام اس سے الگ ہے تو آخر تم کیسے ہو سکتے ہو وہ کہے کہ نہیں میں وہی ہوں کیونکہ جہاں تک مقام کا تعلق ہے تو دراصل اس مقام کے لوگوں کی صفات اس مقام کے لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔ اس لیے یہ وہی مقام ہے۔ جہاں تک قد کا معاملہ ہے تو لمبے قد سے مراد یہ تھی کہ وہ بڑا پڑھا لکھا ہوگا تو میں پڑھا لکھا ہوں لہٰذا قد والی بات بھی پوری ہوگئی۔ رنگ کے سفید ہونے سے مراد یہ تھی کہ اس پر اللہ کا نور برستا ہوگا وہ بھی مجھ پر برس رہا ہے اگرچہ آپ کو نظر نہیں آ رہا۔ جہاں تک زلفوں کا تعلق ہے تو اگر میں نے حلق کروا رکھا ہے اور ظاہر میں تو میری زلفیں نہیں ہیں لیکن مجھے الہام ہوا ہے کہ تیری زلفیں موجود ہیں۔ یہ شرط بھی پوری ہوئی۔ جہاں تک داڑھی کا تعلق ہے تو اس سے مراد یہ نہیں تھی کہ اس کی داڑھی واقعی گھنی اور لمبی ہوگی بلکہ اس سے مراد دین سے تعلق ہے تو وہ مکمل طور پر مجھ میں پایا جاتا ہے۔ یہ شرط بھی پوری ہوئی۔ جہاں تک نام کے اختلاف کا تعلق ہے تو اگرچہ آپ کے مطلوبہ شخص نام کا امجد ہے اور میرا نام اکرم ہے لیکن حقیقت میں یہ کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ استعارہ کے رنگ میں میرا نام بھی امجد ہے۔ آپ کی تمام نشانیاں پوری ہوئیں لہٰذا وہ چیز میرے حوالے کر دیں۔

تو آپ ایسے شخص کو کیا کہیں گے؟ یہی کہیں گے نا۔ لٹیرا ہے، فراڈی ہے، دھوکہ باز ہے، دجل وفریب کا ماہر ہے اور بہت بڑا جھوٹا ہے۔

یقین فرمایئے حضور ﷺ کی بیان فرمودہ علامات مسیح کو پڑھ کر مسیح موعود کا جو نقشہ ذہن پر ابھرتا ہے۔ اس سے ہٹ کر کسی بھی شخص کا مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرنا، اس سے بڑا دھوکہ، فریب اور دجل وتلبیس ہے جو اکرم نے امجد سے کرنے کی کوشش کی تھی اور وہ تو فرد واحد کو دھوکہ دے کر مال چھیننا چاہتا تھا اور مسیح موعود کا مدعی تو پوری امت مسلمہ کو دھوکہ دے کر ان کا ایمان چھیننا چاہتا ہے۔ اور اکرم تو صرف امجد کو بھیجنے والے فرد کا مجرم تھا اور مسیح موعود بن کر امت کو دھوکہ دینے والا تو رسول ثقلین ﷺ کا مجرم ہے کیونکہ وہ ان کی بتائی گئی علامتوں کو مسخ کر رہا ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ
غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ آمین

غور فرمایئے۔احادیث مبارکہ کی روشنی میں

آنے والے مسیح کا نام عیسیٰ ہوگا۔جبکہ مرزا جی کا نام غلام احمد ہے

ان کی والدہ کا نام مریم ہوگا۔جبکہ مرزا جی کی والدہ کا نام چراغ بی بی ہے

وہ آسمان سے نازل ہوں گے۔جبکہ مرزا جی قادیان میں پیدا ہوئے

وہ دمشق میں اتریں گے۔مرزا جی نے دمشق دیکھا بھی نہیں

وہ جہاد کریں گے۔یہ جہاد کے مخالف ہیں

وہ دجال کو قتل کریں گے۔انہوں نے دجال کو دیکھا بھی نہیں

ان کے زمانے میں بغض وحسد ختم ہو جائے گا۔یہ بغض وحسد کی زمانے میں آگ لگا گئے۔

ان کے زمانے میں اسلام کے سوا سب دین ختم ہو جائیں گے۔مرزا جی کے بعد بھی بے شمار مذاہب موجود ہیں

ان کے زمانے میں مال کی اتنی کثرت ہوگی کہ کوئی صدقہ قبول کرنے والا نہ ملے گا۔

جبکہ مرزا جی پیسوں کی کمی کے شاکی ہی رہے

وہ حج کریں گے۔انہوں نے کبھی حج کا سوچا بھی نہیں

وہ حضور ﷺ کے پہلو میں دفن ہوں گے اور یہ کبھی مدینہ منورہ گئے ہی نہیں

اتنے صریح اختلافات کے باوجود انہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر بھی دیا اور کچھ لوگوں نے اسے مان بھی لیا۔اسے کیا کہا جائے گا؟

پاگل پن یا دین سے مذاق؟

فیصلہ خود کرنا ہے

مانو نہ مانو جان من اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

حیات ونزول مسیح پر اعتراضات کا ایک جائزہ

جو بھی بندہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے وہ قرآن وسنت کے خلاف کوئی کتنا ہی برا عقیدہ اپنا لے۔ وہ اسے قرآن وسنت سے ثابت کرنے کی ہی کوشش کرے گا۔ کیونکہ اس کے بغیر لوگ اس کی بات کو مانیں گے نہیں یا دوسرے آسان الفاظ میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ قرآن وسنت کے نام پر ہی لوگوں کو دھوکا دے گا کیونکہ لوگ تو قرآن وسنت کے علاوہ ہر نظریہ رد کر دیتے ہیں۔ اس لیے وہ اپنے خود ساختہ ہر نظریہ کو قرآن وسنت سے ثابت کرنے کی ہی کوشش کرے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن وسنت کی نصوص قطعیہ شاہد ہیں کہ انہیں زندہ آسمانوں پر اٹھالیا گیا اور قرب قیامت ان کا دوبارہ نزول ہوگا جیسا کہ تفصیلاً بیان کیا جا چکا ہے لیکن مرزا جی نے اس متفقہ اور اجماعی عقیدہ کے خلاف ایک خود ساختہ عقیدہ کو فروغ دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں کشمیر میں ان کی قبر ہے اب جس کے آنے کی بشارت ہے وہ مسیح نہیں بلکہ مثیل مسیح ہوگا اور وہ میں ہی ہوں۔ ظاہر ہے ان کا خود ساختہ عقیدہ اس وقت تک ثابت نہیں ہو سکتا تھا جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دفات ثابت نہ کی جائے۔ تو مرزا جی نے اس پر بہت زیادہ زور دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔

اس پر مرزا جی کے استدلال کا دارومدار زیادہ دو آیات طیبات پر ہے۔

وآیات طیبات یہ ہیں:

إِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا...... الخ (آل عمران:55)

”جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے عیسیٰ! (علیہ السلام) میں تمہیں واپس لینے والا ہوں اور تمہیں اپنی طرف اٹھانے والے ہوں اور تمہیں کافروں سے پاک کرنے

والا ہوں''۔

دوسری آیہ کریمہ یہ ہے:

مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَآ أَمَرْتَنِي بِهِۦٓ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (مائدہ)

''(حضرت عیسیٰ قیامت کے دن عرض کریں گے) میں نے ان سے صرف وہی بات کہی تھی جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا یہ کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے قبضہ میں لے لیا تو ان پر تو ہی نگران تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے''۔

ان آیات سے مرزا جی کا استدلال لفظ ''تَوَفَّيْتَنِي'' اور ''مُتَوَفِّيكَ'' سے ہے وہ کہتے ہیں پہلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تجھے موت دینے والا ہوں۔ اور دوسری آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان ''فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي'' کا مطلب یہ ہے کہ جب تو نے مجھے موت دے دی تو تو ہی ان پر نگران تھا۔

مرزا جی لکھتے ہیں:

''غور کر کے دیکھو کہ تمام قرآن میں بجز روح قبض کرنے کے توفی کے اور کوئی معنی نہیں۔ تمام حدیثوں میں بجز مارنے کے اور کسی محل میں توفی کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا تمام لغت کی کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ جب خدا تعالیٰ فاعل ہو اور کوئی انسان مفعول بہ مثلاً یہ قول ہو کہ توفی اللہ زیداً تو بجز روح قبض کرنے اور مارنے کے اور کوئی معنی نہیں لیے جاویں گے۔ پس جب اس صراحت اور تحقیق سے فیصلہ ہو چکا کہ توفی کے معنی مارنا ہے اور آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے ثابت ہو چکا کہ حضرت عیسیٰ کی توفی عیسائیوں کے بگڑنے سے پہلے ہو چکی تھی یعنی وہ خدا بنائے جانے سے پہلے فوت ہو چکے تھے تو پھر اب تک ان کی وفات کو قبول نہ کرنا یہ طریق بحث نہیں بلکہ بے حیائی کی قسم ہے۔ خدا تعالیٰ نے چونکہ ان

لوگوں کو ذلیل کرنا تھا کہ جو خواہ مخواہ حضرت عیسیٰ کی حیات کے قائل ہیں اس لیے اس نے نہ ایک پہلو سے بلکہ بہت سے پہلوؤں سے حضرت عیسیٰ کی موت کو ثابت کیا توفی کے لفظ سے موت ثابت ہوئی''۔(1)

مرزا جی کا استدلال آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ یہ استدلال متعدد وجوہ سے باطل ہے۔ یاد رہے کہ اس آیت کریمہ پر کچھ بحث گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔ لیکن چونکہ مرزا جی کا بنیادی استدلال انہیں آیات سے ہے اس لیے کچھ تفصیل سے ان آیات پر گفتگو کی جاتی ہے۔ ان آیات سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر استدلال کرنا متعدد وجوہ سے ثابت ہے۔

پہلی آیت کریمہ پر چند گذارشات ملاحظہ ہوں۔ یہ وجوہات بڑی واضح دلیل ہیں کہ اس آیت کریمہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت قطعاً ثابت نہیں ہوئی۔

(1) آیۂ کریمہ کا پس منظر

کسی بھی کلام کا حقیقی مفہوم سمجھنے کے لیے وہ پس منظر بنیادی حیثیت رکھتا ہے جس پس منظر میں وہ کلام کیا گیا ہے۔ یہ حقیقت مسلمات میں سے ہے کہ لفظ بھی وہ اہمیت نہیں رکھتے جو پس منظر رکھتا ہے۔ مثلاً ایک جملہ ہے'' وہ بھی چلا گیا ہے'' اگر کسی مہمان کا تذکرہ ہو رہا ہو اور یہ کہا جائے کہ'' وہ چلا گیا ہے'' تو جملہ اپنے حقیقی معنوں پر محمول ہوگا اور اس میں اس کے چلے جانے کی خبر ہوگی۔ لیکن اگر کوئی انسان موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہو اور پوچھا جائے کہ اس کا کیا حال ہے اور جواب میں یہ کہا جائے کہ'' وہ بھی چلا گیا ہے'' تو الفاظ اگرچہ وہی ہیں لیکن پس منظر فوراً آپ کا ذہن اس کی موت کی طرف منتقل کرے گا۔ اور یہاں یقیناً اس جملے کا معنی اس کی موت کی خبر دینا ہی ہوگا۔ اسی طرح ہر مقام پر اس کا پس منظر اس کے الفاظ سے بھی بڑھ کر اہمیت رکھتا ہے اور کوئی بھی ذی شعور انسان اس کا انکار نہیں کرسکتا۔

اس آیت کریمہ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ الخ کا پس منظر بڑی شدت سے تقاضا کرتا ہے کہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا تذکرہ نہ ہو بلکہ موت کے علاوہ

1۔ ایام الصلح، صفحہ 158۔ منیجر بک ڈپو تالیف واشاعت قادیان

کسی چیز کا بیان ہو۔ اس آیت کریمہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھیجی گئی اس وحی کا تذکرہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث کیا۔ آپ کے ماننے والے قلیل تھے اور دشمن بہت زیادہ تھے۔ دشمن آپ کو قتل کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ امام ابن جریر طبری اس آیت کا پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان کعب الاحبار قال انما بعثه داعیاو مبشرا یدعو الیه وحده فلما رائی عیسی قلة من اتبعه و کثرة من کذبه شکا ذالک الی اللّٰہ عزوجل فاوحی اللّٰہ الیه اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ ولیس من من رفعته عندی میتا و انی سابعثک علی الاعور الدجال فتقتله ثم تعیش بعد ذالک اربعاو عشرین سنة ثم امیتک میتة الحی و قال کعب الاحبار یصدق حدیث رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم حیث قال کیف تهلک امة انا فی اولها و عیسی فی آخرها(2)

"حضرت کعب الاحبار فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو داعی اور مبشر بنا کر بھیجا۔ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے پیروکاروں کی قلت اور اپنے جھٹلانے والوں کی کثرت دیکھی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صورتِ حال عرض کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی بھیجی: میں آپ کو اپنے قبضہ میں لے لوں گا اور تمہیں اپنی طرف اٹھالوں گا اور یہ اٹھانا میت کی حیثیت سے نہیں ہوگا۔ میں تمہیں کانے دجال کی طرف بھیجوں گا تم اسے قتل کرو گے پھر تم اس کے بعد چوبیس سال زندہ رہو گے پھر میں تمہیں ایسے ہی موت دوں گا جیسے کسی بھی زندہ کو موت دی جاتی ہے حضرت

1۔ تفسیر ابن جریر، جلد 3، صفحہ 202۔ دار المعرفۃ بیروت۔ لبنان

کعب الاحبار فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث بھی اس کی تصدیق کرتی ہے کہ آپ نے فرمایا: یہ امت کیسے ہلاک ہوگی جبکہ میں اس کے اوّل میں ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام اس کے آخر میں ہوں''۔

قارئین کرام! خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ جب پیرودں کی قلت اور دشمنوں کی کثرت کی سنگین صورت حال حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے رب کریم کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں تو یہ وحی ہوتی ہے اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ۔ یہ آیت تو ان سخت اور کٹھن حالات میں ایک بشارت ہے کہ میرے پیغمبر! آپ پریشان نہ ہوں یہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے میں آپ کو اپنے قبضہ میں لے لوں گا اور اپنی طرف اٹھالوں گا۔

جو لوگ بضد ہیں کہ یہاں ''مُتَوَفِّیْكَ'' سے مراد یہ ہے کہ میں تمہیں مارنے والا ہوں۔ اس پس منظر کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے وہ خود ہی اپنے دعویٰ پر غور کریں تو امید ہے ان پر ان کی غلطی واضح ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ کا ایک پیغمبر جو دشمنوں میں گھرا ہوا اپنے رب سے اپنی مشکلات اور بے بسی کا تذکرہ کر رہا ہو اسے یہ تو نہیں کہا جائے گا کہ میں تمہیں مارنے والا ہوں۔ یہ تو دھمکی ہوگی ان سنگین حالات میں تسلی اور تشفی کا سامان تو نہ ہوا جو اس وحی کا اصل مقصد و مدعا ہے اس آیۂ کریمہ کا یہ پس منظر مرزا جی کے دعویٰ کا واضح بطلان ہے۔

2۔ متوفی کا لغوی مفہوم

دوسری چیز جو مرزا جی کے دعویٰ کے بطلان پر واضح دلیل ہے وہ ''مُتَوَفِّیْكَ'' کا لفظی و لغوی مفہوم ہے۔ ''مُتَوَفِّیْكَ'' کا حقیقی معنی لغت کی کسی بھی کتاب میں موت دینے والا یا مارنے والا نہیں ہے۔ یہ لفظ وَ فَی سے مشتق ہے وفی کا معنی ہے کسی چیز کو پورا کرنا۔ جیسے ایفاء عہد یہ ہے کہ اپنے وعدے کو پورا کرنا۔ توفی کا حقیقی معنی ہے کسی چیز کو مکمل طور پر لے لینا۔

علامہ ابن المنظور الافریقی لکھتے ہیں:

توفیت المال و استوفیته اذا اخذته کله(1)

1۔ لسان العرب۔ مادہ۔ و۔ف۔ ق۔ جلد 5، صفحہ 359۔ دار احیاء التراث العربی۔ بیروت

"توفیت المال و استوفیتہ کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اس سے سارا مال لے لیا"۔

ابوالحسین احمد بن فارس زکریا لکھتے ہیں:

توفیت الشیء و استوفیتہ۔ اذا اخذتہ کلہ حتی لم تترک منہ شیئا(1)

"توفیت الشیء و استوفیتہ سے مراد یہ ہے جب تو وہ ساری چیز لے لے اور اس میں سے کچھ بھی باقی نہ چھوڑے"۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیہ کریمہ کے ضمن میں "توفی" پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان التوفی اخذالشیء و افیا(2)

"کہ توفی کسی چیز کو مکمل طور پر لے لینا ہے"۔

امام ابن جریر طبری اسی پس منظر میں فرماتے ہیں:

......و معنی الوفاۃ القبض۔ کما یقال توفیت من فلان مالی علیہ بمعنی قبضتہٗ و استوفیتہ قالوا فمعنی قولہ "اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ" ای قابضک من الارض حیا الی جواری و آخذک الی ما عندی بغیر موت و رافعک من بین المشرکین و اھل الکفر(3)

"......وفاۃ کا معنی قبض ہے جیسے کہا جاتا ہے: توفیت من مالی علیہ اس سے مراد یہ ہے کہ میں نے اس سے اپنا پورے کا پورا مال لے لیا۔ وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ" کا معنی یہ ہے کہ میں تمہیں زمین سے زندہ اپنے

1۔ مقاییس اللغۃ، جلد 6، صفحہ 129۔ مکتبۃ المصطفیٰ البابی۔ مصر

2۔ تفسیر کبیر، جلد 8، صفحہ 72

3۔ تفسیر ابن جریر طبری، جلد 3، صفحہ 202

جوار میں لینے والا ہوں۔ اور میں تمہیں بغیر موت لینے والا ہوں۔ اور مشرکین اور کافروں کے درمیان سے اٹھانے والا ہوں''۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں کہیں بھی وفات کا لفظ حیات کے مقابلہ میں ذکر نہیں ہوا۔ بلکہ حیات کے مقابلہ میں ہر جگہ موت کا لفظ ہی استعمال ہوا ہے۔توفی کا لفظ موت کے معنی میں مجازی طور پر ضرور استعمال ہوتا ہے قرآن کریم میں اس کی بہت سے مثالیں موجود ہیں۔

صاحب تاج العروس لکھتے ہیں:

اوفاه فاستوفاه و توفاه ای لم یدع منه شیئا فهما مطاوعان لا وفاه و وفاه و توفاه و من المجاز ادرکته الوفاة ای المنیة و الموت (1)

''یعنی اوفی۔ استوفی اور توفی کے معنی ہیں: کسی چیز کو پورا پورا لینا کہ کوئی چیز اس سے باقی نہ رہے اور توفی سے مجازی طور پر موت بھی مراد لی جاتی ہے''۔

قارئین کرام پر اس لغوی تحقیق سے واضح ہو چکا ہوگا کہ ''مُتَوَفِّيكَ'' کا لفظی معنی یہ نہیں ہے کہ میں تمہیں مارنے والا ہوں بلکہ اس کا لغوی معنی ہے میں تمہیں مکمل طور پر لینے والا ہوں اور مُتَوَفِّيكَ' کا یہ مجازی معنی ہوسکتا ہے کہ میں تمہیں موت دینے والا ہوں۔لیکن مجازی معنی اسی وقت مراد لیا جاتا ہے جب کوئی قوی قرینہ اسے حقیقت سے مجاز کی طرف پھیرنے والا ہو۔ جبکہ یہاں تو قرآن وسنت کے قوی شواہد جن کا تذکرہ گزشتہ اوراق میں کیا جا چکا ہے، ہم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ یہاں ''مُتَوَفِّيكَ'' کا حقیقی معنی ہی مراد ہوگا کہ میں تمہیں مکمل طور پر اپنے قبضہ میں لینے والا ہوں۔

اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو مثلاً وصال کا لفظ وصل سے نکلا ہے جس کا لفظ معنی ہے: مل جانا۔ یہ لفظ حقیقت کے اعتبار سے فراق کا متضاد ہے۔ جب محبّ اور محبوب میں فراق اور دوریاں ختم ہو جائیں تو ہم کہیں گے کہ محبّ کو وصال کی نعمت مل گئی علامہ اقبال کا ایک شعر ہے:

1۔تاج العروس شرح قاموس، جلد 10، صفحہ 394

عین وصال میں مجھے حوصلۂ نظر نہ تھا
گرچہ بہانہ جو رہی میری نگاہ بے ادب

یہ وصال کا لفظی معنی ہے لیکن اردو میں یہ لفظ موت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور وہ اس کا مجازی معنی ہے۔ اور مجازی معنی اسی وقت لیا جائے گا جب حقیقی معنی لینے سے کلام کا پس منظر روکتا ہوا گر یہ کہا جائے کہ آتش فراق میں تڑپنے والے کو آج نعمت وصال مل گئی۔ تو اس سے یہی مراد ہوگی کہ اسے اپنے محبوب سے شرف ملاقات مل گیا لیکن اگر کوئی بندہ لفظ وصال سے محب کی موت ہی ثابت کرنے پر تلا رہے تو آپ اسے کیا کہیں گے زبان کی نزاکتوں سے ناواقف یا متعصب اور ضدی؟

یقین فرمائیں کہ ''مُتَوَفِّيْكَ'' کا حقیقی معنی مکمل طور پر لینے والا، چھوڑ کر اس کا مجازی معنی موت مراد لینا اس سے بھی عجیب تر ہے کیونکہ وہاں تو صرف ادب سے ناواقفیت ثابت ہوتی ہے اور یہاں تو قرآن وسنت کی نصوص کا انکار لازم آتا ہے اور دولتِ ایمان سے ہاتھ دھونا پڑتے ہیں۔ نہ جانے لوگ اس بات پر غور کیوں نہیں کرتے؟

ایسے ہی انتقال کا لفظی معنی ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جانا ہے لیکن یہ لفظ اردو میں موت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اب اگر کوئی بندہ لاہور سے کراچی منتقل ہونے والے کی موت ہی ثابت کرنے پر ڈٹا رہے تو اسے آپ کیسے سمجھا سکتے ہیں؟

وفاۃ کا لفظ بھی وصال اور انتقال کی طرح مجازی معنوں موت کے لئے ضرور استعمال ہوتا ہے اور قرآن مجید میں ہوا بھی ہے لیکن اس کا حقیقی معنی کسی چیز کو مکمل طور پر لے لینا ہے۔ اس لغوی وضاحت کے بعد اب قارئین پر واضح ہو چکا ہوگا کہ ''یا عیسی انی متوفیك'' کا معنی یہ ہے کہ اے عیسیٰ! میں تمہیں مکمل طور پر اپنے قبضہ میں لینے والا ہوں۔

ایک شبہہ اور اس کا ازالہ

اگر یہ کہا جائے کہ جب ''اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ'' کا معنی یہ ہے کہ میں تمہیں مکمل طور پر لینے والا ہوں جس کا مفاد یہ ہے کہ میں تمہیں آسمان پر اٹھانے والا ہوں تو پھر اس کے بعد

''وَرَافِعُكَ اِلَیَّ'' کیوں فرمایا گیا جس کا معنی بھی یہی ہے کہ میں تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔کیا یہ تحصیل حاصل نہیں؟

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

(اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ) یدل علی حصول التوفی و ھو جنس تحته انواع بعضها بالموت و بعضها بالاصعاد الی السماء فلما قال بعده (وَرَافِعُكَ اِلَیَّ) کان ھذا تعیینا للنوع و لم یکن تکرارا(1)

(اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ) یہ مکمل لے لینے پر دلالت کرتا ہے۔اور توفی ایک جنس ہے جس کے نیچے انواع ہیں اور کبھی یہ موت سے ہوتی ہے اور کبھی آسمان کی طرف اٹھانے سے۔جب اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا: (وَرَافِعُكَ اِلَیَّ) کہ میں تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔تو یہ ایک نوع کی تعیین ہوگی۔تکرار نہیں ہوگا''۔

امام رازی کے اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ توفی ایک جنس ہے موت بھی اس کی ایک نوع ہے اور آسمان کی طرف اٹھانا بھی ایک نوع ہے تو یہاں توفی کے بعد رفع کا ذکر اس کی نوعیت کو بیان کرنے کے لئے ہے۔

اور اگر توفی بعینہٖ موت ہی ہو تو پھر اس آیت کا کیا مطلب ہوگا۔

حَتّٰی یَتَوَفّٰھُنَّ الْمَوْتُ (النساء:15)

''یہاں تک کہ انہیں موت اپنے قبضہ میں لے لے''۔

کیا یہ آیت اس پر واضح دلیل نہیں کہ موت اور چیز ہے اور توفی اور چیز ہے اور موت اور توفی مترادف نہیں۔

3۔جمہور مفسرین کا نقطہ نظر

تیسری چیز جو اس حقیقت پر قوی دلیل ہے کہ یہاں ''مُتَوَفِّیْكَ'' کا معنی مارنے والا

1۔تفسیر کبیر، جلد 9، صفحہ 72

نہیں بلکہ مکمل طور پر اپنے قبضہ میں لینے والا ہے۔ یہ اس آیت کریمہ کی وہ تفسیر ہے جو شروع سے آج تک جمیع مفسرین کرتے آئے ہیں۔ قرآنی اصول کے مطابق ہر انسان کے لئے سبیل المؤمنین جنت کا راستہ ہے اور اسے چھوڑ کر کوئی اور راہ اختیار کرنا دوزخ میں جانے کا دوسرا نام ہے۔ مرزا جی کے دور تک ہر مفسر نے اس آیت کریمہ کی یہی تفسیر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا۔ بیان کے اسلوب میں فرق ہوسکتا ہے مثلاً بعض نے کہا کہ آپ پر نیند طاری کردی گئی اور نیند کی حالت میں آپ کو اٹھایا گیا۔ بعض نے کہا غسل کرنے کے بعد آپ کو اٹھایا جیسا کہ تفصیلاً گزر چکا ہے۔ لیکن آج تک تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کو اٹھایا بھی گیا اور آپ کا دوبارہ نزول بھی ہوگا۔ اس بحث کے شروع میں اسی آیت پر کلام کرتے ہوئے امام فخر الدین رازی، امام قرطبی، امام سیوطی اور علامہ مہائمی علیہم الرحمہ کے اقوال گزر چکے ہیں۔ ان پر ایک نظر دوبارہ ڈال لی جائے تو حقیقت مزید واضح ہو جائے گی۔

اس وقت صرف امام قرطبی علیہ الرحمہ کی ایک اور وضاحت ملاحظہ ہو۔ اس آیت کی تفسیر میں آپ فرماتے ہیں:

> قال الحسن و ابن جریج معنی ''مُتَوَفِّیْکَ'' قابضک و رافعک الی السماء من غیر موت ۔ مثل توفیت مالی من فلان ای قبضتہٗ فقال وھب ابن منبہ توفی اللّٰہ عیسی علیہ السلام ثلاث ساعات من نھار ثم رفعہ الی السماء و ھذا فیہ بعد فانہ صح فی الاخبار عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نزولہ و قتلہ الدجال علی ما بیناہ فی کتاب التذکرہ(1)

''حضرت حسن اور ابن جریج علیہما الرحمہ کہتے ہیں کہ ''مُتَوَفِّیْکَ'' کا معنی ہے کہ

1۔ تفسیر قرطبی، جلد 4، صفحہ 101

میں تمہیں اپنے قبضہ میں لینے والا ہوں اور بغیر موت کے آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں جیسے کہا جاتا ہے: توفیت مالی من فلان۔ اس سے مراد یہ ہے کہ میں نے اس سے اپنا پورا مال لے لیا۔ وہب ابن منبہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر تین ساعتوں کے لئے موت طاری کی اور پھر انہیں آسمان کی طرف اٹھالیا۔ لیکن یہ قول حقیقت سے بہت دور ہے کیونکہ صحیح احادیث میں آیا ہے کہ ان کا نزول ہوگا اور وہ دجال کو قتل کریں گے جیسا کہ ہم نے کتاب التذکرہ میں بیان کیا ہے''۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ امام قرطبی علیہ الرحمہ وہب ابن منبہ کے اس قول کا بھی رد کر رہے ہیں جس میں یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پر تین ساعتوں کے لئے موت طاری کی گئی اور پھر انہیں آسمان پر اٹھایا گیا۔ اور وہ فرما رہے ہیں کہ یہ قول صحیح احادیث کے خلاف ہے۔ لیکن مرزا جی کس ڈھٹائی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کشمیر میں ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور ان کے نزول کا بھی انکار کر رہے ہیں۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا موقف

مرزا جی اس بات پر بہت زور دیتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ''يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ'' کا معنی یہ کیا ہے: ای ممیتك یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے عیسیٰ! میں تمہیں موت دینے والا ہوں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت واقع ہو چکی ہے اور انہیں آسمان پر نہیں اٹھایا گیا۔

ایک مقام پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''بخاری میں عبد اللہ ابن عباس کے قول سے ثابت ہو چکا ہے کہ ''يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ'' کے یہ معنی ہیں کہ اے عیسیٰ! میں تجھے وفات دوں گا''۔(1)

بظاہر تو یہ بات بڑی وزنی معلوم ہوتی ہے لیکن دلائل کا تجزیہ کرنے سے صاف معلوم

1۔ ایام الصلح، صفحہ 157

ہوتا ہے کہ مرزا جی یہاں بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بات نہیں مان رہے بلکہ اپنے مخترعات پر ایک دلیل گھڑ رہے ہیں ورنہ ختم نبوت میں تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جتنی وضاحت سے حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کو بیان فرمایا ہے اگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بات ماننی ہوتی تو مرزا جی وہاں بھی مان لیتے۔ وہاں نہ ماننا اور یہاں لفظوں کا ہیر پھیر کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کرنا، کہ یہ عقیدہ میں نے اس لیے رکھا کہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا عقیدہ ہے، دجل وفریب کے سوا کچھ نہیں۔

مرزا جی کے پیدا کردہ اس شبہہ کے متعلق چند گذارشات ملاحظہ ہوں:

سب سے پہلی گذارش یہ ہے کہ مرزا جی وہ نظریہ کسی حال میں نہیں رکھتے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے اس بارے میں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نظریہ کیا ہے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں سنئے:

و الثانی (مُتَوَفِّيْكَ) ای ممیتک و ھو مروی عن ابن عباس و محمد بن اسحاق، قالوا، والمقصود ان لایصل اعداء ہ من الیھود الی قتلہ۔ ثم انہ بعد ذالک اکرمہ بان رفعہ الی السماء(1)

''مُتَوَفِّيْكَ کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ تمہیں موت دینے والا ہوں اور یہ حضرت ابن عباس اور محمد بن اسحاق سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں اس سے مقصود یہ ہے کہ یہود میں سے آپ کے دشمن آپ کو قتل نہیں کر سکیں گے۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعزاز بخشا اور آپ کو آسمان پر اٹھالیا''۔

امام رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مؤقف یہ تھا کہ آپ پر چند ساعتوں کے لئے موت طاری کی گئی اور پھر آپ کو زندہ کر کے آسمان پر اٹھایا گیا۔ تو سوال یہ ہے کہ کیا مرزا جی مانتے ہیں کہ آپ کو زندہ کر کے آسمان پر اٹھایا گیا تو

1۔ تفسیر کبیر، جلد 8، صفحہ 71

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر حضرت ابن عباس سے منقول اس بات کو ایسے ہی مان لیا جائے تب بھی یہ مرزا جی کے لئے فائدہ مند نہیں کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے قائل ہیں جب کہ مرزا جی اس کے منکر ہیں۔

دوسری گذارش یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کی جو صحیح روایت ہے اسے حضرت ابن عباس نے ہی روایت کیا ہے وہ تفسیر ابن کثیر کے حوالہ سے تفصیلاً گزر چکی ہے۔ جبکہ یہ روایت اس پائے کی نہیں بلکہ مرجوح ہے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی علیہ الرحمہ اس سوال کے جواب میں ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

''بعد اس کے اوّلاً تو یہ معروض ہے کہ اثر مذکور ابن عباس کا علی بن ابی طلحہ سے مروی ہے اور اہل الجرح والتعدیل کو اس میں کلام ہے۔ چنانچہ قسطلانی نے تضعیف اور عدم ثبوت ملاقات اس کی کو ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ذکر کیا ہے اور تقریب میں ہے: علی بن ابی طلحہ سالم مولی بنی العباس سکن حمص ارسل عن ابن عباس ولم یرہ من السادسۃ صدوق و قد یخطی انتھی ۔ و فی الخلاصۃ قال احمد لہ اشیاء منکرات ۔ و فی المیزان قال احمد ابن حنبل لہ اشیاء منکرات۔ قال دحیم لم یسمع علی ابن ابی طلحۃ التفسیر عن ابن عباس''(1)

کیا اس مرجوح روایت پر عمل کرنا اور اس صحیح روایت کو چھوڑ دینا گمراہی نہیں ہے؟

اس بارے میں تیسری گذارش یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ فرمان قطعاً رفع عیسیٰ علیہ السلام کے مؤقف کے مخالف نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تقدیم و تاخیر کے قائل ہیں۔

تفسیر ابن عباس میں ہے:

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ۔ مقدم و مؤخر یقول انی رافعک(2)

1۔ شمس الہدایہ، صفحہ 28　　2۔ تفسیر ابن عباس، صفحہ 63۔ مکتبہ حقانیہ۔ پشاور

''یعنی حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہاں تقدیم وتاخیر ہے''۔

یعنی اصل عبارت یوں ہے: اذقال اللہ یعیسی انی رافعك الی و متوفیك

''جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے عیسیٰ! میں تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور پھر تمہیں موت دینے والا ہوں۔ اس میں یہود کے عزائم کا رد بلیغ ہے کیونکہ وہ آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اب تو آپ کو آسمان پر اٹھا رہا ہوں جب آپ کا دوبارہ نزول ہوگا یہودی تو اس وقت بھی آپ کو قتل نہ کرسکیں گے بلکہ آپ اپنی طبعی موت سے انتقال فرمائیں گے۔

اس سے واضح ہو رہا ہے کہ اگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی اس روایت کو صحیح مان بھی لیا جائے تب بھی نفس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کی دوسری آیت کریمہ جو یہاں بھی درج کی گئی۔ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وہ مکالمہ درج ہے جو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے فرمائیں گے۔

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ (مائدہ:117)

''جب تو نے مجھے اپنے قبضہ میں لے لیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا''۔

اس آیت میں فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کی تفسیر میں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں:

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي۔ رفعتنی من بینھم(1)

''جب تو نے مجھے ان کے درمیان سے اٹھالیا''۔

امید ہے قارئین کرام پر واضح ہو چکا ہوگا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی رفع عیسیٰ علیہ السلام کے ہی قائل ہیں۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ نظریہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا جیسا کہ قادیانی حضرات کا نظریہ ہے، سوائے دجل وفریب کے کچھ نہیں۔

کیا آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو اٹھایا گیا؟

مرزا غلام احمد قادیانی نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ آسمان پر عیسیٰ علیہ السلام کی

1۔ تفسیر ابن عباس، صفحہ 138

روح کو اٹھایا گیا ہے ان کے جسم کو نہیں اس شبہ کے ازالہ میں اوّلین گذارش یہ ہے کہ یہ خیال نص قرآنی کے خلاف ہے کیونکہ سورہ المائدہ کی یہ آیات کریمہ پہلے گزر چکی ہے۔

وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (النساء)

''یقیناً انہوں نے اسے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا''۔

یہاں دونوں جگہ پر ''ہ'' کی ضمیر ہے یعنی جسے وہ قتل کرنا چاہتے تھے اللہ تعالیٰ نے اسے ہی آسمان پر اٹھایا۔ ظاہر ہے قتل کا تعلق جسم سے ہے روح سے نہیں یعنی یہود آپ کے جسم کو ہی قتل کرنا چاہتے تھے نہ کہ روح کو۔ تو آسمان پر جسم کو ہی اٹھایا گیا نہ کہ روح کو۔

اگر یہ کہا جائے کہ آسمان پر روح کو ہی اٹھایا گیا۔ تو سوال یہ ہے کہ روح تو ہر بندۂ مومن کی اٹھائی جاتی ہے تو کیا استغفر اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایمان میں کوئی شک ہے جو ان کے بارے میں خصوصاً بتایا گیا کہ ان کی روح کو آسمان پر اٹھایا گیا۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہود کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو آسمان پر نہیں اٹھایا جائے گا تو ان کی تردید میں بتایا گیا کہ ان کی روح کو آسمان پر اٹھایا گیا۔

تو سوال یہ ہے کہ روح کا آسمان پر اٹھنا تو ایک مخفی امر ہے آخر ان حالات میں یہود پر یہ کیسے حجت ہو سکتا ہے۔ ان کے عقائد باطلہ پر ضرب کاری اسی صورت میں لگ سکتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے گھر سے غائب ہو جائیں اور یہود کو سمجھ ہی نہ آئے کہ آخر وہ کہاں گئے۔ اور وہ اس شش و پنج میں پڑ جائیں کہ اگر یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں تو پھر ہمارا نمائندہ کدھر ہے اور اگر یہ ہمارا نمائندہ ہے تو عیسیٰ علیہ السلام کدھر ہیں؟

یہی وجہ ہے کہ روح کو اٹھانے کا قول پوری امت مسلمہ کے اجماعی عقیدہ کے خلاف ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کشمیر میں آکر بسنے کا مرزا جی کا خودساختہ افسانہ اس لیے بھی غلط ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا تھا: وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ''کہ میں تمہیں کافروں سے پاک کرنے والا ہوں''۔

اگر مرزا جی کے بقول آپ کشمیر میں آ کر آباد ہو گئے تھے تو کیا کشمیر میں کافر آباد نہیں تھے۔ قادیانی حضرات آخر اس بات پر کیوں غور نہیں کرتے کہ کیا اس وقت کشمیر میں کافر آباد نہیں تھے اگر تھے اور یقیناً تھے تو کیا اس وقت کے کافر نجس نہیں تھے اگر نجس تھے اور یقیناً تھے تو اللہ تعالیٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کیا ہوا یہ وعدہ کدھر گیا وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ کافروں سے نکلے اور کافروں میں ہی آباد ہو گئے تو تطهير من الكفار کا وعدہ کدھر گیا؟

خود ہی سوچئے کہ اللہ تعالیٰ کے واضح ارشادات کو چھوڑ کر مرزا جی کی خود ساختہ باتوں کو ماننا گمراہی وضلالت کی انتہاء نہیں تو اسے کیا کہا جائے گا؟

ایک اور شبہہ اور اس کا ازالہ

مرزا غلام احمد قادیانی نے قرآن کریم کی اس آیت کریمہ سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ

(آل عمران: 144)

''اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صرف ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے اور رسول ہو چکے ہیں''۔

اس آیت طیبہ سے مرزا جی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ اور ان کے لٹریچر میں اس آیۂ طیبہ کو بار بار وفات مسیح ثابت کرنے کے لئے دہرایا گیا ہے مرزا جی ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''اگر قرآن شریف کو غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ اور بھی بہت سی ایسی آیات ہیں جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ منجملہ ان کے یہ آیت ہے: وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ (آل عمران: 144)۔ یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محض ایک رسول ہیں اور ان سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں پس کیا اگر وہ فوت ہو گئے یا قتل کیے گئے تو

تم دین اسلام چھوڑ دو گے...... بلکہ جہاں جہاں قرآن شریف میں خلت کا لفظ آیا ہے وفات کے معنی پر ہی آیا ہے''۔(1)

مرزا جی کا استدلال آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ ان کے استدلال کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں خلت کا معنی ہے فوت ہو گئے۔ یعنی حضور ﷺ سے پہلے والے تمام رسول فوت ہو گئے تو ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت ہو گئے۔

مرزا جی کو اس استدلال پر بڑا ناز ہے انہوں نے جگہ جگہ اسے ذکر کیا ہے لیکن حقیقت ہے کہ یہ استدلال بھی حقیقت کی دنیا میں کوئی چیز نہیں ہے بلکہ اپنے خود ساختہ نظریات کو ثابت کرنے کے لئے قرآن کریم کی تحریف معنوی ہے مرزا جی کہتے ہیں خلت کا معنی ہے وفات پا گئے لغت کی کسی کتاب میں خلت کا معنی ماتت یعنی مر گئے، نہیں ہے۔ لغت میں ''خلا'' کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ تنہا ہونا اور گزر جانا

امام راغب الاصفہانی فرماتے ہیں:

و الخلویستعمل فی الزمان و المکان لکن لما تصور فی الزمان المضی فسّر اھل اللغة بقولھم معنی الزمان و ذھب و قال تعالیٰ ''وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ۔ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ...... و خلا فلان بغلان صامعه فی خلاء و خلا الیه انتھی الیه فی خلوة۔ قال تعالیٰ۔ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ(2)

''خلو کا لفظ زمان و مکان دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن جب یہ گزرے ہوئے زمانے کے لئے استعمال کیا جائے۔ تو اہل لغت نے وضاحت کی ہے کہ خلا الزمان کا معنی ہے۔ زمانہ گزر گیا یا چلا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَمَا مُحَمَّدٌ

1۔ براہین احمدیہ، جلد 5، صفحہ 215

2۔ مفردات الفاظ القرآن، مادہ خلا، صفحہ 159۔ اسماعیلیاں۔ چاپ۔ قم۔ ایران

اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ ۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ ۔ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ...... اور خلا فلاں بفلاں کا معنی یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ تنہا ہوا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ''۔

امام راغب علیہ الرحمہ کی اس تشریح سے واضح ہوا کہ اگر ''خلا'' کا لفظ زمانے کے لئے آئے تو گزر جانے کے معنی میں آتا ہے اور اگر مکان کے لئے آئے تو تنہا ہونے کے لیے آتا ہے۔ یہ لفظ مرنے کے معنی میں عربی لغت میں استعمال نہیں ہوتا ہے۔ ہاں گزر جانے کی ایک صورت مرنا بھی ہوسکتی ہے لیکن یہ لفظ مرنے کے معنی میں محدود نہیں ہے۔

مرزا جی کا دعویٰ ہے:

'' خدا تعالیٰ نے انہیں آیات میں خلت کے لفظ کی خود تشریح فرما دی ہے اور خلت کے مفہوم کو صرف موت اور قتل میں محدود کر دیا ہے''۔(1)

اگر خلا کا معنی صرف مر جانا ہی ہے تو سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ (الفتح:28) کا کیا معنی ہے کیا اللہ کی سنتیں مر گئی ہیں؟ اور وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ کی مراد آپ کے نزدیک یہ ہوگی کہ وہ اپنے شیطانوں کے ساتھ مر جاتے ہیں

مرزا جی دعویٰ کرتے ہیں:

'' تم ایک بھی ایسی آیت پیش نہ کرسکو گے جس میں کسی انسانی گروہ کو خلت کا مصداق قرآن نے ٹھہرایا ہو اور پھر اس آیت کے معنی موت نہ ہوں''۔(2)

عجیب دعویٰ ہے وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ۔ میں کیا خلوا کا مصداق گروہ منافقین نہیں ہے؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو کیا اس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ وہ اپنے شیاطین کی طرف مر جاتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے جب ''خلا'' کا مادہ زمانہ کے لئے استعمال ہو۔ تو اس کا معنی ہوتا ہے گزر جانا۔ اب گزر جانے کے مفہوم میں موت بھی آسکتی ہے اور کوئی دوسری صورت بھی ہو

1۔ براہین احمدیہ، جلد 5، صفحہ 216 　　　 2۔ ایام الصلح، صفحہ 158 (حاشیہ)

سکتی ہے کیونکہ اس لفظ کا اصلی معنی موت نہیں بلکہ گزر جانا ہے موت اس کا ایک جز ضرور ہو سکتی ہے۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کا معنی یہ ہے کہ ان سے پہلے بہت سے رسول گزر گئے۔ اس سے دونوں چیزیں مراد ہو سکتی ہیں کہ وہ وصال فرما گئے ہیں۔ یا کسی دوسرے طریقے سے وہ اپنی امت سے الگ کر دیئے گئے۔ جب قرآن وسنت کے دلائل ہمیں بتاتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی امت سے خلو موت سے نہیں بلکہ رفع آسمانی سے ہوا تو قَدْ خَلَتْ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت آخر کیسے ثابت ہوئی۔ سیکڑوں سال پہلے مفسرین کرام نے یہ نکتہ بڑی وضاحت سے بیان کر دیا تھا۔ بشرطیکہ کوئی حق کا طالب پڑھنے والا بھی ہو۔

امام ابوالحسن ابراہیم بن عمر البقاعی متوفی 885ھ اسی آیۂ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

(قَدْ خَلَتْ) الی بمفارقة اممهم اما بالموت او الرفع الی السماء (1)

''قَدْ خَلَتْ۔ یعنی اپنی امتوں سے الگ ہو گئے، موت سے یا آسمان کی طرف اٹھائے جانے سے''۔

اگر اتنی واضح حقیقتوں کے باوجود بھی کوئی نہ ماننے پر ڈٹا رہے تو ہم اس کے لئے سوائے ہدایت کی دعاء کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

مرزا جی کے چند دیگر استدلالات پر ایک نظر

مرزا جی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کے لئے قرآن کریم کی چند دیگر آیات سے بھی استدلال کرنے کی کوشش کی ہے لیکن دلیل کا لفظ لفظ پکارتا ہے کہ قرآن سے عقیدہ نہیں اخذ کیا جا رہا بلکہ اپنے خودساختہ عقیدہ کو قرآن پر تھوپا جا رہا ہے اور اتنے دور کے چکر کاٹتے ہیں کہ تعجب ہوتا ہے کہ قرآن وسنت کی واضح نصوص اور امت مسلمہ کے ایک

1۔ تفسیر نظم الدرر، جلد 1، صفحہ 162۔ دار الکتب العلمیہ۔ لبنان

اجماعی عقیدہ کے خلاف اس خودساختہ نظریے کو لوگوں نے مان کیسے لیا۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ملا نصیر الدین کے ہاں ایک مہمان آ گیا۔ ملا نے اسے بیٹھک میں بٹھایا اور گھر گئے بیوی سے پوچھا کہ آج کیا پکایا ہے۔ وہ کسی بات پر جلی بھنی بیٹھی تھی کہنے لگی آج میں نے خاک پکائی ہے یہ بات مہمان نے بھی سن لی جب ملا اس کے پاس گئے۔ تو مہمان نے کہا: اچھا جی! میں تو چلتا ہوں۔ ملا نے کہا: کیوں؟ مہمان کہنے لگا کہ تم نے تو خاک پکائی ہے اور میں تو خاک کھاتا نہیں ہوں۔ ملا نے کہا: گھبرایئے نہیں دراصل میری بیوی بہت پڑھی لکھی خاتون ہے اس نے اشارہ میں بتایا ہے کہ اس نے گوشت پکایا ہے مہمان نے پوچھا: وہ کیسے؟ ملا نے کہا خاک کو الٹا کیجئے تو بنتا ہے کاخ۔ کاخ کا معنی فارسی میں محل ہوتا ہے اور محل کو الٹا کیجئے تو بنتا ہے لحم۔ اور لحم عربی میں گوشت کو کہتے ہیں۔ لہٰذا میری بیوی نے گوشت پکایا ہے گھبرایئے نہیں۔

یقین فرمایئے مرزا جی اپنے دعووں کو ایسے ہی ثابت کرتے ہیں جیسے ملا نے خاک کو گوشت ثابت کیا تھا لیکن تعجب ہے کہ ملا کی بات کو بطور لطیفہ لیا جاتا ہے اور مرزا جی کی بات کو عقیدت سے سنا جاتا ہے۔ سچ ہے۔

ع خدا جب دین لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے

مرزا جی نے ایسے ہی لمبے چکر کاٹ کر جن آیات سے وفات مسیح کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ان میں سے چند آیات یہ ہیں:

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ (المائدہ:75)

''مسیح ابن مریم تو صرف ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت رسول ہو چکے ہیں اور ان کی ماں ایک راستباز خاتون تھیں۔ دونوں کھانا کھاتے تھے''۔

فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ﴿٢٥﴾ (اعراف)

''تم اسی (زمین) میں جیو گے اور اسی میں تم مرو گئے اور تم اسی سے نکالے جاؤ گے''۔

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿٣٦﴾ (البقرہ)

''تمہارے لیے زمین میں ٹھہرنا اور کام چلانا ہے ایک معینہ مدت تک''۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً (روم:54)

''اللہ ہی ہے جس نے تمہیں ناتوانی سے پیدا کیا۔ پھر ناتوانی کے بعد قوت دی۔ پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا طاری کر دیا''۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو براہین احمدیہ(1)

اگر کوئی بندہ صرف اس لیے نہ پڑھ رہا ہو کہ وہ اپنی کسی سوچی ہوئی بات کو قرآن سے ثابت کرے تو ان آیات کو پڑھتے ہوئے وفات مسیح کا کوئی تصور بھی اس کے ذہن میں نہیں ابھر سکتا لیکن چونکہ مرزا جی تو اپنی ایک سوچی ہوئی بات کو ہی قرآن سے ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں لہٰذا وہ خاک کو گوشت ثابت کر کے ہی رہتے ہیں۔

ان آیات سے مرزا جی کا استدلال یہ ہے کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام کھانا کھاتے تھے تو وہ آسمان پر کیا کھاتے ہوں گے۔ اور کھانے کے دیگر لوازمات کا کیا کرتے ہوں گے۔ اور جب تم نے زمین پر ہی جینا، مرنا ہے اور زمین سے ہی نکالے جاؤ گے تو حضرت مسیح علیہ السلام کا آسمان پر چلے جانا اس کے خلاف ہے اور جب طاقت کے بعد کمزوری آ جاتی ہے تو اتنے لمبے عرصہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی کمزوری کا کیا حال ہوگا؟

ان شبہات کے ازالہ کے لئے ہمیں دو حقیقتیں کبھی بھی فراموش نہیں کرنی چاہییں۔ پہلی یہ کہ جمیع اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت نزول ہوگا۔ تو آخر کار ان کی وفات بھی ہوگی اور وہ زمین میں ہی دفن ہوں گے اس لیے قوت کے بعد ناتوانی یا زمین کی طرف ان کا لوٹنا اور زمین کا ہی ان کا مستقر ہونا اس کے منافی نہیں ہے۔

دوسری ایک بہت بڑی حقیقت جسے مرزا جی زمانے کی آنکھوں سے اوجھل کرنا چاہتے

1۔ براہین، صفحہ 215-219

ہیں وہ یہ کہ کسی دلیل سے ایک عام حکم کو خاص کرنا یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب کوئی دوسری دلیل پائی جائے تو وہ چیز عام حکم سے خاص ہو جاتی ہے۔

مثلاً ایک مشہور حدیث پاک ہے: انما الاعمال بالنیات۔ کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے خود ہی فرمایا کہ نکاح، طلاق اور عتاق میں نیت کا اعتبار نہیں ہوگا یہ بغیر نیت کے بھی نافذ ہو جائیں گے۔ تو اسے آپ تخصیص کہیں گے کلام کا تضاد نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وراثت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ کہ وراثت میں عورت کا حصہ مرد سے نصف ہوگا۔ یعنی وراثت ورثاء میں تقسیم ہوگی لیکن حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء کا ورثہ ان کے وارثوں میں تقسیم نہیں ہوتا وہ جو کچھ بھی چھوڑیں صدقہ ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک عام حکم سے تخصیص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسانی کا تذکرہ فرماتے ہوئے فرمایا:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ (العلق)

''اللہ نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا فرمایا''۔

لیکن سب مانتے ہیں کہ حضرت آدم کی تخلیق اس طرح نہیں ہوئی بلکہ آپ کو بلا واسطہ مٹی سے پیدا کیا گیا۔ اب اگر کوئی انسان یہ کہے کہ حضرت آدم بھی جمے ہوئے خون سے پیدا ہوئے اور دلیل میں یہی آیت پڑھے تو آپ اسے کیا کہیں گے؟ یہی نا کہ مسلمات کے خلاف چل رہا ہے اور واضح حقائق کا انکار کر رہا ہے۔

مرزا جی کے وفات مسیح علیہ السلام پر یہ استدلالات بھی دراصل اسی غلطی پر مبنی ہیں کہ وہ ایک عام حکم سے ایک چیز کو خاص نہیں کر رہے حالانکہ قرآن وسنت اور اجماع امت کا تقاضا ہے کہ اسے خاص کیا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ آج تک پوری امت مسلمہ ایک آفاقی حقیقت کی طرح بغیر کسی اختلاف کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر متفق رہی اور نزول، رفع کی ہی فرع ہے اور محدثین نے اپنی کتب حدیث میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کے ابواب قائم کر کے اسی حقیقت کو بیان

فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے نہ کہ ان کے کوئی مثیل۔

اس بحث کو میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے فرمان اور ملا علی قاری علیہما الرحمہ سے اس کی تشریح پر ختم کرتا ہوں۔ چونکہ مرزا جی بھی بنیادی طور پر امام ابوحنیفہ کے ہی مقلد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں:

خروج الدجال و یاجوج و ماجوج و طلوع الشمس من مغربها و نزول عیسی علیه السلام من السماء و سائر علامات یوم القیامة علی ما وردت به الاخبار الصحیحة حق کائن (1)

''دجال کا نکلنا، یاجوج و ماجوج کا نکلنا، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا اور قیامت کی دیگر تمام علامات۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں آیا ہے، حق اور سچ ہیں''۔

امام اعظم کا عقیدہ آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ وہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہیں نزول مثیل عیسیٰ علیہ السلام کے نہیں۔ یہ مرزا جی کی اپنی اختراع ہے۔

اب اس کی شرح، عظیم محدث حضرت ملا علی قاری متوفی 1014ھ سے ملاحظہ ہو۔ وہ فرماتے ہیں:

(او نزول عیسی من السماء) کما قال اللّٰہ تعالیٰ وَاِنَّهٗ الی عیسی ''لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ'' ای علامة القیامة و قال اللّٰہ تعالیٰ وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ۔ ای قبل موت عیسی علیه السلام بعد نزوله عند قیام الساعة۔ فتصیر الملل واحدة و هی ملة الاسلام الحقیقیة ...... و قد ورد انه یبقی فی الارض اربعین سنة۔ ثم یموت و یصلی علیه المسلمون و یدفنونه علی ما رواه الطیالسی فی

1۔ شرح الفقہ الاکبر، صفحہ 112

مسنده وروی غیرہ انه یدفن بین النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم و الصدیق رضی اللّٰہ عنه و روی انه یدفن بین الشیخین(1)

"(و نزول عیسیٰ من السماء) اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا۔ وَ اِنَّهٗ ۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام ۔ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ یعنی عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی نشانی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ۔ کہ ہر اہل کتاب ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان لائے گا۔ یعنی قیامت کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد آپ کی موت سے پہلے ہر اہل کتاب ان پر ایمان لائے گا۔ اور صرف ایک دین باقی رہے گا اور وہ اسلام ہوگا...... اور مروی ہے کہ آپ چالیس سال زمین میں زندہ رہیں گے پھر آپ کا وصال ہوگا اور مسلمان آپ کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور آپ کو دفن کریں گے۔ جیسا کہ طیالسی نے اپنی مسند میں روایت کیا۔ اور دیگر لوگوں نے روایت کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان میں دفن ہوں گے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان دفن ہوں گے"۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جمیع اہل اسلام کا شروع سے آج تک یہی عقیدہ ہے اس کے سوا جو کچھ بھی کہا جاتا ہے دجل وفریب کے سوا کچھ نہیں۔ اللہ رب العزت سب کو صراط مستقیم عطا فرمائے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه اللهم ارنا الاشیاء کماهی

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبك خیر الخلق کلهم

1۔ شرح الفقہ الاکبر، صفحہ 112

کیا نزولِ عیسیٰ علیہ السلام ختم نبوت کے منافی ہے

قادیانی حضرات مرزا جی کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے ایک عجیب وغریب سی دلیل پکڑتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی نے نہ آنا ہوتا۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیسے آئیں گے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا قرآن وسنت سے ثابت ہے اور ان کی نبوت بھی ایک قطعی اور یقینی حقیقت ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی آسکتا ہے۔ جب اور نبی آسکتا ہے تو مرزا جی کی نبوت اس سے ثابت ہو جاتی ہے۔

اس سوال کے جواب میں بہت کچھ کہا جا سکتا ہے لیکن میں صرف اتنی گزارش کرنا چاہوں گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قرآن وسنت سے ثابت ہے جیسا کہ تفصیل سے عرض کیا جا چکا ہے۔ اور تعجب ہے کہ قادیانی حضرات نزول عیسیٰ علیہ السلام کے قائل نہیں نزولِ مثیل عیسیٰ کے قائل ہیں یہ ان کا ایک خود ساختہ نظریہ ہے جو قرآن وسنت اور اجماع امت کی صریح مخالفت ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ختم نبوت کے قطعاً منافی نہیں ہے کیونکہ ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا جیسا کہ مرزا جی اپنی نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے کے نبی ہیں وہ بعد میں نبی نہیں بنائے گئے۔ وہ نبی کی حیثیت سے نہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک امتی کی حیثیت سے آئیں گے۔

مرزا جی نے تو دعویٰ نبوت بیسویں صدی کے شروع میں کیا اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کو ہی اپنی نبوت کی دلیل بنایا ہے جبکہ مفسرین کرام ہر دور میں یہ وضاحت کرتے آئے ہیں کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام ختم نبوت کے بعد منافی نہیں ہے کیونکہ ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی نیا نبی نہیں بنایا جائے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے پہلے کے نبی ہیں۔

چند مفسرین کرام کی تصریحات ملاحظہ ہوں کہ انہوں نے کتنی وضاحت سے اس مسئلہ کو بیان فرمایا ہے یوں لگتا ہے جیسے وہ اپنے نور بصیرت سے فتنۂ ختم نبوت کو ملاحظہ فرمار ہے ہوں اوران کی اس فاسد تاویل کے تارو پود بکھیر رہے ہوں۔

1۔علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی 710ھ

یعنی لاینبأ احد بعده و عیسی ممن نبی قبله و حین ینزل ینزل عاملا علی شریعة محمد صلی اللّٰه علیه وسلم کانه بعض امته(1)

"یعنی نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں بنایا جائے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ سے پہلے نبیوں میں سے ہیں۔اور جب آپ کا نزول ہوگا تو آپ شریعت محمدیہ پر عمل پیرا ہوں گے گویا کہ آپ حضور ﷺ کی امت کے ایک فرد ہوں گے"۔

2۔علامہ علی بن محمد خازن بغدادی شافعی المتوفی 725ھ

فان قلت قد صح ان عیسی علیه السلام ینزل فی آخر الزمان بعده و هو نبی قلت انّ عیسی علیه السلام نبی قبله و حین ینزل فی آخر الزمان ینزل عاملا بشریعة محمد صلی اللّٰه علیه وسلم و مصلیا الی قبلته کانه بعض امته (2)

"اگر تو کہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حضور ﷺ کے بعد آخری زمانے میں نازل ہونا صحیح روایت سے ثابت ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی بھی ہیں (تو پھر حضور ﷺ آخری نبی کیسے رہے) تو میں کہوں گا کہ حضرت عیسیٰ

1۔تفسیر مدارک التنزیل برحاشیہ خازن،جلد3،صفحہ 470۔دارالثقافۃ بیروت

2۔تفسیر الخازن،جلد3،صفحہ 470۔دارالثقافۃ۔بیروت

علیہ السلام کو حضور ﷺ کے زمانے سے پہلے نبوت دی گئی۔ اور جب وہ آخری زمانے میں نازل ہوں گے تو حضور ﷺ کی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے اور آپ کے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں گے گویا کہ وہ آپ کے امت کے ہی ایک فرد ہوں گے"۔

3۔علامہ نظام الدین الحسن بن محمد بن الحسین القمی النیسا بوری متوفی 728ھ

(وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا) و من جملة معلوماته انه لا نبی بعد محمد صلی اللہ علیه وسلم و مجی عیسی علیه السلام فی آخر الزمان لا ینافی ذالک لانه ممن نبی قبله و هو یجیء علی شریعة نبینا مصلیا الی قبلته و کانه بعض امته (1)

"(اللہ تعالیٰ ہر شی کو بخوبی جاننے والا ہے) اور اللہ تعالیٰ کی معلومات میں سے یہ بھی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور آخری زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام ان انبیاء میں سے ہیں جن کا زمانہ حضور ﷺ سے پہلے کا ہے اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو وہ حضور ﷺ کی شریعت پر ہوں گے۔ آپ کے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں گے۔ گویا کہ وہ آپ کی امت کے ہی ایک فرد ہوں گے"۔

4۔قاضی ابی سعود محمد بن محمد بن مصطفیٰ العمادی الحنفی متوفی 984ھ

و لا یقدح فیه نزول عیسی بعده علیهما السلام لان معنی کونه خاتم النبیین انه لاینبأ احد بعده و عیسی ممن نبی قبله و حین ینزل انما نیزل عاملا علی شریعة محمد صلی اللہ علیه وسلم مصلیا الی قبلته کانه بعض

1۔تفسیر غرائب القرآن، جلد 8، صفحہ 15۔مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی، بمصر

امتہ (1)

"(اور حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے پر) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے اعتراض نہ کیا جائے۔ کیونکہ خاتم النبیین کا معنی یہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کسی اور کو نبوت نہیں دی جائے گی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو حضور ﷺ کے زمانے کے پہلے کے نبی ہیں۔ اور جب وہ نازل ہوں گے تو حضور ﷺ کی شریعت پر ہی عمل کریں گے۔ اور آپ کے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں گے گویا کہ وہ آپ کی امت کے ہی ایک فرد ہوں گے"۔

5۔ الشیخ اسماعیل حقی متوفی 1137ھ

و لایقدح فی کونه خاتم النبیین نزول عیسی بعده لان معنی کونه خاتم النبیین انه لا ینبأ احد بعده کما قال لعلی رضی اللّٰه عنه انت منی بمنزلة هارون من موسی الا انه لانبی بعدی و عیسی ممن تنبأ قبله و حین ینزل انما ینزل علی شریعة محمد علیه الصلوة و السلام مصلیا الی قبلته کانه بعض امته فلا یکون علیه وحی و لا نصب احکام بل یکون خلیفة رسول اللّٰه (2)

"حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے پر نزول عیسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے اعتراض نہ کیا جائے کیونکہ خاتم النبیین کا معنی ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کسی کو نبی نہیں بنایا جائے گا جیسا کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تجھے مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور عیسیٰ علیہ السلام کو حضور ﷺ کے زمانے سے پہلے نبوت دی

1۔ تفسیر ابی سعود، جلد 5، صفحہ 229۔ عباس احمد الباز۔ مکۃ المکرمۃ

2۔ تفسیر روح البیان، جلد 7، صفحہ 187۔ المکتبۃ النظامیہ

گئی۔ اور جب آپ کا نزول ہوگا تو آپ شریعت محمدیہ پر ہی عمل پیرا ہوں گے۔ انہیں کے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں گے۔ گویا کہ وہ انہیں کی امت کے ایک فرد ہوں گے۔ ان پر وحی نہیں آئے گی نہ ان کے مستقل احکام ہوں گے بلکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہوں گے"۔

آگے علامہ حقی نے وضاحت فرمائی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جو جزیہ وغیرہ ختم ہوگا وہ بھی دراصل شریعت مصطفوی کے ہی احکام ہیں جن کا ظہور اس وقت ہوگا۔

6۔ علامہ محمود آلوسی المتوفی 1270ھ

ولایقدح فی ذالک ما اجمعت الامة علیه و اشتهرت به الاخبار و لعلها بلغت مبلغ التواتر المعنوی و نطق به الکتاب علی قول و جب الایمان به و اکفر منکره کالفلاسفة من نزول عیسی علیه السلام آخر الزمان لانه کان نبیا قبل تحلی نبینا صلی اللّٰه علیه وسلم بالنبوة فی هذه النشأة(1)

"اور حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے پر اس چیز سے اعتراض نہ کیا جائے۔ جس پر امت کا اتفاق ہے۔ جس کی روایات مشہور ہیں اور شاید وہ تواتر معنوی تک پہنچی ہوئی ہیں۔ جس پر قرآن مجید شاہد ہے، جس پر ایمان لانا واجب ہے اور جس کا منکر کافر ہے جیسے فلاسفہ۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا آخری زمانہ میں نزول۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا زمانہ حضور ﷺ کی نبوت کے زمانے سے پہلے گزر چکا ہے"۔

مفسرین کرام کی ان تصریحات سے واضح ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے آخری نبی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں بنایا جائے گا۔ اور جو انبیاء کرام علیہم السلام آپ کے زمانے سے پہلے گزر چکے ہیں وہ اگر بالفرض سارے بھی آپ کے امتی بن کر

1۔ تفسیر روح المعانی، جلد 22، صفحہ 34 دار احیاء التراث

دوبارہ آجائیں تب بھی حضور ﷺ آخری نبی ہی رہیں گے۔ اور جو حضور ﷺ سے پہلے نبی نہیں ہو گزرا وہ کسی حال میں کسی بھی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا۔

قادیانی حضرات یہاں اس بات کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی آمد سے ثابت ہوتا ہے کہ مستقل نبی تو نہیں آ سکتا لیکن امتی نبی آ سکتا ہے وہ اگر اس قاعدہ پر اتنی بات کا اور اضافہ فرمالیں تو دجل و فریب کے سارے تار پود بکھر جاتے ہیں کہ امتی نبی آ سکتا ہے بشرطیکہ وہ حضور ﷺ کے زمانہ سے پہلے اپنا دور نبوت گزار چکا ہو۔

یاد رہے کہ قرآن و سنت سے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہی ثابت ہے باقی انبیاء کا ذکر صرف مفہوم کو واضح کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔



3۔امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ

دنیا کو ہے اس مہدئ برحق کی ضرورت
ہو جس کی نگہ زلزلہ عالم افکار (اقبال)

ختم نبوت اور نزول مسیح کے بعد قادیانیت کے تناظر میں تیسرا اہم مسئلہ حضرت امام مہدی کا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے قیامت کی نشانیاں بیان فرماتے ہوئے دو شخصیات کا تذکرہ بھی بڑے واضح الفاظ میں فرمایا تھا جن میں سے ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جن کا نزول ہوگا اور دوسرے حضرت امام مہدی ہیں جن کا خروج ہوگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے تناظر میں یہ حدیث پاک پہلے گزر چکی ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو اس وقت نماز کا وقت ہوگا اور امام مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کریں گے کہ آپ نماز پڑھائیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ نہیں آپ ہی امامت کریں گے۔

نبی کریم ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں یہ بات دو اور دو چار سے بھی بڑھ واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت امام مہدی دو الگ الگ شخصیتیں ہیں اور حضرت امام مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کافی سال پہلے وصال فرما جائیں گے۔یہی وجہ ہے کہ محدثین کرام نے نزول عیسیٰ کا باب الگ قائم کیا ہے اور باب المہدی الگ قائم کیا ہے امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے یہ دونوں باب الگ الگ قائم کر کے اس پر قوی ثبوت فراہم کر دیئے کہ عیسیٰ اور مہدی الگ الگ شخصیات ہیں۔

لیکن اس مسلمہ حقیقت کا انکار کر کے مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک نیا راستہ نکالنے کی

کوشش کی۔ انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام اور مہدی دو الگ الگ شخصیتیں نہیں بلکہ یہ ایک ہی شخصیت ہے اور وہ خود ہی عیسیٰ ہیں اور خود ہی مہدی ہیں۔

ان کے عیسیٰ ہونے کے دعوؤں کا تجزیہ تو پچھلے صفحات میں تفصیل سے گزر چکا ہے اور اس کے بطلان میں کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ مرزا جی مسیح موعود نہیں ہیں کیونکہ مسیح موعود کی کوئی ایک نشانی بھی ان میں نہیں پائی جاتی۔ اب ان کے مہدی ہونے کا دعویٰ زیر غور ہے۔

سب سے پہلے یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ ان کے مہدی ہونے کا دعویٰ کوئی ایسی بات نہیں جس پر دلائل دینے کی ضرورت ہو ان کی کتابوں کے ٹائٹل پر ان کے نام کے ساتھ عموماً ''مسیح موعود و مہدی معہود'' کے الفاظ بھی لکھے ہوتے ہیں۔

اس کے علاوہ مرزا جی کی کتابوں میں یہ دعویٰ بڑی کثرت سے موجود ہے ایک مقام پر انہوں نے لکھا:

''مجھے مسیح اور مہدی بنایا گیا''۔(1)

ایک اور جگہ لکھا:

ان المسیح الموعود الذی یرقبونه المھدی المسعود الذی ینتظرونه ھو انت(2)

(مرزا جی کہتے ہیں کہ مجھے الہام ہوا) ''کہ بے شک مسیح موعود جس کا وہ انتظار کر رہے ہیں اور مہدی مسعود جس کا وہ منتظر ہیں تو ہی ہے''۔

آیئے مرزا جی کے اس دعویٰ کا تجزیہ کیجئے۔ یاد رہے کہ اس بحث میں مرکزی نقطہ صرف یہ ہوگا کہ مرزا جی مہدی معہود نہیں ہیں۔ حضرت امام مہدی کے متعلق دیگر تفاصیل کا یہ موقع نہیں۔ گفتگو مرزا جی کے دعویٰ مہدویت پر ہی مرتکز رہے گا اقول و باللہ التوفیق علیه توکلت الیه انیب

حضرت امام مہدی کی آمد کا تعلق علامات قیامت سے ہے۔ ظاہر ہے کہ حضور اکرم

1۔ نجم الہدیٰ، صفحہ 78 | 2۔ تذکرہ الشہادتین، صفحہ 278

ﷺ اپنی امت کو اندھیروں اور ابہام کی دنیا میں چھوڑ کر نہیں گئے بلکہ ہدایت اور رہبری کو ہر پہلو اور ہر زاویئے سے مکمل کر کے گئے ہیں اور حضور سید عالم ﷺ کے اپنے فرمان کی روشنی میں آپ امت کو ایسی روشن اور واضح شریعت پر چھوڑ کر اس جہان سے تشریف لے گئے کہ جس کی راتیں بھی ایسی ہی روشن ہیں جیسے کہ اس کے دن روشن ہیں اگر حضور ﷺ نے حضرت امام مہدی کی آمد کا تذکرہ فرمایا تو آپ نے ان کی علامتیں اور نشانیاں بھی بڑی وضاحت سے بیان فرمائیں تاکہ کوئی دجال و کذاب اپنے آپ کو مہدی کہہ کر امت کو گمراہ نہ کر سکے۔ یقین فرمایئے حضور ﷺ نے تو کوئی چیز مبہم نہیں چھوڑی بالخصوص وہ چیز جس کا تعلق ایمانیات سے ہو بشرطیکہ کوئی حضور ﷺ کو اپنا رہبر اور مقتدیٰ مانے تو سہی۔ اگر نبوت و رسالت کی عقیدتیں کسی دوسرے سے وابستہ کر دی جائیں گی تو پھر ہدایت کیسے ملے گی۔ کیونکہ ایک سینہ میں صرف ایک دل ہوتا ہے اور انسان سب سے زیادہ محبت صرف ایک ذات سے کر سکتا ہے۔ حضور ﷺ کے سوا کسی سے نبوت والی عقیدتیں وابستہ کرنا ہی گمراہی کا مرکزی نقطہ ہے چونکہ امام مہدی کا تذکرہ صحیح احادیث میں آیا ہے جیسا کہ ابن تیمیہ متوفی 758ھ بھی لکھتے ہیں:

ان الاحادیث التی یحتج بها علی خروج المهدی احادیث صحیحة رواها ابو داؤد و الترمذی و احمد وغیرهم (1)

''بے شک وہ احادیث جو امام مہدی کے خروج پر دلالت کرتی ہیں، صحیح احادیث ہیں جنہیں امام ابو داؤد، ترمذی، احمد اور دیگر ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے''۔

یہی وجہ ہے کہ شروع سے لیکر آج تک بے شمار لوگ مہدی ہونے کا دعویٰ کرتے آئے ہیں۔ ہر ڈگڈگی بجانے والے کو چند تماشائی تو مل ہی جاتے ہیں لیکن مجموعی طور پر امت نے ان کے دعووں کو رد کر دیا تھا۔ مہدی ہونے کا دعویٰ کرنے والوں میں صاف ابن صیاد مدنی،

1۔ منہاج السنۃ، جلد 4، صفحہ 211۔ المکتبۃ العلمیہ۔ بیروت

اسود عنسی، طلیحہ اسدی، مسیلمہ کذاب، سجاح بنت حارث، مختار بن ابو عبید ثقفی، حارث کذاب دمشقی، مغیرہ بن سعید، بیان بن سمعان، اسحاق اخرس مغربی، حکیم مقنع خراسانی، بابک بن عبداللہ خرمی، سید محمد نور بخش جونپوری، مرزا علی محمد باب، ملا علی محمد بارفروشی، بہاء اللہ نوری، محمد احمد مہدی اور یحییٰ عین اللہ بہاری زیادہ مشہور ہیں۔(1)

اور نہ جانے قیامت تک کتنے لوگ مہدی ہونے کا دعویٰ کریں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی بندہ کہتا ہے کہ میں مہدی ہوں تو اس کے دعویٰ کو پرکھنے کا معیار کیا ہوگا؟ اس کا اپنا قول تو معیار ہو نہیں سکتا کیونکہ وہ تو فریق ہے اور کسی بھی جھگڑے میں فریق کی بات فیصل نہیں بن سکتی۔ تو اس بات کو مانے بغیر چارہ نہیں کہ مہدی کی صداقت کو پرکھنے کا معیار بھی اسی مخبر صادق ﷺ کے فرامین کو ہی بنایا جائے جن کے فرامین سے خروج مہدی کا عقیدہ لیا گیا ہے۔ یہ بات تو غلط اور بالکل غلط ہے کہ خروج مہدی کا عقیدہ تو حدیث مبارک سے اخذ کیا جائے لیکن حضور ﷺ نے امام مہدی کی جو علامات اور نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔ ان میں بے جا تحریف کر کے سیاہ کو سفید ثابت کرنے کی کوشش کی جائے۔

حضور ﷺ نے اپنی امت کو امام مہدی کی پوری نشانیاں اور علامتیں بیان فرما دی ہیں تاکہ جو مہدی ہونے کا دعویٰ کرے اس کے صدق و کذب کو اس معیار پر پرکھا جائے

علامات امام مہدی اور مرزا غلام احمد قادیانی

احادیث مبارکہ کی روشنی میں امام مہدی کی نشانیاں اور علامات کا ایک خاکہ ملاحظہ ہو:

(1) نام و نسب

(1) عن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تذھب الدنیا حتی یملک العرب رجل من اھل بیتی یواطی اسمہ اسمی و فی الباب عن علی و ابی سعید و ام سلمۃ و ابی ھریرۃ ھذا حدیث حسن

1۔ اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، جلد 2، صفحہ جسٹس، ایس۔ اے رحمان

صحیح(1)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کا اس وقت تک خاتمہ نہیں ہوگا یہاں تک کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص عرب کا حاکم نہ ہو جو میرا ہم نام ہوگا حضرت علی، ابوسعید، ام سلمہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی اس بارے میں احادیث مروی ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے''۔

(2) عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المھدی منا اھل البیت(2)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مھدی ہم میں سے ہے یعنی ہمارے اہل بیت میں سے ہے''۔

(3) عن سعید ابن مسیب قال کنا عند ام سلمة فتذکرنا المھدی فقالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول المھدی من ولد فاطمة(3)

''حضرت سعید ابن میسّب فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کے پاس تھے۔ ہم نے امام مہدی کا تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنا ہے کہ امام مہدی حضرت فاطمہ کی اولاد میں سے ہوں گے''۔

(4) عن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لولم یبق من الدنیا الایوم قال زائدة لطوّل اللہ ذالک الیوم حتی یبعث رجلامنی او من اھل بیتی یواطی اسمه اسمی و اسم ابیه اسم ابی(4)

1۔ جامع ترمذی، جلد 2، صفحہ 47 باب ماجاء فی المھدی، سعید کمپنی، کراچی

2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 300، باب خروج المھدی، سعید کمپنی کراچی

3۔ نفس مصدر　　4۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 233، کتاب المھدی، سعید کمپنی کراچی

''حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر دنیا میں صرف ایک دن ہی باقی رہ جائے تب بھی اللہ تعالیٰ اس دن کو اتنا طویل کرے گا یہاں تک کہ مجھ سے یا میری اہل بیت سے ایک شخص کو اللہ تعالیٰ بھیجے گا جس کا نام میرے نام جیسا اور جس کے والد کا نام میرے والد جیسا ہوگا''۔

یہ احادیث مبارکہ بڑے واضح الفاظ میں اعلان فرما رہی ہیں کہ مرزا جی کا دعویٰ مہدویت سرتاپا کذب وافتراء ہے کیونکہ ان احادیث مبارکہ میں بڑی وضاحت سے فرمایا گیا:

(1) امام مہدی کا نام محمد ہوگا جب کہ مرزا جی کا نام غلام احمد ہے اگر یہ کہا جائے کہ حضور ﷺ کا ایک اسم گرامی احمد بھی ہے اور مرزا جی کا نام بھی احمد ہے تب بھی مرزا جی اس کے مصداق نہیں بن سکتے کیونکہ حضور ﷺ کا اسم گرامی احمد ہے اور مرزا جی کا نام غلام احمد ہے جو بندہ غلام احمد اور احمد کو ایک نام سمجھتا ہے اسے اپنی عقل پر ماتم کرنا چاہیے۔

(2) ان احادیث مبارکہ میں صراحت ہے کہ امام مہدی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ہوں گے۔ جبکہ مرزا جی مغل ہیں جن کا اہل بیت یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی اولاد سے کوئی تعلق نہیں۔ اور یہ کہہ دینا کہ ویسے تو مرزا جی مغل ہیں لیکن انہیں خواب میں دکھایا گیا کہ وہ اہل بیت میں سے ہیں اس لیے غلط اور بالکل غلط ہے کیونکہ یہ مرزا جی کا اپنا بیان ہے یا ان کے کسی معتقد کا خواب ہوسکتا ہے اور وہ فریق ہیں اور بحث میں فریق کی بات قابلِ حجت نہیں ہوتی۔ ہم نے حَکَم اور فیصل احادیث مبارکہ کو مانا ہے ہم دکھاتے ہیں کہ مہدی اہل بیت میں سے ہوگا اور حضرت فاطمہ کی اولاد میں سے ہوگا۔ اب تم کسی حدیث میں یہ دکھاؤ کہ مہدی مغل ہوگا اور خواب میں اسے دکھایا جائے گا کہ تو اہل بیت میں سے ہے اگر یہ نہ دکھا سکو اور یقیناً نہ دکھا سکو گے تو پھر یہ ہٹ دھرمیاں چھوڑ کر حضور اکرم ﷺ کے پاکیزہ اور صاف فرمان پر ایمان لے آؤ کہ مہدی اولاد فاطمہ میں سے ہوگا اور اہل بیت میں سے ہوگا تو مرزا جی کی نفی خود بخود ہو جائے گی۔

اگر یہی معیار رکھا جائے گا جو آپ نے اپنایا ہوا ہے تو پھر تو ہر حقیقت کو جھٹلایا جاسکتا ہے

مثلاً ایک بندہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی شریک الوہیت کیا ہے اور وہ مدعی اسلام بھی ہے۔ اسے کہا جائے کہ بھئی اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا: اَنَّمَآ اِلٰھُکُمۡ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ (کہف:110) کہ تمہارا الہ صرف اللہ ہی ہے تو وہ جواب میں کہے کہ۔ یہاں مستقل الٰہ کی نفی ہے اور میں تو اس کے فیض سے الٰہ بنا ہوں اور ٹھیک ہے یہاں اللہ کے سوا کسی دوسرے الٰہ کی نفی ہے لیکن مجھے خواب میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ تو بھی شریک الوہیت ہے۔

تو فرمایئے اس بندے کی بات کو آپ مان لیں گے؟ اگر نہیں مانیں گے اور یقیناً نہیں مانیں گے تو مرزا جی کی ان تاویلات کو کیوں مان لیا جاتا ہے؟

(3) ان احادیث مبارکہ میں جو تیسری چیز مرزا جی کے دعویٔ مہدویت کی بالکل نفی کرتی ہے وہ یہ ہے کہ امام مہدی کے والد کا نام عبد اللہ ہو گا۔ جبکہ مرزا جی کے والد کا نام غلام مرتضی ہے۔ اتنی واضح حقیقتوں کے باوجود نہ جانے مرزا جی کو کیسے مہدی معہود مان لیا جاتا ہے؟

(2) امام مہدی کا مقامِ خروج اور برکات

احادیث مبارکہ میں اس چیز کی بھی وضاحت فرمائی گئی کہ امام مہدی کو لوگ کیسے اور کہاں پہچانیں گے اور ان کے دور میں کیسی کیسی برکات کا ظہور ہو گا۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

(1) ''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک خلیفہ کے انتقال کے بعد کچھ اختلاف رونما ہو گا اس وقت مدینہ کا ایک باشندہ بھاگ کر مکہ مکرمہ آئے گا۔ مکہ مکرمہ کے کچھ لوگ اس کے پاس آئیں گے اور اسے مجبور کر کے حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اس کی بیعت کر لیں گے۔ پھر شام سے اس کا مقابلہ کے لیے ایک لشکر بھیجا جائے گا وہ لشکر مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ایک میدان میں دھنسا دیا جائے گا۔ جب لوگ اس کی یہ کرامت دیکھیں گے تو ان کے پاس شام کے ابدال اور عراق والوں کی جماعتیں آئیں گی اور اس کی بیعت کریں گی۔ پھر قریش سے ایک شخص آئے گا جس کے ماموں بنو کلب ہوں گے۔ وہ اس کی طرف ایک لشکر بھیجے گا وہ (امام مہدی) ان پر

غالب آئیں گے یہ بنوکلب کا لشکر ہوگا وہ شخص بڑا بدنصیب ہوگا جو اس قبیلہ کلب کی غنیمت میں شامل نہ ہو۔ کامیابی کے بعد وہی شخص اس مال کو تقسیم کرے گا اور سنت کے مطابق لوگوں سے عمل کرائے گا اور اسکے عہد میں تمام روئے زمین پر اسلام ہی اسلام پھیل جائے گا اور سات برس تک وہ زندہ رہے گا اس کے بعد اس کی وفات ہو جائے گی اور مسلمان اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے''۔(1)

اگرچہ اس حدیث میں امام مہدی کا نام مذکور نہیں لیکن جمیع محدثین متفق ہیں کہ اس حدیث پاک میں امام مہدی کا ہی تذکرہ ہے اسی لیے محدثین اس حدیث پاک کو امام مہدی کے باب میں لائے ہیں۔ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں:

''شارحین نے فرمایا اس سے مراد امام مہدی ہیں''۔(2)

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے عون المعبود میں وضاحت کی گئی ہے کہ اس حدیث کے رجال صحیحین کے رجال ہیں جن پر کوئی طعن نہیں ہے۔(3)

اس حدیث پاک کی روشنی میں مرزا جی کا دعویٰ کذب بالکل غلط ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ

امام مہدی کی بیعت حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان کی جائے گی جب کہ مرزا جی کو تو حجر اسود اور مقام ابراہیم پر جانا بھی نصیب نہ ہوا۔ تو آخر وہ امام مہدی کیسے بن گئے؟

اس حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ امام مہدی کے مقابلہ میں جانے والا ایک لشکر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان زمین میں دھنس جائے گا۔ کیا مرزا جی کے مقابلہ میں بھی آنے والے کسی لشکر کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ پیش آیا؟ اور کیا مرزا جی کے مقابلہ میں کوئی کافروں کا لشکر آیا بھی؟ اگر ایسا نہیں ہوا اور یقیناً نہیں ہوا تو آخر انہیں مہدیٔ معہود کیسے مان لیا گیا؟

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 233، کتاب المہدی

2۔ اشعۃ اللمعات (اردو)، جلد 6، صفحہ 439۔ مطبوعہ فرید بک سٹال، لاہور

3۔ عون المعبود، جلد 4، صفحہ 176

اس حدیث پاک میں یہ وضاحت بھی فرمائی گئی کہ ان کے زمانے میں روئے زمین پر اسلام ہی اسلام پھیل جائے گا۔ کیا مرزا جی کے عہد میں ایسا ہوا؟ کیا اس وقت دیگر تمام مذاہب نے اسلام قبول کر لیا تھا؟ اگر ایسا نہیں ہوا اور یقیناً نہیں ہوا تو آخر نہیں مہدیٔ معہود کیسے مان لیا گیا؟

(2) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ذکر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم بلاء یصیب هذه الامة حتی لا یجد الرجل ملجأ یلجأ الیه من الظلم فیبعث اللّٰہ رجلا من عترتی و اهل بیتی فیملأ به الارض قسطا و عدلا کما ملئت ظلما و جورًا یرضی عنه ساکن السماء و ساکن الارض لا تدع السماء من قطرها شیئا الاصبته مدرارا و لا تدع الارض من نباتها شیئا الا اخرجته حتی یتمنی الا حیاء الاموات یعیش فی ذالک سبع سنین اوثمان سنین اوتسع سنین رواه الحاکم فی مستدر که(1)

’’نبی کریم ﷺ نے اس بلاء کا ذکر فرمایا جو اس امت کو پہنچے گی۔ حتی کہ آدمی کوئی پناہ گاہ نہ پائے گا یہاں وہ ظلم سے پناہ لے تو اللہ تعالیٰ میری اولاد اور میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو بھیجے گا۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جیسے وہ ظلم و ستم سے بھری ہوئی تھی۔ زمین و آسمان کے سب باشندے اس سے راضی ہوں گے۔ آسمان اپنی تمام بارش موسلا دھار برسائے گا اور زمین اپنی تمام پیداوار نکال کر رکھ دے گی یہاں تک کہ زندہ لوگوں کی تمنا ہوگی کہ ان سے پہلے جو لوگ تنگی وظلم کی حالت میں اس دنیا سے چلے گئے کاش وہ بھی اس منظر کو دیکھتے۔ اسی برکت

---

(1) مشکوۃ المصابیح باب اشراط الساعۃ، رقم الحدیث 5221

کے حال پر وہ سات، آٹھ یا نو سال تک زندہ رہے گا۔ اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا"۔

یاد رہے کہ یہاں سات، آٹھ یا نو سال کا جو عرصہ بیان کیا گیا ہے اس کے متعلق شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"یہ راوی کو شک ہے یا حضور علیہ السلام نے اس وقت اسے مبہم رکھا بعد میں اس کی تعیین فرمائی"۔(1)

اسی مقام پر شیخ صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام حاکم نے مستدرک میں روایت کر کے اسے صحیح کہا ہے۔

قابل غور امر یہ ہے کہ کیا یہ برکات مرزا جی کے زمانے میں ظاہر ہو گئی تھیں؟ جو انہیں مہدئ معہود مان لیا گیا ہے؟ اس معیار پر مرزا جی کو پرکھئے۔ حضور ﷺ نے یہ تفاصیل لوگوں کو گمراہی سے بچانے کے لئے ہی بیان فرمائی ہیں۔ حضور ﷺ کے فرمان کے مقابل میں کسی کی بات کو کوئی اہمیت نہ دیجئے یہ ایمان کی شرط اولین ہے اور یہی ایمان کی پکار ہے۔

(3) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی یہ حدیث پاک نزول مسیح کی بحث میں گزر چکی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کے لئے لڑتا رہے گا اور قیامت تک حق پر قائم رہے گا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے مسلمانوں کا امیر (امام مہدی) حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہے گا آیئے نماز پڑھایئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے تمہیں میں سے بعض بعض کی امامت کریں گے (حضور ﷺ نے فرمایا) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول امت کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے ہوگا"۔(2)

سوال یہ ہے کہ کیا مرزا جی کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ پیش آیا؟ کیا انہوں نے حضرت عیسیٰ

1۔ اشعۃ اللمعات، جلد 6، صفحہ 441

2۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 87۔ باب نزول عیسیٰ ابن مریم، قدیمی کتب خانہ کراچی

علیہ السلام سے کہا کہ آپ نماز پڑھایئے؟ اگر ایسا نہیں ہوا اور یقیناً ایسا نہیں ہوا تو آخر وہ مہدی کیسے بن گئے؟ بلکہ حضور ﷺ نے تو فرمایا تھا کہ مہدی کی موجودگی میں عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے لیکن مرزا جی خود ہی مہدی اور خود ہی عیسیٰ بن گئے۔ خدارا سوچیے کیا یہ احادیث مبارکہ کے ساتھ تمسخر اور استہزاء نہیں ہے؟

اپنے ضمیر کو ہی فیصل بنایئے مرزا جی کے دعووں کا بطلان بالکل واضح ہو جائے گا۔

ان احادیث مبارکہ پر مرزا جی کا تبصرہ حقائق کی روشنی میں

ان احادیث مبارکہ پر مرزا جی تبصرہ کرتے ہیں:

''مہدیٔ موعود کے بارے میں جس قدر حدیثیں ہیں تمام مجروح اور مخدوش ہیں اور ایک بھی ان میں سے صحیح نہیں۔ اور جس قدر افتراء ان حدیثوں میں ہوا ہے کسی اور حدیث میں ایسا افتراء نہیں ہوا...... دراصل یہ تمام حدیثیں کسی اعتبار کے لائق نہیں۔ یہ صرف میرا ہی قول نہیں بلکہ بڑے بڑے علماء اہل سنت یہی کہتے چلے آئے ہیں اور ان حدیثوں کے مقابل پر یہ حدیث بہت صحیح ہے جو ابن ماجہ نے لکھی ہے اور وہ یہ ہے کہ لا مهدی الا عیسیٰ۔ یعنی اور کوئی مہدی نہیں صرف عیسیٰ ہی مہدی ہے جو آنے والا ہے''۔(1)

اسے کہتے ہیں:

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

تعجب ہے کہ جن احادیث کو امام ترمذی جیسے محدث اور شیخ ابن تیمیہ جیسے نقاد صحیح کہہ رہے ہیں مرزا جی انہیں مجروح اور مخدوش قرار دیکر نا قابل اعتبار ٹھہرا رہے ہیں اور ابن ماجہ کی جس حدیث کو محدثین نے بالاتفاق ضعیف بلکہ موضوع کہا ہے وہ مرزا جی کے نزدیک صحیح ہے۔

سوال یہ ہے کہ اگر ابن ماجہ کے نزدیک مہدی اور عیسیٰ ایک ہی ذات کے نام ہیں تو انہوں نے خروج مہدی اور خروج عیسیٰ کے ابواب الگ الگ کیوں قائم کیے ہیں۔

1۔ براہین احمدیہ، جلد 5، صفحہ 185

اور امام ابن ماجہ سنن ابن ماجہ میں یہ حدیث درج کرتے ہیں جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا تذکرہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے تو اس وقت مسلمانوں کا امام ایک صالح آدمی ہوگا حدیث پاک کے الفاظ ہیں:

و امامهم رجل صالح فبينما امامهم قد تقدم يصلى بهم الصبح اذا نزل عليهم عيسى ابن مريم الصبح فرجع ذالک الامام ينكص يمشى قهقهرى ليقدم عيسى يصلى فيضع عيسى يده بين كتفيه ثم يقول له تقدم فصل الخ(1)

''اس وقت مسلمانوں کا امام ایک صالح آدمی ہوگا۔ جب ان کا امام صبح کی نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھ چکا ہوگا تو عیسیٰ ابن مریم ان پر صبح کی نماز کے وقت نازل ہوں گے۔ تو وہ امام پچھلے پاؤں واپس پلٹیں گے تاکہ عیسیٰ علیہ السلام آگے بڑھیں اور نماز پڑھائیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے کاندھوں پر اپنے ہاتھ رکھیں گے اور فرمائیں گے آگے بڑھیں اور نماز پڑھائیں''۔

سوال یہ ہے کہ اگر امام ابن ماجہ کے نزدیک مہدی اور عیسیٰ ایک ہی شخصیت ہے تو پھر اس حدیث کا کیا مطلب ہوگا۔ امام کس کی تعظیم میں پیچھے ہٹے گا اور عیسیٰ علیہ السلام کسے فرمائیں گے کہ آپ ہی نماز پڑھائیں۔ کیا امام ابن ماجہ کی بیان کردہ یہ واضح حدیث مرزا جی کے دعویٰ کے بطلان پر واضح دلیل نہیں ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ محدث کا کام یہ ہوتا ہے کہ جس سند سے اسے کوئی روایت پہنچے وہ اسے درج کر دے اور اس کی سند بھی درج کر دے۔ آگے قاری کا کام ہے کہ وہ اس کی سند کو دیکھے اور اس حدیث کے متعلق کوئی حکم لگائے اور اس روایت کی سند بھی یہ ثابت کرتی ہے کہ یہ روایت قابل حجت نہیں اس روایت کی سند امام ابن ماجہ نے یوں لکھی ہے:

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 298 باب فتنۃ الدجال وخروج عیسیٰ

حدثنا یونس بن عبدالاعلی حدثنا محمد بن ادریس الشافعی محمد بن خالد الجندی عن ابان بن صالح...... ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ...... لا تقوم الساعة الاعلی شرار الناس و لا المھدی الاعیسی ابن مریم(1)

اس روایت کا ایک راوی محمد بن خالد الجندی ہے اس روایت اور اس راوی کے متعلق علماء کی رائے ملاحظہ ہو:

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی متوفی 748ھ فرماتے ہیں:

محمد بن خالد جندی عن ابان بن صالح روی عنه الشافعی قال الازدی منکر الحدیث

قال عبد اللہ بن حاکم مجھول۔ قلت حدیثه لامھدی الاعیسی و ھو خبر منکر اخرجه ابن ماجه(2)

''محمد بن خالد جندی ابان بن صالح سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام شافعی روایت کرتے ہیں۔ محمد بن خالد جندی کے متعلق الازدی نے کہا کہ وہ منکر حدیث ہے۔ عبداللہ بن حاکم نے کہا مجہول ہے میں کہتا ہوں ان کی روایت کردہ حدیث ''لامھدی الاعیسی'' جسے ابن ماجہ نے روایت کیا خبر منکر ہے''۔

علامہ ابن تیمیہ متوفی 758ھ لکھتے ہیں:

لا مھدی الاعیسی و ھذا الحدیث ضعیف ...... رواہ ابن ماجه عن یونس عن الشافعی و الشافعی رواہ عن رجل من اھل الیمن یقال له محمد بن خالد الجندی و ھو

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 292 باب شدۃ الزمان

2۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال، جلد 3، صفحہ 535۔ المکتبۃ الاثریہ جامع مسجد اہل حدیث باغ والی سانگلہ ہل

ممن لا يحتج به وليس هذا في مسند الشافعي و قد قيل ان الشافعي لم يسمعه من الجندي و ان يونس لم يسمعه من الشافعي (1)

''لا مھدی الا عیسی۔ یہ حدیث ضعیف ہے......اسے ابن ماجہ نے یونس سے اور انہوں نے شافعی سے روایت کیا اور امام شافعی نے یمن کے ایک شخص سے اسے روایت کیا جسے محمد بن خالد الجندی کہا جاتا ہے اور وہ ان میں سے ہے جن کی بات قابلِ سند نہیں۔ اور یہ حدیث مسند شافعی میں نہیں ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حدیث شافعی نے جندی سے نہیں سنی اور یونس نے یہ حدیث شافعی سے نہیں سنی''۔

علامہ محمد طاہر بن علی الھندی المتوفی 986ھ لکھتے ہیں:

لا مھدی الا عیسی موضوع(2)

''لا مھدی الا عیسی یہ روایت موضوع ہے'' ابن ماجہ کے شارح عبدالغنی محدث متوفی 1295ھ نے بھی اس روایت کو منکر اور موضوع کہا ہے(3) ثابت ہوا کہ سند کے اعتبار سے یہ روایت بالکل قابلِ استدلال نہیں۔ محدثین کے نزدیک یہ روایت ضعیف منکر بلکہ موضوع ہے۔

اگر بالفرض اس روایت کی کوئی حیثیت مان بھی لی جائے تو تب بھی اس کا وہ معنٰی نہیں ہوگا جو مرزا جی ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں کیونکہ امام مہدی کا آنا تو صحیح احادیث سے ثابت ہے اور امام ابن ماجہ نے بھی امام مہدی کا باب الگ قائم کیا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باب الگ قائم کیا ہے۔ یہ اس بات پر واضح دلیل ہے کہ امام ابن ماجہ کے نزدیک امام مہدی الگ شخصیت ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام الگ شخصیت ہیں اور یہ حدیث امام ابن ماجہ نہ امام مہدی والے باب میں لائے ہیں اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام والے باب

1۔منہاج السنۃ، جلد 4، صفحہ 211۔المکتبۃ العلمیہ۔بیروت

2۔تذکرۃ الموضوعات، صفحہ 223۔کتب خانہ مجیدیہ۔ملتان

3۔ابن ماجہ، صفحہ 292 (حاشیہ) باب شدۃ الزمان

میں لائے ہیں بلکہ وہ یہ حدیث "باب شدۃ الزمان" میں لائے ہیں۔تو اس پس منظر میں واضح ہوتا ہے کہ یہاں مھدی اپنے اصطلاحی معنوں میں یعنی امام مہدی کے مفہوم میں نہیں ہے بلکہ اپنے لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہے یعنی ہدایت یافتہ۔تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے قریب ہدایت کا چراغ سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کوئی نہیں ہو گا کیونکہ حضرت امام مہدی کا تو انتقال بہت پہلے ہو چکا ہو گا اس پر دلیل اس سے پہلے والا جملہ ہے: لاتقوم الساعۃ الاعلی شرار الناس ۔کہ قیامت بدترین لوگوں پر آئے گی اور پھر فرمایا:لا مھدی الا عیسی یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کوئی ہدایت کا چراغ نہیں ہو گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اوّل تو یہ روایت منکر اور موضوع ہے قابل استدلال نہیں اور اگر اس کی کوئی حیثیت مان بھی لی جائے تو یہاں مھدی کا لفظ لغوی معنوں میں ہے یعنی ہدایت یافتہ۔ اپنے اصطلاحی معنوں میں نہیں ہے کیونکہ امام مہدی کا آنا تو صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

4۔دجال

دجال کا آنا بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے دجال کی پوری نشانیاں اپنی امت کو بتا دی ہیں تا کہ کسی کو کوئی اشتباہ نہ رہے۔ دجال کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اسے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام باب لد پر قتل کریں گے۔ چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا دعویٰ تھا کہ مسیح موعود وہی ہیں تو اب سوال یہ پیدا ہوا کہ انہوں نے تو دجال کو قتل نہیں کیا تو انہوں نے اس واضح اور سیدھی بات کو تاویل کے گورکھ دھندوں میں یوں الجھایا کہ حقیقت سر پیٹ اٹھی نہ صرف یہ بلکہ دجال کی تمام نشانیوں کی مضحکہ خیز قسم کی تاویلات کیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ دجال سے مراد کوئی شخص معین نہیں جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے بلکہ دجال سے مراد انگریز اور پادریوں کا گروہ ہے۔ پھر سوال یہ پیدا ہوا کہ انہوں نے تو کسی انگریز یا پادری کو قتل نہیں کیا جب کہ دجال کو قتل کرنے کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ تمام انگریزوں کو قتل کر دیتے تو انہوں نے اس کے جواب میں کہا کہ یہاں قتل سے مراد انہیں دلیل سے قتل کرنا ہے۔ مرزا جی نے دعویٰ کیا:

''مسیح دجال جس کے آنے کا انتظار تھا یہی پادریوں کا گروہ ہے جو ٹڈی کی طرح تمام دنیا میں پھیل گیا ہے''۔(1)

''دجال اس گروہ کو کہتے ہیں جو کذاب ہو اور زمین کو نجس کر دے اور حق کے ساتھ باطل کو ملا دے سو یہ صفت حضرت مسیح کے وقت میں یہودیوں میں کمال درجے پر تھی پھر نصاریٰ نے ان سے لے لی۔ سو مسیح ایسی دجالی صفت کے معدوم کرنے کے لئے آسمانی حربہ لے کر اترا ہے''۔(2)

''اللہ اکبر اب بھی ہماری قوم کی نظر میں یہ لوگ اوّل درجہ کے دجال نہیں اور ان کے

1۔ازالہ اوہام،صفحہ 206　　2۔ایضاً،صفحہ 647

الزام کے لئے ایک سچے مسیح کی ضرورت نہیں تو اس قوم کا کیا حال ہوگا''۔(1)

حدیث پاک میں یہ صراحت تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لد کے دروازے پر دجال کو قتل کریں گے۔ مرزا جی نے اس کی یہ تاویل کی:

''لُد ان لوگوں کو کہتے ہیں جو بیجا جھگڑنے والے ہوں یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جب دجال کے بیجا جھگڑے کمال تک پہنچ جائیں گے۔ تب مسیح موعود ظہور کرے گا اور اس کے تمام جھگڑوں کا خاتمہ کردے گا''۔(2)

حدیث پاک میں یہ تھا کہ دجال گدھے پر سوار ہوگا اس پس منظر میں مرزا جی نے کہا:

''مدت ہوئی گروہ دجال ظاہر ہوگیا ہے...... اور اس کا گدھا (ریل) جو درحقیقت اس کا بنایا ہوا ہے مشرق و مغرب کا سیر کر رہا ہے...... احادیث صحیحہ کا اشارہ اسی بات کی طرف ہے کہ وہ گدھا دجال کا اپنا ہی بنایا ہوا ہوگا۔ پھر اگر وہ ریل نہیں تو اور کیا ہے''۔(3)

حدیث پاک میں یہ تھا کہ دجال مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔ مرزا جی اسے انگریزوں پر منطبق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مسیح ابن مریم نے خدائی کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا یہ لوگ (انگریز) خود اس کی طرف سے وکیل بن کر خدائی کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ اور اس دعویٰ کو سرسبز کرنے کے لئے کیا کچھ انہوں نے تحریفیں نہیں کیں اور کیا کچھ تلبیس کے کام استعمال میں نہیں لائے اور مکہ مدینہ چھوڑ کر اور کون سی جگہ ہے جہاں یہ لوگ نہیں پہنچے''۔(4)

حدیث پاک میں فرمایا گیا تھا کہ دجال خدائی کا دعویٰ کرے گا اور نبوت کا بھی۔ مرزا جی اس کو انگریز منطبق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہی قوم وہ آخری قوم ہے جس کے ہاتھ سے طرح طرح کے فتنوں کا پھیلنا مقدر تھا جس نے دنیا میں طرح طرح کے ساحرانہ کام دکھائے اور جیسا کہ لکھا ہے کہ دجال نبوت کا

1۔ نفس مصدر، صفحہ 491   2۔ ایضاً، صفحہ 730

3۔ ایضاً، صفحہ 684   4۔ ایضاً، صفحہ 489

دعویٰ کرے گا۔ نیز خدائی کا دعویٰ بھی اس سے ظہور میں آئے گا۔ یہ دونوں باتیں اس قوم سے ظہور میں آگئیں۔ نبوت کا دعویٰ اس طرح پر کہ اس قوم کے پادریوں نے بڑی گستاخی سے نبیوں کی کتابوں میں دخل بے جا کیا اور ایسی بے باکانہ مداخلت کی کہ گویا وہ آپ ہی نبی ہوں...... اور خدائی کا اس طرح یہ دعویٰ کیا کہ خدائی کاموں میں حد سے زیادہ دخل دیا اور چاہا کہ زمین وآسمان میں کوئی بھی ایسا بھید نہ رہے جو وہ اس کی تہہ تک نہ پہنچ جائیں اور ارادہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کے کاموں کو اپنی مٹھی میں لے لیں اور ایسے طور سے خدائی کی کل ان کے ہاتھ میں آجائے اور اگر ممکن ہو تو سورج کا غروب اور طلوع...... اور بارش کا ہونا نہ ہونا بھی ان کے ہاتھ میں آجائے''۔(1)

دجال کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصریحات

دجال کے بارے میں مرزا جی کی تاویلات کی ایک جھلک تو آپ نے دیکھی۔ اب دجال کے بارے میں مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصریحات کا ایک جائزہ ملاحظہ ہو۔ تاکہ واضح ہو کہ دجال کے آنے کی خبر دینے والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دجال کی کیا نشانیاں اور علامتیں بیان فرمائی ہیں۔ یہ بات تو بڑی عجیب ہے کہ دجال کے آنے کا عقیدہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیا جائے لیکن اس کی علامتیں اور نشانیاں اپنی مرضی سے بنالی جائیں۔

واضح رہے کہ دجال کا لفظ دجل سے ماخوذ ہے جس کا معنی کسی چیز کو چھپانا یا ڈھانپنا ہوتا ہے۔ کذاب کو بھی اس لیے دجال کہا جاتا ہے کہ وہ حق کو باطل کے ساتھ چھپا دیتا ہے دجال کو دجال اس لیے کہا جائے گا کہ وہ حق کو باطل کے ساتھ ملائے گا۔ لغت میں یہ لفظ ملمع کار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اس کی جمع دجالون یا دجاجلۃ آتی ہے۔ لغوی معنی کے اعتبار سے کسی بھی ملمع کار اور جھوٹے پر دجال کا اطلاق ہوسکتا ہے اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن تیس جھوٹے متنبیوں کی خبر دی ہے وہاں بھی دجالون کا لفظ ہے۔ لیکن اصطلاحی معنی کے اعتبار سے دجال ایک فرد معین کا نام ہے۔ یہ کسی قوم یا کسی گروہ کا نام نہیں ہے۔ ایک مخصوص

---

1 شہادۃ القرآن، صفحہ 21

فرد کا نام ہے جس کی تفصیلات نبی کریم ﷺ نے خود بیان فرمائی ہیں اور مرزا جی کا یہ کہنا کہ دجال انگریز کا ہی نام ہے حدیث پاک کا استہزاء اور انکار ہے حضور ﷺ نے دجال کی جو نشانیاں بیان فرمائیں ان میں سے چند ایک نشانیاں ملاحظہ ہوں۔ مرزا جی کے دعویٰ کا بطلان خود بخود واضح ہو جائے گا۔

(1) دجال کانا ہوگا

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

قام رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فى الدجال فاثنى على اللّٰه بما هو اهله ثم ذكر الدجال فقال انى لانذركموه و ما من نبى الاوقد انذره قومه و لكنى ساقول لكم فيه قولا لم يقله نبى لقومه انه اعور و ان اللّٰه ليس باعور(1)

''نبی کریم ﷺ دجال کے متعلق بتانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی جس کا وہ مستحق ہے۔ پھر دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا میں تمہیں اس سے ڈراتا ہوں اور پہلے بھی ہر نبی نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا ہے۔ لیکن عنقریب میں تمہیں ایک ایسی بات بتاؤں گا جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی وہ یہ کہ دجال کانا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے''۔

سوال یہ ہے کہ کیا انگریز کانا ہے؟

(2) اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

الدجال ممسوح العين مكتوب بين عينيه كافر . ثم تهجاها ک ف ر يقرأه كل مسلم(2)

1۔ صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال۔ رقم الحدیث 1998

2۔ صحیح مسلم، کتاب الفتن باب ذکر الدجال، رقم الحدیث 7235

''دجال کی ایک آنکھ کانی ہوگی اور اس کی دو آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا۔
پھر آپ نے اس کے ہجے کیے ک ف ر، اس کو ہر مسلمان پڑھ لے گا''۔

3۔اس کا قد ٹھگنا ہوگا

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دجال کے متعلق تم سے کچھ تفصیلات بیان کیں۔لیکن مجھے خطرہ ہے کہ کہیں تم پورے طور پر اسے سمجھ نہ سکے ہو (تو سنو)۔

ان المسیح الدجال قصیر افجح جعد اعور مطموس العین لیست بنا تیة و لاحجراء فان البس علیکم فاعلموا ان ربکم لیس باعور (1)

''مسیح دجال کا قد ٹھگنا ہوگا۔اس کے دونوں پیر ٹیڑھے،سر کے بال شدید خمیدہ۔
یک چشم۔مگر ایک آنکھ بالکل پٹ صاف نہ اوپر کو ابھری ہوئی نہ اندر کو دھنسی ہوئی۔
اگر اب بھی تمہیں شبہ رہے تو یہ بات یاد رکھنا کہ تمہارا رب یقیناً کانا نہیں ہے''۔

4۔مدینہ منورہ میں داخل نہ ہو سکے گا جادو سے مردہ زندہ کرے گا

''حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے دجال کے متعلق ایک طویل حدیث بیان فرمائی تو جو باتیں آپ نے ہم سے اس کے متعلق فرمائیں ان میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ دجال آئے گا، مگر مدینہ کے راستوں میں گھس آنا اس کے لیے حرام اور ناممکن ہوگا۔وہ مدینہ کے آس پاس کی بنجر زمین میں کسی جگہ آ کر اترے گا تو اس کے مقابلہ کے لئے اس دن ایک شخص نکلے گا، جو تمام انسانوں میں سب سے بہتر ہوگا یا بہترین انسانوں میں سے ہوگا۔وہ کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہی دجال ہے جس کے متعلق ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا تھا۔تو دجال کہے گا: لوگو! اگر میں اس شخص کو قتل کر دوں اور پھر اسے زندہ کر دوں۔تب تو تمہیں میرے

1۔سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم۔باب خروج الدجال، جلد 2، صفحہ 237۔سعید کمپنی کراچی

معاملے میں کوئی شک باقی نہیں رہے گا وہ کہیں گے نہیں۔ تو وہ اس شخص کو قتل کر دے گا، پھر اسے زندہ کرے گا۔ تو وہ بزرگ اسے کہیں گے: اب تو مجھے تیرے بارے میں اور بھی یقین اور بصیرت حاصل ہوگئی۔ مجھے آج جیسی بصیرت حاصل ہوئی ہے ایسے پہلے کبھی نہ تھی۔ تو دجال پھر انہیں قتل کرنا چاہے گا مگر وہ ایسا نہیں کر سکے گا"۔(1)

5۔ دجال کے وقت تین زلزلے آئیں گے

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

یجیء الدجال حتی ینزل فی ناحیة المدینة ترجف ثلاث رجفات فیخرج الیه کل کافر و منافق(2)

"دجال آئے گا یہاں تک کہ مدینہ کے ایک کنارے پر اترے گا۔ تو تین بار زلزلے آئیں گے۔ اس وقت جتنے کافر اور منافق ہوں گے۔ سب نکل نکل کر اس کے ساتھ ہو جائیں گے"۔

6۔ دجال کو عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے

دجال کے متعلق ایک طویل حدیث جو حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جسے دیگر محدثین کے علاوہ امام مسلم اور امام ترمذی نے بھی "باب فتنة الدجال" میں روایت کیا ہے۔ اس میں دجال کی بہت سی نشانیاں بیان کی گئی ہیں۔ اس حدیث پاک کا اس بحث سے متعلقہ حصہ ملاحظہ ہو:

"حضرت نواس بن سمعان فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ...... دجال نوجوان اور گھونگھریالے بالوں والا ہوگا۔ اس کی آنکھ پھولی ہوئی ہوگی۔ میں اس کو عبد العزی بن قطن کے مشابہ قرار دیتا ہوں تم میں سے جو شخص اسے پائے وہ اس کے سامنے سورۂ کہف کی ابتدائی (دس) آیات تلاوت کرے۔ بلاشبہ اس کا خروج شام اور عراق کے درمیان

1۔ صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب لا یدخل الدجال المدینة، رقم الحدیث 2003

2۔ نفس مصدر۔ باب ذکر الدجال، رقم الحدیث 1996

سے ہو گا وہ اپنے دائیں بائیں فساد پھیلائے گا۔ اے اللہ کے بندو! ثابت قدم رہنا۔ ہم نے کہا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم وہ زمین میں کب تک رہے گا۔ آپ نے فرمایا: چالیس دن تک۔ ایک دن ایک سال کے برابر ہو گا، ایک دن ایک ماہ کے برابر، ایک دن ایک ہفتہ کے برابر اور باقی ایام تمہارے عام دنوں کی طرح ہوں گے ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم پس جو دن ایک سال کی طرح ہو گا۔ کیا اس میں ہمیں ایک دن کی نماز پڑھنا کافی ہو گا۔ آپ نے فرمایا: نہیں تم اس کے لیے ایک سال کی نمازوں کا اندازہ کر لینا۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم وہ زمین پر کس قدر تیز چلے گا۔ آپ نے فرمایا اس بارش کی طرح جسے پیچھے سے ہوا دھکیل رہی ہو وہ ایک قوم کے پاس جا کر انہیں اپنی دعوت دے گا وہ اس پر ایمان لے آئیں گے اور اس کی دعوت کو قبول کر لیں گے۔ وہ آسمان کو حکم دے گا تو وہ پانی برسائے گا اور زمین کو حکم دے گا تو وہ سبزہ اگائے گی۔ جس سے چرنے والے جانور شام کو آئیں گے تو ان کے کوہان پہلے سے لمبے، تھن بڑے اور کوکھیں دراز ہوں گی۔ پھر وہ دوسری قوم کے پاس جا کر انہیں دعوت دے گا وہ اس کی دعوت کو ٹھکرا دیں گے۔ وہ ان کے پاس سے لوٹ آئے گا۔ ان پر قحط اور خشک سالی آئے گی۔ ان کے پاس ان کے مالوں سے کچھ نہیں رہے گا۔ پھر وہ ایک بنجر زمین کے پاس سے گزرے گا۔ اور زمین سے کہے گا کہ اپنے خزانے نکال دے۔ تو زمین کے خزانے اس کے پاس ایسے آئیں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سرداروں کے پاس جاتی ہیں۔ پھر وہ ایک کڑیل جوان کو بلائے گا اور تلوار مار کر اس کے دو ٹکڑے کر دے گا جیسے نشانے پر کوئی چیز لگتی ہے۔ پھر وہ اسے بلائے گا تو وہ زندہ ہو کر دمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ ہنستا ہوا آئے گا۔ دجال اسی طرح کر رہا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجے گا۔ وہ دمشق کے مشرق میں سفید منار کے پاس دو زرد رنگ کے حلے پہنے دو فرشتوں کے کندھوں پر اپنے ہاتھ رکھے نازل ہوں گے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنا سر جھکائیں گے تو موتیوں کی طرح قطرے گریں گے جس کافر تک بھی ان کی خوشبو پہنچے گی اس کا زندہ رہنا ممکن نہ ہو گا اور ان کی خوشبو تا حد نظر پہنچے گی۔ وہ

دجال کو تلاش کریں گے حتی کہ باب لُد پر اسے پا کر قتل کردیں گے......"(1)

اس حدیث پاک میں دجال کی جو نشانیاں اور علامتیں حضور سید عالم ﷺ نے بڑے واضح انداز میں بیان فرمائی ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

1۔ دجال نوجوان اور گھونگھریالے بالوں والا ہوگا۔ ظاہر ہے یہ نشانی کسی فرد کی ہے کسی قوم کی نہیں۔

2۔ اس کا خروج شام اور عراق کے درمیان سے ہوگا۔

3۔ وہ چالیس دن زمین پر رہے گا۔ ایک دن ایک سال کے برابر، ایک دن ایک ماہ کے برابر، ایک دن ایک ہفتہ کے برابر اور باقی دن عام دنوں کی طرح ہوں گے۔ ظاہر ہے انگریز کے پس منظر میں دنوں کا کوئی ایسا معاملہ پیش نہیں آیا۔

5۔ آسمان اس کے حکم سے بارش برسائے گا اور زمین سبزہ اگائے گی۔

6۔ وہ ایک نوجوان کو قتل کر کے پھر زندہ کرے گا۔

7۔ اسے حضرت عیسیٰ ابن مریم لُد کے دروازے کے پاس قتل کریں گے۔

خدارا! اپنے دل سے فتویٰ لیجئے اپنے ضمیر سے پوچھئے کہ کیا یہ نشانیاں کسی فرد کی ہیں یا کسی قوم کی ہیں اگر حدیث پاک کی صراحتیں اسی چیز کی مقتضی ہیں کہ دجال کسی فرد کا نام ہے اور وہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہے تو حدیث پاک کی واضح ہدایت کو چھوڑ کر مرزا جی کی رکیک اور مضحکہ خیز تاویلات کو ماننا اگر حدیث نبوی کا انکار نہیں اور فرامین رسول ﷺ کی توہین نہیں تو اسے کیا کہا جائے گا؟

حرف آخر

انہیں چند مسائل کی وضاحت سے قارئین کرام پر واضح ہو چکا ہوگا کہ قرآن وسنت کسی مسئلہ کو کیسے بیان کرتے ہیں۔ لیکن مرزا جی تاویل کی قینچیوں سے اسے کیا بنا دیتے ہیں۔

احکام تیرے حق ہیں مگر اپنے مفسر — تاویل سے قرآں کو بنا دیتے ہیں پازند

1۔ صحیح مسلم۔ کتاب الفتن باب ذکر الدجال، رقم الحدیث 7242

اسی طرح مرزا جی نے جہاد کے قطعی اور یقینی عقیدہ کا انکار کیا اور کہا:

''کافروں کے ساتھ لڑنا مجھ پر حرام کیا گیا ہے''(1) اور کہا: ''یہ بات تو بہت اچھی ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ کی مدد کی جائے اور جہاد کے خراب مسئلہ کے خیال کو دلوں سے مٹایا جائے''۔(2)

اور مرزا جی کا یہ فتویٰ بھی ملاحظہ ہو:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال — دیں کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال

اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے — اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے

دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد — منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد (3)

جبکہ جہاد کی فرضیت اور قطعیت قرآن وسنت کی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے راقم الحروف اپنی ایک دوسری کتاب ''امت مسلمہ کا عروج و زوال، اسباب، وجوہات، تدارک'' میں اسباب وزوال امت پر بحث کرتے ہوئے ''جہاد اور جدید آلات جہاد سے روگردانی'' میں مسئلۂ جہاد پر تفصیلی گذارشات کر چکا ہے لہٰذا یہاں اس کا اعادہ نہیں کیا جاتا ہے۔

ایسے ہی مرزا جی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معراج جسمانی کا بھی انکار کیا۔ جبکہ معراج کے تذکرہ میں قرآن مجید میں مذکور لفظ عبد ہی اس کی تردید کے لئے کافی ہے کیونکہ عبد کا اطلاق روح اور جسم کے مجموعہ پر کیا جاتا ہے۔ یہ ناچیز اپنی ایک دوسری کتاب ''اسلام کے چند درخشاں پہلو'' میں ایک مضمون ''معراج اور رویت باری تعالیٰ'' میں اس پر تفصیلی گفتگو کر چکا ہے لہٰذا یہاں اس کا بھی اعادہ نہیں کیا جاتا۔

الغرض مرزا جی کی اسی الجھی ہوئی فکر نے قرآن وسنت کے بیان کردہ واضح مسائل کو تاویلات کے چکر میں ڈال دیا اور امت مسلمہ کو یقین کی شاہراہوں سے ہٹا کر شکوک و شبہات کی وادیوں میں لے جانے کی کوشش کی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان محکم نصیب فرمائے۔ آمین

1۔ خطبہ الہامیہ، صفحہ 25 — 2۔ اعجاز احمدی، صفحہ 34 — 3۔ ضمیمہ تحفہ گولڑویہ، صفحہ 41

مرزا جی اپنی تحریروں کے آئینے میں

(لمحۂ فکریہ)

اے میرے مجروح تبسم، خشک لبوں پر آتا جا
پھول کی ہست و بود کیا ہے، کِھلتا جا مرجھاتا جا

میرے چپ رہنے کی عادت جس کیلئے بدنام ہوئی
اب وہ حکایت عام ہوئی ہے پڑھتا جا شرماتا جا

اگر مرزا جی نے نبوت کا دعویٰ نہ بھی کیا ہوتا۔ قرآن وسنت، انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ عظام رضی اللہ عنہم کی توہین صریح نہ بھی کی ہوتی۔ قرآن وسنت کے بیان کردہ مسائل میں اپنی مرضی سے تحریف نہ بھی کی ہوتی۔ جن میں سے ہر ایک چیز بجائے خود کفر ہے۔ تب بھی مرزا جی کے لٹریچر کو پڑھنے سے کوئی ایسا تاثر نہیں ابھرتا کہ جس سے انسان یہ محسوس کرے کہ وہ کوئی دانشور تھے نہ ہی ذہن کے کسی گوشے میں ان کی ولایت بلکہ شرافت تک کا کوئی خیال ابھرتا ہے۔ بلکہ ان کی تحریریں پڑھ کر ایک دانشور کا یہ قول سو فیصد درست معلوم ہوتا ہے۔

''میرا تجربہ ہے کہ اگر صرف بانی فتنہ کی اپنی تحریریں ہی لوگوں کے مطالعہ میں لائی جائیں تو یہ مضحکہ خیز سلسلہ بہت تیزی سے ختم ہو جائے''۔

مرزا جی کہیں اتنی مضحکہ خیز گفتگو کرتے ہیں جو کسی لطیفہ سے کم نہیں۔ اور انسان بجا طور پر یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ جس انسان کے ہوش وحواس ٹھکانے ہوں، وہ ایسی گفتگو کبھی کر ہی نہیں سکتا۔ کبھی وہ ایسی خلاف صدق گفتگو کرتے ہیں کہ کوئی عام انسان بھی اس کا تصور نہیں کر سکتا، کہیں ان کی زبان اتنی غیر اخلاقی ہو جاتی ہے کہ جسے پڑھتے ہوئے عام انسان بھی شرماتا ہے۔ ان کے لٹریچر میں چند باتوں کا اس قدر تکرار ہے جسے پڑھتے ہوئے انسان سخت گرانی بلکہ گھٹن محسوس کرتا ہے۔ وہ لغت کی ایسی غلطیاں کرتے ہیں کہ جو ایک میٹرک کے بچے سے بھی متصور نہیں۔

یہ باتیں میں کسی تعصب یا عناد کی بناء پر نہیں کر رہا بلکہ مرزا جی کے لٹریچر کو پڑھکر یہ میرے گہرے شعور کی پکار ہیں۔

آیئے مرزا جی کی تحریروں کے چند نمونے دیکھئے آپ کو ان کی صداقت روز روشن سے بھی بڑھ کر عیاں نظر آئے گی۔

1۔ مضحکہ خیز گفتگو

مرزا جی ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''یہ وہی براہین احمدیہ ہے جس کے پہلے چار حصے طبع ہو چکے ہیں۔ بعد اس کے ہر ایک سر صفحہ پر براہین احمدیہ کا حصہ پنجم لکھا گیا ہے۔ پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا۔ مگر پچاس سے پانچ پر اکتفاء کیا گیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے۔ اس لیے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا''۔(1)

مرزا جی نے پہلے اعلان کیا تھا کہ میں براہین احمدیہ کے پچاس حصے لکھوں گا اور لوگوں سے چندہ کی اپیل کی اور چندہ لیا بھی۔ لیکن پھر صرف پانچ حصے لکھ کر کہہ دیا کہ بس وعدہ پورا ہو گیا کیونکہ پانچ اور پچاس میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے۔ کیا ایسی بات وہ بندہ کہہ سکتا ہے جسے دماغی خلل کا عارضہ لاحق نہ ہو۔ اگر کسی بندے نے کسی قادیانی کے پچاس روپے دینے ہوں اور وہ پانچ روپے دے کر کہے کہ بس حساب برابر ہو گیا کیونکہ پچاس اور پانچ میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہی تو ہے۔ تو کیا خیال ہے کہ وہ قادیانی اس کا سر نہ پھوڑ دے گا؟ اگر پچاس روپے لینے والا پانچ روپے لے کر مطمئن نہیں ہوتا۔ تو پچاس جلدوں کا وعدہ پانچ جلدوں سے کیسے پورا ہو گیا۔ کیا کوئی مربی اس کا جواب دے سکتا ہے؟

ذرا مرزا جی کی یہ تحریر بھی ملاحظہ ہو اور اگر آپ کو بلا ساختہ ہنسی نہ آئے تو اپنی حس مزاح کا جائزہ لیجئے مرزا جی یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ میں عیسیٰ ابن مریم کیسے ہوں۔ جبکہ مرزا جی کے والد کا تو غلام مرتضی ہے اور والدہ کا نام چراغ بی بی تو پھر وہ ابن مریم کیسے بن گئے۔ تو مرزا جی کا جواب پڑھئے کوئی لطیفہ باز بھی ایسا لطیفہ نہیں گھڑ سکتا۔ جو اس کے جواب میں مرزا جی نے لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''...... اس نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ میں میرا نام مریم رکھا۔ پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے۔ دو برس تک صفت مریمیت میں میں نے پرورش پائی۔ اور

1۔ براہین احمدیہ، حصہ پنجم، صفحہ 7

پردے میں نشوونما پاتا رہا۔ پھر جب اس پر دو برس گزر گئے تو جیسا کہ براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ 496 میں درج ہے مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی۔ اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ 556 میں درج ہے مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا''۔(1)

کچھ سمجھے آپ! خود ہی مریم اور خود ہی ابن مریم افسوس مرزا جی پر بھی ہے کہ ان کی عقل کیسے ماری گئی لیکن اس سے بڑھ کر تعجب اور افسوس ان لوگوں پر ہے جو اب بھی انہیں نبی ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

ذرا مرزا جی کی تحریر کا یہ رخ بھی ملاحظہ ہو اور فن لطیفہ گوئی کی داد دیجئے۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے نزول کی علامات بتاتے ہوئے یہ بھی فرمایا تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام دو زرد رنگ کی چادروں میں ملبوس آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ اب جب مرزا جی نے اپنے آپ کو مسیح موعود قرار دیا تو پھر دو چادروں والا مسئلہ پیدا ہوا۔ تو اس کے جواب میں مرزا جی نے لکھا:

''میں ایک دائم المرض آدمی ہوں اور دو زرد رنگ کی چادریں جن کے بارے میں حدیثوں میں ذکر ہے کہ ان دو چادروں میں مسیح نازل ہوگا وہ دو زرد چادریں میرے شامل حال ہیں جن کی تعبیر علم الرؤیا کی رو سے دو بیماریاں ہیں سو ایک چادر میرے اوپر کے حصہ میں ہے کہ ہمیشہ سر درد اور دوران سر اور کمی خواب اور تشنج دل کی بیماری دورہ کے ساتھ آتی ہے اور دوسری چادر میرے نیچے حصہ بدن میں ہے وہ بیماری ذیابیطس ہے کہ ایک مدت سے دامن گیر ہے اور بسا اوقات سو سو دفعہ رات کو یا دن کو پیشاب آتا ہے اور اس قدر کثرت پیشاب سے جس قدر عوارض ضعف وغیرہ ہوتے ہیں وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں''۔(2)

دیکھا مرزا جی کی لطیفہ گوئی کی صلاحیت نے ایک واضح بات کو کیا سے کیا بنا دیا۔ جو

1۔ کشتی نوح، صفحہ 68 　　 2۔ ضمیمہ اربعین نمبر 3-4، صفحہ 4

جواب کا جواب ہے اور لطیفے کا لطیفہ۔

2۔ غیر اخلاقی گفتگو

کبھی مرزا جی اتنی غیر اخلاقی اور فحش گفتگو کرتے ہیں جو کسی عام انسان سے بھی متصور نہیں۔ یقین فرمائیں میں مرزا جی پر کوئی الزام تراشی نہیں کر رہا۔ ایک حقیقت کو بیان کر رہا ہوں۔ ان کے سب وشتم کے کچھ نمونے پچھلے صفحات میں گزر چکے ہیں۔ یہاں بھی مجبوراً اور نہ چاہتے ہوئے ان کی تحریروں سے چند اقتباس درج کر رہا ہوں تا کہ واضح ہو جائے کہ ایسی اخلاق سے گری گفتگو تو کوئی عام انسان بھی نہیں کر سکتا۔ چہ جائے کہ ایسی گفتگو کے حامل انسان کو کسی اعلی روحانی مقام پر سمجھنے کی حماقت کی جائے۔ میں جانتا ہوں ایسی باتیں درج کرنے سے کسی بھی کتاب کے متعلق مجموعی تأثر پر کوئی اچھے اثرات نہیں پڑتے لیکن کسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے تحریر کا حسن قربان کرنا کوئی گھاٹے کا سودا نہیں ہے۔ کیونکہ مقصود مرزا جی کی حقیقت کو واضح کرنا ہے اور تحریر تو ثانوی چیز ہے۔ اگر آپ کو میری اس بات پر یقین نہ آئے کہ مرزا جی ایسی اخلاق سے گری ہوئی گفتگو کرتے ہیں جو کوئی عام انسان بھی نہیں کر سکتا تو مرزا جی کی تحریروں سے یہ چند اقتباس ملاحظہ ہوں:

اپنے ایک مخالف کے متعلق لکھتے ہیں:

و من اللئام ارى رجيلا فاسقا غولا لعينا نطفة السفهاء

شكس خبيث مفسد مزوّر نجس يسمى السعد فى الجهلاء (1)

"اور لیئموں میں سے میں ایک فاسق مرد کو دیکھتا ہوں کہ ایک شیطان ملعون ہے سفیہوں کا نطفہ۔

بدگو ہے، خبیث ہے، مفسد ہے جھوٹ کو ملمع کر کے دکھانے والا ہے منحوس ہے۔ جس کا نام جاہلوں نے سعد اللہ رکھا ہے"۔

ذرا یہ شائستہ کلامی بھی ملاحظہ ہو۔ مرزا جی لکھتے ہیں:

1۔ تتمہ حقیقۃ الوحی، صفحہ 14

چپکے حرام کروانا آریوں کا اصول بھاری ہے
نام اولاد کے حصول کا ہے ساری شہوت کی بیقراری ہے
بیٹا بیٹا پکارتی ہے غلط یار کی اسکو آہ و زاری ہے
دس سے کروا چکی زنا لیکن پاک دامن ابھی بے چاری ہے
زن بیگانہ پہ یہ شیدا ہیں جس کو دیکھو وہی شکاری ہے (1)

ایک جگہ آپ یہ ''فتویٰ'' دیتے ہیں:

''دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں''۔(2)

تاجدار گولڑہ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے متعلق مرزا جی نے لکھا:

''کیوں وہ مقابل پر نہیں آتا اور لومبڑی کی طرح بھاگتا پھرتا ہے۔اے نادان! اول کسی تفسیر کو عربی فصیح میں لکھنے سے اپنی عربی دانی ثابت کر۔ پھر تیری نکتہ چینی بھی قابل توجہ ہو جائے گی ورنہ بغیر ثبوت عربی دانی کے میری نکتہ چینی کرنا اور کبھی سرقہ کا الزام لگانا اور کبھی صرفی نحوی غلطی کا۔ یہ صرف گوہ کھانا ہے۔اے جاہل بیحیا! اول عربی بلیغ فصیح میں کسی سورۃ کی تفسیر شائع کر پھر تجھے ہر ایک کے نزدیک حق حاصل ہو گا کہ میری کتاب کی غلطیاں نکالے یا مسروقہ قرار دے...... جب تک کام کہ مقابل پر کام نہ دکھایا جاوے صرف زبان کی بک بک حجت ہو سکتی ہے؟''۔(3)

اسے کہتے ہیں:

کیا خوب خطابت تھی ہر شخص پریشاں نکلا
سیل الفاظ میں دشنام کا طوفان نکلا

میں نے بادل نخواستہ یہ چند نمونے درج کیے ہیں ورنہ

1۔آریہ دھرم، صفحہ 77-76 2۔نجم الہدیٰ، صفحہ 53
3۔نزول المسیح، صفحہ 441

جو میں نے دیکھا جو میں نے سمجھا کہوں تو فطرت بھی کانپ اٹھے
قلم ہے عاجز زباں ہے قاصر ابھی مناسب فضا نہیں ہے

میری اپنے معزز قارئین سے التماس ہے کہ

ع غور سے پڑھیے انہیں اور فیصلہ خود کیجیے

3۔صریح کذب بیانی

مرزا جی کے لٹریچر میں ایسی بہت سی باتیں ہیں جن کا صداقت سے کوئی تعلق نہیں۔اور مرزا جی کا کوئی امتی بھی کبھی بھی انہیں سچا ثابت نہیں کر سکے گا۔اگر چہ مرزا جی کے تناظر میں یہ سب سے بڑا عنصر ہے البتہ چند مقامات ملاحظہ ہوں۔مرزا جی ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''قرآن شریف بلکہ تورات کے بعض صحیفوں میں بھی یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گا''(1)اس کے حاشیہ پر ہے:

''مسیح موعود کے وقت طاعون کا پڑنا بائبل کی ذیل کی کتابوں میں موجود ہے زکریا 14/12 ،انجیل متی 24/8 ،مکاشفات 22/8''۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ تورات کے ان مقامات پر یہ بات نہیں پائی جاتی۔اور اس چیز کا نام ونشان نہیں ہے جو مرزا جی دعویٰ کر رہے ہیں۔البتہ انجیل متی کی ان آیات میں جھوٹے نبیوں کی آمد کا ذکر موجود ہے:

''کیونکہ قوم پر قوم اور سلطنت پر سلطنت چڑھائی کرے گی اور جگہ جگہ کال پڑیں گے اور بھونچال آئیں گے......اور بہت سے جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور بہتیروں کو گمراہ کریں گے''۔(2)

لیکن میرے نزدیک بحث کا اصل نکتہ مرزا جی کا قرآن مجید کے متعلق کیا گیا دعویٰ ہے کیونکہ تورات کے متعلق تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ ممکن ہے جب مرزا جی نے لکھا تو یہاں طاعون پڑنے کا تذکرہ ہو بعد میں بدل کر اسے ''کال'' کر دیا ہو۔لیکن قرآن مجید تو ایک محفوظ کتاب

1۔کشتی نوح ،صفحہ 9 2۔انجیل متی باب(24 آیات 1168)

ہے کیا کوئی مربی اور دنیا کا کوئی دوسرا قادیانی دکھا سکتا ہے کہ قرآن مجید میں یہ ذکر کہاں ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گا۔ اگر وہ نہیں دکھا سکتا اور یقیناً نہیں دکھا سکتا تو کیا یہ اللہ تعالیٰ پر اور قرآن مجید پر افتراء نہیں ہے؟

مرزا جی ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں''۔(1)

مرزا جی کے اس بیان میں انگریز سے وفاداری کا جو دعویٰ ہے اسے تو ہم مانتے ہیں لیکن مرزا جی کے معتقدین نہ جانے اس دعویٰ غلامی کو قبول کرنے سے کیوں ہچکچاتے ہیں۔ جہاں تک پچاس الماریوں کا تعلق کا ہے یہ مجھے اسی کذب بیانی کے سلسلہ کا تسلسل معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ میرا خیال نہیں کہ مرزا جی کا کوئی اشتہار یا ان کی کتاب ایسی ہو جو ان کے امتیوں نے محفوظ نہ کر لی ہو۔ اس سب کے باوجود مرزا جی کی ساری کتابیں زیادہ سے زیادہ دو تین الماریوں سے زیادہ نہیں ہوں گی۔ فرض کریں اگر مرزا جی کی کوئی کتاب یا اشتہار محفوظ نہ بھی ہوا تو زیادہ سے زیادہ ایک الماری اور بن جائے گی۔ تب بھی کم از کم پینتالیس الماریوں کا جھوٹ تو ایسا ہے جس کا کوئی جواب بڑے سے بڑا جھوٹا بھی نہیں دے سکتا۔

اس سلسلہ کی ایک اور کڑی ملاحظہ ہو۔ مرزا جی نے لکھا:

''ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعض پیشگوئیوں میں خدا کر کے پکارا گیا ہے''۔(2)

کیا مرزا جی کا کوئی امتی کہیں دکھا سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہاں خدا کہہ کر پکارا گیا ہے۔ اگر نہیں دکھا سکتا اور یقیناً نہیں دکھا سکتا تو مرزا جی کے اس بیان کو اگر جھوٹ نہ کہیں تو آخر کیا کہیں گے۔

1۔تریاق القلوب، صفحہ 25　　　2۔حقیقۃ الوحی، صفحہ 64

مرزا جی نے ایک جگہ پر دعویٰ کیا:

''ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں''۔(1)

جب کہ مرزا جی لاہور (بیت الخلا میں) میں مرے اور قادیان میں دفن ہوئے۔

4۔تضاد بیانی

ایک اور چیز جو مرزا جی کے کلام میں بڑی واضح ہے وہ ان کی تضاد بیانی ہے۔یعنی ایک جگہ کچھ کہتے ہیں اور دوسری جگہ کچھ۔ظاہر ہے یہ چیز کسی زیرک انسان کے کلام میں بھی نہیں پائی جاتی چہ جائیکہ کسی نبی کے کلام میں اس کا تصور بھی کیا جا سکے۔اسی لیے قرآن مجید کی صداقت کی ایک دلیل یہ بھی دی گئی کہ وہ تضاد سے پاک ہے ارشاد ہوتا ہے:

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَ لَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا (النساء)

''کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بڑا اختلاف پاتے''۔

لیکن مرزا جی کے کلام میں تضاد بیانی اتنی کثرت سے ہے کہ اس پر مستقل کتاب لکھی جا سکتی ہے۔صرف چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

مرزا جی نے ایک مقام پر لکھا:

''بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں بھی ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ واقفیت نہیں جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ جیسا کہ براہین احمدیہ میں کچھ نمونہ ان کا لکھا''۔(2)

اس کے برعکس ایک اور مقام پر لکھا:

''اور یہ بات بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا۔کیونکہ اس میں تکلیف مالا یطاق ہے اور ایسے الہام سے فائدہ کیا جو انسانی سمجھ سے بالاتر ہو''۔(3)

1۔البشریٰ، صفحہ 25   2۔نزول المسیح، صفحہ 57   3۔چشمہ معرفت، صفحہ 209

ایک جگہ لکھا:

''اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ سوال حضرت مسیح سے عالم برزخ میں ان کی وفات کے بعد کیا گیا۔نہ یہ کہ قیامت میں کیا جائے گا''۔(1)

جبکہ دوسری جگہ لکھا:

''اس تمام آیت کے اول آخر کی آیتوں کے ساتھ یہ معنی ہیں کہ خدا قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہے گا کہ کیا تو نے ہی لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اپنا معبود ٹھہرانا''۔(2)

ایک جگہ لکھا:

''یہ بھی یاد رہے کہ قرآن شریف میں بلکہ تورات کے بعض صحیفوں میں یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی بلکہ حضرت مسیح نے بھی انجیل میں یہ خبر دی ہے۔اور ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیش گوئی ٹل جائے''۔(3)

اس کے برعکس دوسرے مقام پر لکھا:

''ہائے کس کے آگے ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیش گوئیاں صاف طور پر جھوٹ نکلیں اور آج کون زمین پر ہے جو اس عقدہ کو حل کر سکے''۔(4)

ایک جگہ لکھا:

''اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مسیح کا مثل بھی نبی ہونا چاہیے کیونکہ مسیح بھی نبی تھا تو اس کا اول جواب تو یہی ہے کہ آنے والے مسیح کے لیے ہمارے سید و مولیٰ نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی بلکہ صاف طور پر یہی لکھا ہے کہ وہ ایک مسلمان ہوگا اور عام مسلمانوں کے موافق شریعت فرقانی کا پابند ہوگا''۔(5)

اس کے برعکس دوسرے مقام پر لکھا:

1۔ازالہ اوہام حصہ دوم،صفحہ 747-748   2۔نصرۃ الحق۔40   3۔کشتی نوح،صفحہ 9

4۔اعجاز احمدی،صفحہ 14   5۔توضیح المرام،صفحہ 11

''میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرورِ انبیاء نے نبی اللہ رکھا ہے اور اس کو سلام کہا ہے''۔(1)

تضاد بیانی کے چند نمونے دیکھ کر ہی قارئین کرام فیصلہ فرما سکتے ہیں کہ کیا کلام کی یہ تضاد بیانی کسی کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی نہیں ہے۔

ع غور سے پڑھیے انہیں اور فیصلہ خود کیجیے

5۔غلط گرائمر

آپ سوچتے ہوں گے کہ اگر کسی انسان کی تحریر میں گرائمر کی غلطیاں ہوں تو یہ اس کے نالائق ہونے کی دلیل تو ہو سکتی ہے لیکن اس کا اس کے جھوٹا یا سچا ہونے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔تو اگر مرزا جی کی تحریر میں گرائمر کی غلطیاں مضحکہ خیز حد تک بھی پائی جائیں جیسا کہ ہے تو اس کا مرزا جی کے جھوٹا یا سچا ہونے سے آخر کیا تعلق ہے؟

تو گذارش ہے کہ عمومی حالات میں تو واقعی کسی کی ادبی غلطیوں کا تعلق اس کے صدق و کذب سے نہیں ہوتا لیکن مرزا جی کی گرائمر کی غلطیاں ان کے کذب پر واضح دلیل ضرور ہیں اس کے دو بنیادی سبب یہ ہیں کہ ایک تو مرزا جی کا دعویٰ ہے کہ مجھے حسن بیان کی نعمت دی گئی ہے۔

ایک مقام پر لکھتے ہیں:

انما اوتیت بالایات و القوۃ القدسیۃ و حسن البیان (2)

''مجھے نشانات دیئے گئے، قوت قدسیہ اور حسن بیان دیا گیا''۔

نیز آپ کا دعویٰ ہے:

کلام افصحت من لدن رب حکیم(3)

''میرا کلام رب حکیم کی جانب سے فصیح بنایا گیا''۔

اور مرزا جی کو ان کے امتی ''سلطان القلم'' کا لقب بھی دیتے ہیں۔

1۔نزول المسیح، صفحہ 48   2۔خطبہ الہامیہ، صفحہ 23   3۔حقیقۃ الوحی، صفحہ 103

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مرزا جی کا دعویٰ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے ظل اور بروز ہیں جو افصح العرب والعجم ﷺ کے بروز اور ظل ہونے کا دعویٰ کرے اور پھر اردو بھی ایسی لکھے جو فصاحت و بلاغت سے کوسوں دور ہو جسے ادب کی لطافتوں کی ہوا تک نہ لگی ہو تو کیا یہ اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل نہ ہوگا؟

یاد رہے کہ مرزا جی نے عربی میں بھی لکھا اور اردو میں بھی۔ ان کی عربی کا جو حال ہے اس پر مستقل کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی ''سیف چشتیائی'' کا مطالعہ بتا دیتا ہے کہ مرزا جی کی عربی دانی کا کیا حال ہے اور وہ کیسی کیسی قبیح اور فحش غلطیاں کرتے ہیں۔ یہاں صرف ان کی اردو دانی کے دعویٰ کا ہی ایک مختصر سا جائزہ لیا جاتا ہے کیونکہ ایک تو یہاں صرف اشارہ کرنا مقصود ہے اور دوسرا ظاہر ہے کہ کوئی بھی انسان سب سے ماہر اپنی مادری زبان میں ہی ہوتا ہے اور اس پر وحی بھی اسی کی زبان میں نازل کی جاتی ہے۔ مرزا جی نے اردو، فارسی اور عربی میں لکھا۔ تو ظاہر ہے کہ ایک ہندوستان کے باسی کے لئے اس کی مادری زبان تو اردو ہی ہے جب مرزا جی کی اردو تحریر کا یہ حال ہے تو فارسی اور عربی کا کیا حال ہوگا؟

مرزا جی کہیں مذکر مؤنث کی مضحکہ خیز غلطیاں کرتے ہیں مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں:

''کہ کوئی ایسی مرض نہیں......''۔(1)

حالانکہ ایک میٹرک فیل بچہ بھی جانتا ہے کہ مرض مذکر ہوتا ہے پھر لکھا: ''یہ اس کا کلام ہے جس نے طاعون نازل کی''۔(2)

حالانکہ طاعون مذکر ہے۔

ایک جگہ لکھا:

''اگر اس میں ایک ذرہ تقوی ہوتی''۔(3)

اردو میں قانون یہ ہے کہ اگر کئی مرکبات عطفی ایک جگہ اکٹھے ہوں تو صرف آخری

1۔ کشتی نوح، صفحہ 6 2۔ نفس مصدر، صفحہ 8 3۔ آسمانی فیصلہ، صفحہ 4

معطوف سے پہلے ''اور'' آتا ہے جیسا کہ

اسلم، اکرم، امجد اور افضل آئے۔ لیکن مرزا جی کے یہ چند جملے دیکھئے اور ذرا گرائمر کی دھجیاں اڑتی ملاحظہ فرمائیے۔ ایک جگہ آپ لکھتے ہیں:

''یہ کتابیں ہیں جو میں نے اس ملک اور عرب اور شام اور فارس اور مصر وغیرہ ممالک میں شائع کی ہیں''۔(1)

ذرا یہ جملہ بھی ملاحظہ ہو اور کلام کا ثقل اپنی انتہا کو پہنچتا ہوا دیکھیں، لکھتے ہیں:

''اور نیز بباعث ہمیشہ کے سوچ اور بچار اور مشق اور مغز زنی اور استعمال قواعد مقررہ ضاعت منطق کے بہت سے حقائق علمیہ اور دلائل علمیہ اس کو مستحضر ہو گئے ہیں''۔(2)

مرزا جی کے کلام میں الفاظ کا بے مقصد تکرار بھی بہت زیادہ پایا جاتا ہے مثلاً ایک جگہ آپ لکھتے ہیں:

''یا شاذو نادر کے طور پر ہی اس جماعت میں سے کوئی شخص اس مرض سے گزر جائے''۔(3)

اب آپ ہی فرمائیے کہ شاذو نادر کے بعد ''کے طور پر'' کا یہاں کیا جواز ہے؟ اور کیا اس کلام کو فصیح کلام کہا جائے گا؟

ایک جگہ آپ نے لکھا:

''ائمہ اربعہ کی شہادت گواہی دے رہی ہے''۔(4)

بھلا ''شہادت'' اور ''گواہی'' میں کیا فرق ہے جو انہیں الگ الگ ذکر کیا گیا۔

انہیں چند مثالوں سے واضح ہو گیا ہوگا کہ مرزا جی کا یہ دعویٰ کہ مجھے کلام فصیح دیا گیا۔ سراسر کذب پر مبنی ہے اور انہیں ''سلطان القلم'' کہنا تو ایسے ہی ہے جیسے ایک جاہل کو ''استاذ العلماء'' کہا جانے لگے۔

1۔ تریاق القلوب، صفحہ 307
2۔ براہین احمدیہ، صفحہ 144
3۔ کشتی نوح، صفحہ 8
4۔ تحفہ گولڑویہ، صفحہ 9

احمدی حضرات کو دعوت فکر



لا نبی بعدی ز احسان خدا است
پردۂ ناموس دین مصطفیٰ است

قوم را سرمایہ قوت از او
حفظ سر وحدت ملت از او

حق تعالیٰ نقش ہر دعویٰ شکست
تا ابد اسلام را شیرازہ بست

دل ز غیر اللہ مسلمان برکند
نعرۂ لا قوم بعدی مے زند

(اقبال)

استثنائی صورتیں تو ہر جگہ پائی جاسکتی ہیں۔ ایک عمومی قانون کے تحت یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ ہر انسان جو بھی عقیدہ اور مسلک اختیار کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا پانے اور نجات اخروی کے لئے ہی اختیار کرتا ہے لیکن اس کے باوجود اس حقیقت کا انکار بھی ممکن نہیں ہے کہ ہر انسان جو بھی عقیدہ اختیار کرتا ہے لازمی نہیں کہ وہ سچا بھی ہو حضور اکرم ﷺ کی مشہور و معروف حدیث کے مطابق اس امت میں تہتر فرقے ہوں گے اور ان میں سے ایک جنتی ہوگا۔ یہ اس چیز کی دلیل ہے کہ باوجود اس کے انسان کسی بھی عقیدہ کو اختیار کرنے یا اس پر استقامت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی طرف سے پوری کوشش کرتا ہے انتہائی حساس اور چوکنا رہتا ہے بایں ہمہ وہ کسی غلط عقیدہ پر ہی جما رہتا ہے اور بڑی عبادتیں کرنے کے باوجود اس دنیا سے خالی ہاتھ چلا جاتا ہے کیونکہ عقیدہ بیج کی طرح ہوتا ہے اگر بیج ہی درست نہ ہو تو کسان کی ساری محنتیں اور مشقتیں رائیگاں چلی جاتی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ ایک انسان آخر کسی غلط اور گمراہ عقیدہ کو کیوں اپنا لیتا ہے یا وہ پوری زندگی کسی کفر کو اپنے سینے سے لگائے اسلام کا بہت بڑا خدمت گار بننے کے زعم باطل میں کیوں گرفتار رہتا ہے اور حقیقت کے ادراک سے کیوں محروم رہتا ہے؟

تو باوجود اس کے کہ ہدایت و گمراہی اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور جس پر وہ ہدایت کی راہیں روشن فرما دے اسے کوئی گمراہی کے اندھیروں میں نہیں دھکیل سکتا۔ لیکن جس طرح اس نے اس مادی جہان کے لئے چند اصول اس کائنات میں جاری فرمائے ہیں جن کے تحت یہ مادی کائنات چلتی ہے حالانکہ وہ ان کے بغیر بھی اسے چلانے پر پوری طرح قادر ہے لیکن عموماً وہ اپنی سنت اور جاری کردہ قوانین کے مطابق کائنات کو چلاتا ہے اپنی قدرت کے تحت نہیں اور کبھی کبھی وہ اپنی قدرت کے اظہار کے لئے ان عمومی قوانین کے برعکس اپنی قدرت کا اظہار بھی کرتا ہے مثلاً اس کا ایک قانون ہے کہ آگ جلاتی ہے ظاہر ہے جو بھی آگ میں ہاتھ ڈالے گا، جل

جائے گا لیکن اس نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اس قانون کو بدل دیا اور آگ کو ان کے لیے گلزار بنا دیا۔ چھری کاٹتی ہے لیکن اس نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے لیے اس قانون سے ہٹ کر اپنی قدرت کا اظہار کیا۔ اور چھری نے ان کی نرم و نازک گردن کا ایک بال بھی نہیں کاٹا۔

جس طرح مادی کائنات اللہ کے بنائے ہوئے چند اصولوں کے تحت چلتی ہے کہ پانی سے پیاس بجھتی ہے کھانے سے بھوک مٹتی ہے اور زہر کا کھانا انسان کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے۔ ایسے ہی روحانی کائنات بھی اس کے بنائے ہوئے چند اصولوں کی پابند ہے وہ کسی کو گمراہ یا ہدایت یافتہ ویسے ہی نہیں بنا دیتا بلکہ جو اس کے ضابطۂ گمراہی پر چلتا ہے وہ اسے گمراہ کر دیتا ہے اور جو اس کے جاری کردہ ضابطۂ ہدایت پر عمل کرتا ہے وہ اسے ہدایت دے دیتا ہے۔

باوجود اس کے کہ ہر انسان فلاح کا طالب ہے۔ اور کسی بھی مذہب اور مسلک کو ماننے والا اپنے خیال میں نجاتِ اخروی کا ہی امیدوار ہے لیکن اس کے باوجود نہ صرف ممکن بلکہ واقع ہے کہ اس کا عقیدہ غلط ہو وہ کسی کفر کو ہی اسلام سمجھ بیٹھا ہو وہ دوزخ کی آگ اکٹھی کرنے کو ہی جنت کی بہاریں سمیٹنے کا ذریعہ تصور کر رہا ہو۔

سوال یہ ہے کہ انسان اپنے خیال میں طلب صادق کے باوجود حق پانے سے کیوں محروم رہتا ہے؟ اور وہ مکمل حساس ہونے کے باوصف کفر کو ہی اسلام کیوں سمجھتا رہتا ہے۔ اور وہ حق کو پانے سے محروم کیوں رہتا ہے؟ تو بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو اس کی گمراہی کا سبب بن سکتیں ہیں مثلاً

کبھی اس پر دنیا کی ہوس اور عزت و اقتدار کا نشہ اتنی شدت سے سوار ہو جاتا ہے کہ وہ حق کو حق سمجھنے کے باوجود بھی ماننے کی نعمت سے محروم رہتا ہے جیسے حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں بالخصوص یہود کے جو علماء تھے قرآن مجید نے وضاحت فرمائی کہ وہ حضور اکرم ﷺ کو ایسے پہچانتے تھے جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے تھے۔ لیکن دنیا کی ہوس اور مال و زر کی

بے پناہ محبت نے انہیں حق ماننے کی نعمت سے محروم رکھا۔

کبھی ماحول، معاشرہ اور گھریلو افکار انسان پر اس قدر چھا جاتے ہیں کہ وہ اپنے خول سے باہر نہیں آسکتا اور وہ اپنے مسلک اور عقیدہ پر کبھی غور ہی نہیں کرتا اور اس کی صداقت کو پرکھنے کا کبھی خیال تک اس کے گوشۂ ذہن پر نہیں ابھرتا۔ اپنے ماحول اور گھر سے اوپر اٹھ کر حقیقت کو پانے کی طلب جس بصیرت کی متقاضی ہوتی ہے وہ بہت ہی کم پائی جاتی ہے قرآن کریم کافروں کی گمراہی کا جو ایک سبب 'آباء پرستی'' بتاتا ہے وہ ہر دور میں کسی نہ کسی رنگ میں اور کسی نہ کسی حد تک ضرور موجود رہا ہے۔

آئین نو سے ڈرنا طرز کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں
(اقبال)

موروثی یقین کو شک کی وادی سے گزارنا اور پھر یقین کی منزل کو پانا مشکل اور خطرناک تو ضرور ہے لیکن یقین محکم کا راستہ بھی یہی کٹھن راستہ ہے۔ کبھی گناہ بھی منزل ہدایت پانے میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ جیسے نیکی ہدایت پانے کا ذریعہ بن جاتی ہے ایسے ہی گناہ ہدایت سے محرومی کا سبب بن جاتا ہے۔ لیکن انسان کا اسے اپنے اوپر منطبق کرنا گہرے شعور اور غضب کی بصیرت کا متقاضی ہے۔

کبھی جماعتی تعصب اسے باطل پر ہی ڈٹے رہنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اور انسان پوری زندگی باطل کے ساتھ ہی چمٹا رہتا ہے۔ الغرض بہت سے ایسے اسباب ہو سکتے ہیں جو انسان کی راہِ ہدایت کی رکاوٹیں بن جاتی ہیں۔

جن حضرات نے احمدیت کو قبول کیا ہے یا وہ پیدائشی طور پر ہی احمدی ہیں۔ ظاہر ہے انہوں نے اپنے خیال میں نجات پانے کے لئے ہی اسے قبول کیا ہے۔ اگر ان پر آج یہ واضح ہو جائے کہ وہ ایک غلط عقیدے پر ڈٹے ہوئے ہیں اور ان میں راہِ حق میں آنے والی ہر مشکل کو برداشت کرنے کا حوصلہ بھی ہو تو وہ یقیناً احمدیت سے تائب ہو جائیں گے۔ لیکن

ایک پوری دنیا کو چھوڑ کر نئے جہاں آباد کرنا بڑی ہی ہمت والوں کا کام ہے اور میری یہ دعوت فکر انہیں اہل ہمت سے ہے جو مذکورہ بالا رکاوٹوں کو دور کر کے منزل حق کی تلاش میں نکلتے ہیں۔ احمدی حضرات ہر قسم کے بحث ومناظرہ کے ذوق کو چھوڑ کر بالکل خالی الذہن ہو کران باتوں پر غور کریں تو قوی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں راہِ حق دکھائے گا اور ان پر ان کی غلطی واضح ہو جائے گی۔ میری احمدی حضرات سے گذارش ہے کہ خدارا! کبھی تنہائی میں بیٹھ کران باتوں پر غور کرنا اور احمدیت کے صدق وکذب کو پرکھنے کی کوشش کرنا۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾ (ہود)

1۔ کسی کے دعویٰ نبوت کو پرکھنے کا معیار کیا ہوگا؟

اسلام اور احمدیت کا بنیادی اختلاف یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ نبوت کیا۔ جن لوگوں نے ان کے دعویٰ کو مان لیا وہ احمدی ہیں اور جن لوگوں نے نہیں مانا وہ مسلمان ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اگر اب بھی کوئی بندہ یہ دعویٰ کرے کہ میں نبی ہوں۔ تو احمدی حضرات سوچیں کہ اس کے دعویٰ نبوت کی صداقت یا کذب کو جانچنے کا معیار کیا ہوگا۔ ظاہر ہے بحثیت مسلمان کسی کے بھی دعویٰ کو پرکھنے کا معیار اس کا اپنا قول تو ہو نہیں سکتا کیونکہ وہ تو متنازع ہے اور فریق ہے۔ اس کے پرکھنے کا معیار تو قرآن وسنت ہی ہوگا یعنی اگر کوئی شخص کوئی بھی دعویٰ کرے تو حَکَم اور فیصل وہ خود نہیں ہوگا وہ تو فریق ہے اور متنازع ہے بلکہ حَکَم اور فیصل قرآن وسنت ہوں گے۔ احمدی حضرات بھی اس اصول کا انکار نہیں کر سکتے۔ جب مرزا صاحب نے دعوت نبویٰ کیا، ظاہر ہے اس وقت بھی انہیں جانچنے اور پرکھنے کا معیار قرآن وسنت ہی تھا۔ اگر احمدی حضرات پر یہ واضح ہو جائے کہ فلاں شخص کتاب وسنت کو حَکَم اور فیصل نہیں مانتا تو میرا خیال ہے کہ وہ بھی اس شخص کے کافر ہونے میں شک نہیں کریں گے۔ لیکن انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مرزا جی نے قرآن اور سنت کے حکم اور فیصل ہونے کا انکار کیا۔ یقین فرمایئے مجھے مکمل احساس ہے کہ یہ بات آپ کو بہت بری لگی ہوگی

کیونکہ مذہبی عقیدتیں بڑی گہری اور متعصب ہوتی ہیں۔لیکن یہ بھی یقین فرمائیے کہ یہ سب کچھ میں کسی تعصب کی بناء پر نہیں کہہ رہا۔مطالعہ کی بناء پر کہہ رہا ہوں۔

دیکھئے قرآن مجید کو حکم اور فیصل ماننے کا تقاضا یہ ہے کہ میرا ذوق کہے کہ حضور سید عالم ﷺ کی ذات عالی کو سجدہ کروں۔لیکن قرآن کہے کہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہ کرو۔اور میں قرآن کا یہ حکم پڑھ کر رک جاؤں تو میں نے قرآن کو حکم اور فیصل مان لیا۔یعنی اپنے ذوق پر قرآن کو ترجیح دی اگر میں یہ کہوں کہ میرا ذوق بھی قرآن کی طرح قطعی ہے یعنی اگرچہ قرآن کہے کہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہ کرو لیکن میں اس لیے کروں گا کہ یہ میرا ذوق اور وجدان کہتا ہے یا مجھے خواب میں یہ بتایا گیا کہ تم حضور ﷺ کو سجدہ کر سکتے ہو۔اور میں سجدہ کو روا جانوں۔تو میں نے قرآن کو حکم اور فیصل نہیں مانا بلکہ اپنے ذوق اور خواب کو قرآن پر حاکم بنا دیا ہے کوئی بھی کلمہ گو اس کے کفر ہونے میں شک نہیں کرسکتا۔

اس تناظر میں اب ذرا مرزا جی کا یہ فرمان پڑھئے:

''میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر اور جس طرح قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے خدا کا کلام یقین کرتا ہوں''۔(1)

مرزا جی کے اس قول کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ ان کے نزدیک قرآن حکم اور فیصل نہیں اگر ان کے الہام میں قرآن مجید کی مخالفت بھی پائی جائے تب بھی اسے مانا جائے گا کیونکہ وہ بھی قرآن کی طرح قطعی ہے۔

مثلاً قرآن مجید کہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور مرزا جی پر الہام ہو (یاد رہے کہ الہام مرزا جی کا اپنا لفظ ہے ورنہ اگر قرآن وسنت کے خلاف کسی کو کچھ دکھایا جائے تو وہ لغوی طور پر تو الہام نہیں ایک شیطانی وسوسہ ہوگا) کہ تم نبی ہو۔اگرچہ یہ قرآن

1۔حقیقۃ الوحی، صفحہ 220

کریم کی صریح مخالفت ہے اور قرآن کو حکم ماننے کا تقاضا یہ تھا کہ ایسے خیال کو شیطانی وسوسہ کہہ کر رد کر دیا جاتا جو قرآن کے خلاف ہے لیکن چونکہ مرزا جی کے نزدیک ان کا الہام بھی قرآن کی طرح قطعی ہے۔ لہٰذا اسے بھی ماننا ضروری ہے۔

خدارا سوچئے، غور فرمایئے جو بندہ اپنے خیالات اور نظریات پر قرآن کو حکم اور فیصل نہ مانے بلکہ انہیں بھی قرآن کی طرح قطعی جانے کیا آپ اسے مسلمان سمجھیں گے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر مرزا جی سے عقیدتوں کی یہ وابستگی کیوں؟

مرزا جی حدیث کو بھی حکم نہیں مانتے، حدیث کو حکم ماننے کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ اپنے خیالات اور افکار پر حدیث کو ترجیح دے۔ یعنی اگر اس کے خیالات اور حدیث میں کہیں ٹکراؤ آ جائے تو انسان حدیث کو غالب کر دے۔ جیسے حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا بڑا مشہور فرمان ہے کہ جب تمہیں میرے کسی فتوے کے خلاف کوئی حدیث مل جائے تو فوراً میری بات کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کرو کیونکہ وہی میرا مذہب ہے۔ لیکن مرزا جی تو حدیث کو اپنے اوپر حجت نہیں مانتے وہ تو کہتے ہیں:

"تائیدی طور پر ہم وہ احادیث بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے معارض نہیں ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں"۔(1)

اب سوال یہ ہے کہ جب کسی کے کسی بھی دعویٰ کو پرکھنے کے دو معیار ہیں ایک قرآن اور دوسرا سنت۔ اور مرزا جی ان دونوں معیاروں کو ہی حجت نہیں مانتے۔ تو قرآن وسنت کو حجت اور فیصل نہ ماننے والے کو زمرۂ مسلمین میں بھی شمار کیوں کیا جائے ان کی ولایت یا نبوت کا دعویٰ تو الگ رہا۔

2۔ عقیدہ نص سے ثابت ہوتا ہے نہ کہ تاویل سے

احمدی حضرات کو بھی اس اصول سے اختلاف نہیں ہوگا کہ عقیدہ نص اور قطعی حکم سے

1۔ اعجاز احمدی، صفحہ 30

ثابت ہونا چاہیے نہ کہ تاویل سے اور اگر کوئی بھی انسان غور وفکر کرے تو اس پر واضح ہو جائے گا کہ قادیانیت کا پورا مذہب تاویل پر قائم ہے اور ان کے پاس نص نہیں ہے۔ مثلاً جامع ترمذی کی صحیح حدیث ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

لا نبی بعدی(1) ''میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا''۔

جبکہ اس نص کے برعکس مرزا جی کا دعویٰ ہے کہ ظلی اور بروزی نبی آسکتا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ کیا مرزا جی اور ان کے امتی کوئی ضعیف حدیث ہی دکھا سکتے ہیں کہ جس میں حضور ﷺ نے فرمایا ہو: لا نبی بعدی الا انبیاء ظلیا اوبروزیا۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں مگر ظلی یا بروزی۔ اگر نہیں دکھا سکتے تو اس واضح اور دوٹوک حدیث پاک کو چھوڑ کر اس خود ساختہ تاویل پر عمل کرنا گمراہی نہیں ہے تو اسے کیا کہا جائے گا۔ اور حضور ﷺ کے مقابل میں مرزا جی کی بات کو ماننا بدبختی کی انتہا نہیں تو کیا ہے؟

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

لینزلن فیکم ابن مریم (2) ''یقیناً تم میں ابن مریم نازل ہوں گے''۔

اور حضور ﷺ نے کتنی وضاحت سے فرمایا:

لیس بینی و بینہ یعنی عیسی علیہ السلام نبی و انہ نازل (3)

''میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں اور یقیناً ان کا نزول ہوگا''۔

اس نص میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی کتنی صراحت ہے لیکن مرزا جی نے اس نص کو بھی تاویل کی قینچی سے کاٹنا چاہا اور کہا کہ آنے والا مثیل مسیح ہوگا۔ تعجب ہے کہ حضور ﷺ تو وضاحت سے بار بار فرمائیں کہ آنے والا مسیح ہوگا جبکہ مرزا جی اس کے مقابل میں کہیں کہ نہیں آنے والا مسیح نہیں ہوگا بلکہ مثیل مسیح ہوگا اور حضور ﷺ فرمائیں کہ وہ نازل

1۔ جامع ترمذی، ابواب الفتن، جلد 2، صفحہ 45

2۔ مشکوٰۃ المصابیح، باب نزول عیسیٰ علیہ السلام رقم الحدیث 5269

3۔ سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم۔ باب خروج الدجال، جلد 2، صفحہ 238

ہوں گے جبکہ مرزا جی کہیں کہ وہ نازل نہیں ہوں گے بلکہ یہاں ہی پروان چڑھیں گے۔

انہیں مثالوں پر اکتفاء نہیں آپ مرزا جی کی پوری تعلیمات کا تجزیہ کریں تو آپ پر یہ حقیقت دو اور دو چار کی طرح واضح ہو جائے گی کہ مرزا جی کا پورا مذہب تاویل پر مبنی ہے۔ نصوص صریحہ کی مخالفت اور خود ساختہ تاویلات۔

اب فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صریح اور دوٹوک فرامین پر ایمان لے آئیں یا مرزا جی کی تاویلات پر۔ میں نہیں سمجھتا کہ اگر کسی بھی مسلمان کے دل میں یہ حقیقت بیٹھ بھی جائے۔ اور پھر بھی وہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں کسی کی بات کو ذرہ برابر بھی اہمیت دے۔ احمدی حضرات اس بات پر ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودات بہتر ہیں یا مرزا جی کی تاویلات

ع فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

اپنے کسی مربی اور کسی عالم سے یہ ضرور پوچھیں کہ ہمیں "لا نبی بعدی" والی صحیح حدیث کے مقابلہ میں ظلی یا بروزی نبی آسکنے والی کوئی ضعیف حدیث ہی دکھا دیں۔ ورنہ ہمیں تاویلات کے چکر میں الجھا کر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں سے دور نہ کریں۔

3۔ کیا پیش گوئی کا سچا ہونا دلیل نبوت ہے

مرزا جی کی نبوت کو ثابت کرنے کے لیے ان کی پیش گوئیوں کی صداقت پر بہت زور دیا جاتا ہے اور ان کے الہامات کے سچا ہونے کو دلیل نبوت بنایا جاتا ہے۔ میں کبھی کبھی سوچتا تھا کہ جب مرزا جی نے مسلمانوں کو کوئی عظمت کا پیغام نہیں دیا۔ انہیں کوئی اخلاقی، معاشی، معاشرتی یا سیاسی نظام نہیں دیا۔ امت کو کوئی وحدت و یگانگت کا درس نہیں دیا بلکہ ان کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ امت کے باہمی اختلافی مسائل کو حل کرنے کے لئے کوئی منہاج نہیں دیا بلکہ متفق علیہ مسائل کو اختلافی مسائل کا رنگ دے دیا۔ ان کی تحریر میں کوئی ایسی چاشنی یا جان نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لے۔ تو آخر کیا وجہ ہے کہ بہت سے لوگوں نے انہیں نبی مان لیا اور اب تک مانے ہوئے ہیں۔

جہاں تک اس سوال کا جواب میری سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ مرزا جی کو نبی ماننے کا سبب صرف اور صرف ان کی پیش گوئیوں کی صداقت کا ڈھنڈورا ہے۔ اور ان کے الہامات کے سچا ہونے کا پروپیگنڈا ہے۔ اور لوگ اس بات کو نہیں سمجھ سکے کہ کیا پیش گوئیوں کی صداقت یا الہامات کا سچا ہونا کسی کو نبی ثابت کرتا ہے۔ یا ہر خرق عادت چیز کیا معجزہ و کرامت ہی ہوتی ہے یا استدراج بھی ہو سکتی ہے۔

مختصر الفاظ میں اس مسئلہ میں اسلامی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ خرق عادت چیز کا ظہور صرف اللہ تعالیٰ کے مقرب سے ہی نہیں ہوتا ہے بلکہ کافر سے بھی ہو سکتا ہے اگر خرق عادت چیز کا ظہور کسی نبی سے ہوگا تو اسے معجزہ کہا جائے گا، اگر کسی ولی سے ہوگا تو اسے کرامت کہا جائے گا اور اگر کسی کافر یا فاسق سے ہوگا تو اسے استدراج کہا جائے گا۔

یعنی کسی انسان سے خرق عادت امور کا ظہور ہونا اس کو اللہ تعالیٰ کا مقرب ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں۔ بلکہ اس کے عقائد نظریات کو قرآن وسنت پر پرکھا جائے گا۔ اگر اس کے عقائد قرآن وسنت کے مطابق ہوں گے تو انہیں کرامت کہا جائے گا اور اگر قرآن وسنت کے مطابق نہ ہوں گے تو انہیں استدراج کہا جائے گا۔ یعنی اب خرق عادت کے ظہور سے کسی کی نبوت قطعاً ثابت نہیں ہوگی کیونکہ قرآن وسنت واضح الفاظ میں ختم نبوت کا اعلان کر چکے ہیں۔

اس مقام پر میں یہ بحث نہیں کرنا چاہتا کہ مرزا جی کی پیش گوئیوں کی تعداد کتنی ہے اور ان میں کتنی سچی ہوئیں اور کتنی جھوٹی۔ اگرچہ ان کی بے شمار پیش گوئیاں ایسی ہیں جنہیں پیش گوئی کہنا ہی ایک لطیفہ سے کم نہیں اور بہت سی پیش گوئیاں یقیناً غلط ثابت ہوئیں مثلاً محمدی بیگم سے نکاح۔ آتھم کے مرنے کی خبر اور منظور احمد کے گھر لڑکا ہونے کی خبر۔ لیکن میں فرض کر لیتا ہوں کہ مرزا جی کی تمام پیش گوئیاں سچ ثابت ہوئیں اور مرزا جی نے جو اپنی سب سے زیادہ نشانیوں کا دعویٰ کیا ہے وہ دس لاکھ ہے وہ لکھتے ہیں:

”ان چند سطروں میں جو پیش گوئیاں ہیں وہ اس قدر نشانوں پر مشتمل ہیں جو دس لاکھ

سے زائد ہوں گے"۔(1)

مجھے اس سے بھی بحث نہیں کہ یہ دعویٰ عقلی اور نقلی طور پر سچا ہے یا نہیں۔ میں فرض کر لیتا ہوں کہ مرزا جی کے دس لاکھ سچے نشانات تھے۔ میرا سوال یہ ہے کہ اگر کوئی بندہ دس لاکھ نہیں دس کروڑ اور دس ارب سچے نشانات بھی دکھائے تو آخر اس سے اس کی نبوت کیسے ثابت ہوگئی۔ اگر اس بندے کے عقائد قرآن وسنت کے مطابق ہوں تو زیادہ سے زیادہ وہ ولی ثابت ہوگا نہ کہ نبی۔ قرآن وسنت میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ جو سچے نشان دکھائے وہ نبی ہوتا ہے۔ ہاں ایسی نشانیوں کو اس کی کرامات ضرور کہا جائے گا بشرطیکہ اس کے عقائد قرآن و سنت کے عین مطابق ہوں اور ایسی نشانیوں سے قطعاً اس کی نبوت ثابت نہیں ہوگی کیونکہ قرآن وسنت واضح اور دوٹوک الفاظ میں حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کا اعلان کر چکے ہیں۔ اب نبوت کی دلیل قرآن وسنت ہوں گے، نشانات نہیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ کرامات ہوسکتی ہیں۔

اور اگر کسی بندے کے عقائد ہی قرآن وسنت کے مطابق نہ ہوں وہ دس ارب نہیں بلکہ دس کھرب بھی نشانات دکھائے تو انہیں استدراج کہا جائے گا مطلق نشان تو ولایت بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ کرامت اور استدراج میں فرق کا معیار قرآن وسنت ہوں گے۔ اگر اس کے عقائد قرآن وسنت کے مطابق ہوں گے تو اس سے ظاہر ہونے والے خرق عادت امور کو کرامت کہا جائے گا ورنہ استدراج کہلائیں گے۔

کافر اور فاسق وفاجر کے ہاتھ سے خرقِ عادت امور کا ظہور اسلام کا ایک متفق علیہ عقیدہ ہے قرآن مجید میں بارہا ذکر کیا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں آنے والے جادوگروں نے رسیوں کو سانپ بنا دیا تھا۔ اس کی حقیقت جو بھی تھی بہر حال دیکھنے والے انہیں دوڑتے ہوئے سانپ ہی دیکھ رہے تھے۔ تو جادوگروں کا یہ عمل استدراج کہلائے گا۔ یہ ان کی صداقت کا نشان نہیں ہوگا۔

1۔ براہین احمدیہ، جلد 5، صفحہ 56

ہمیں اس بات کو کبھی نہ بھولنا چاہیے کہ کسی بندے کی صداقت کا معیار قرآن و سنت ہیں خرق عادت امور نہیں۔

امام عمر بن محمد النسفی علیہ الرحمہ کرامت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ کرامت خرق عادت چیز کو کہتے ہیں۔

فمالایکون مقرونا بالایمان و العمل الصالح یکون استدراجا

''اگر خرق عادت چیز کا ظہور کسی ایسے شخص سے ہو جو ایمان اور عمل صالح سے محروم ہو تو اس خرق عادت چیز کو استدراج کہا جائے گا''۔

اس کی شرح میں علامہ عبدالعزیز پرھاروی فرماتے ہیں:

سواء صدر عن کافر اوعن مومن فاسق ۔ و ممایجب ان یعلم ان من واظب علی الریاضات الشاقة ظهرت عنه الخوارق و لو کان کافرا و هذا امتحان شدید لضعفاء المسلمین و سبب لضلالهم و سوء اعتقادهم بالشرایع فلیحفظ المومن ایمانه عن هذه الافة و سمی استدراجا لانه سبب الوصول الی النار بالتدریج(1)

''برابر ہے اس خرق عادت چیز کا ظہور کسی کافر سے ہو یا کسی مومن فاسق سے۔ اور اس چیز کا جاننا ضروری ہے کہ جو بھی سخت ریاضتوں پر دوام اختیار کرتا ہے اس سے خرق عادت چیزوں کا ظہور ہوتا ہے اگر چہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ اور یہ کمزور مسلمانوں کے لئے بہت بڑا امتحان ہوتا ہے اور ان کی گمراہی اور شریعت پر بد اعتقادی کا سبب ہوتا ہے۔ تو چاہیے کہ مومن اپنے ایمان کو اس آفت سے بچائے اور اسے استدراج اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ انسان کو تدریجاً دوزخ میں لے جانے کا سبب بنتا ہے''۔

1۔ النبراس، صفحہ 296-295۔ مکتبہ حقانیہ۔ ملتان

اس سے واضح ہوا کہ خرق عادت چیز کا ظہور کسی فاسق مومن اور کافر سے بھی ہو سکتا ہے یعنی فقط خرق عادت کا ظہور یا اس سے کسی نشان کا ظاہر ہونا اس کے مقرب الٰہی ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ مقرب ہونے کی دلیل اس کے عقائد کا قرآن وسنت کے مطابق ہونا ہے۔ یہ بات مرزا جی کو بھی تسلیم ہے کہ کبھی الہام شیطان کی طرف سے بھی ہوتا ہے اور وہ سچا ہوتا ہے مرزا جی لکھتے ہیں:

''اور ممکن ہے کہ ایک خواب سچی بھی ہو اور پھر بھی وہ شیطان کی طرف سے ہو اور ممکن ہے کہ ایک الہام سچا ہو اور پھر بھی وہ شیطان کی طرف سے ہو۔ کیونکہ اگرچہ شیطان بڑا جھوٹا ہے لیکن کبھی سچی بات بتلا کر دھوکا دیتا ہے تا کہ ایمان چھین لے''۔(1)

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اگر مرزا جی کے تمام الہامات اور بشارات کو سچا بھی مان لیا جائے تب بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق زیادہ سے زیادہ مرزا جی کو ایک ولی مانا جا سکتا تھا بشرطیکہ ان کے عقائد قرآن وسنت کے مطابق ہوتے چونکہ ان کے عقائد قرآن وسنت کے خلاف ہیں اس لیے ان کی پیش گوئیوں اور بشارتوں کو اگر وہ سچی بھی ہوں۔ استدراج کہا جائے گا نہ کہ کرامت۔ اور نبوت کا تو گمان تک پیدا نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن وسنت کسی بھی نئے نبی کے آنے کی واضح اور دوٹوک الفاظ میں تردید کر رہے ہیں۔ تفصیل گذشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔ اگر لوگ کرامت اور استدراج میں فرق کر سکتے تو کبھی بھی مرزا جی کے جال میں نہ پھنستے۔

4۔ مرزا جی کی شخصیت کا ایک اجمالی جائزہ

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

''خلق حسنِ عبادت ہے'' مرزا جی کا دعویٰ ہے کہ وہ حضور ﷺ کی پیروی کرنے سے ایک ایسے مقام پر پہنچے کہ وہ حضور ﷺ کے ظل اور بروز بن گئے۔ اور وہ امتی نبی کے مقام پر فائز ہوئے۔

1۔ حقیقۃ الوحی، صفحہ 1

لیکن سوال یہ ہے کہ جو انسان رضائے مولا کا طالب بنتا ہے اور جو بھی حضور ﷺ کی پیروی اختیار کرتا ہے کیا اس کی شخصیت مرزا جی کی طرح ہوگی؟

باقی سب مباحث کو ایک طرف رکھ دیں کیا مرزا جی نے اپنے مخالفین کو غلیظ گالیاں نہیں دیں؟ کیا ایک شریف الطبع آدمی اپنے مخالفین کو گالیاں دیا کرتا ہے؟ مرزا جی کی گالیوں کی چند جھلکیاں پچھلے صفحات میں گزر چکی ہیں کیا یہ کسی عام آدمی کو بھی زیب دیتا ہے اور ان اخلاقی قباحتوں کے باوجود مرزا جی کا حضور ﷺ کا ظل اور بروز ہونے کا دعویٰ بین السطور کیا پیغام رکھتا ہے؟ سوچئے اور اس کے مضمرات پر غور کیجئے۔

کیا مرزا جی نے انبیاء کرام، صحابہ عظام اور اولیاء امت کی جی بھر کر توہین نہیں کی۔ تفصیل پچھلے صفحات میں دیکھی جا سکتی ہے۔ کیا من کی دنیا کا مسافر اکابرین کی یوں توہین کرتا ہے یہاں تو دوسروں کے ادب و احترام کا یہ عالم کہ امام شافعی علیہ الرحمہ جب امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے مزار پر نماز پڑھتے ہیں تو رفع یدین نہیں کرتے اور فرماتے ہیں کہ یہاں رفع یدین کرتے ہوئے مجھے صاحب مزار سے شرم آتی ہے۔

اور مرزا جی کہتے ہیں:

''آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا''۔(1)

خدارا سوچئے! جو بندہ گندی گالیاں دے۔ انبیاء علیہم السلام، صحابہ رضی اللہ عنہم اور اولیاء علیہم الرحمہ کی توہین کرے۔ جس کی وحی میں مسلمانوں کو انگریزوں کی غلامی کا درس ہو یا مسلمانوں کی عظمت کا پیغام نہ دے بلکہ انہیں غلامی کی تلقین کرے اور جو متفق علیہ مسائل کو متنازع بنا دے، کیا وہ ایک اچھا مسلمان بھی ہو سکتا ہے؟ ولایت یا نبوت کی بحث تو دور کی بات ہے۔

5۔ مرزا جی کو نبی ماننا شرف صحابیت کی توہین ہے

مرزا جی کا دعویٰ ہے کہ وہ مستقل نبی نہیں بلکہ ظلی اور بروزی نبی ہیں۔ اگرچہ مرزا جی

1۔ حقیقۃ الوحی، صفحہ 89

مستقل نبوت کے دعویدار ہیں لیکن اپنی مشہور پالیسی کے مطابق کہ ایک چیز کے متعلق دو دو تین تین متضاد باتیں بیک وقت کہنا، وہ کہیں کہیں مستقل نبوت کا انکار بھی کر دیتے ہیں۔

فرض کیجئے کہ مرزا جی نے صرف ظلی اور بروزی نبوت کا دعویٰ کیا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ نبوت کی کوئی بھی قسم ہو، اگرچہ نبوت کی کوئی بھی تقسیم اسلام میں نہیں، مرزا جی کی خود ساختہ ہے لیکن فرض کر لیجئے کہ نبوت کی کوئی بھی تقسیم ہو۔ نبی کسی بھی قسم کا ہو، ظاہر ہے غیر نبی سے افضل ہی ہوگا اب اگر مرزا جی کو کسی بھی قسم کا نبی مانا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ نے مان لیا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت فاروق اعظم، سیدنا عثمان غنی اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں جمیع صحابہ، اصحاب بدر اور اصحاب عشرہ مبشرہ سے افضل ہیں۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل ہو گئے تو پھر صلحائے امت اور محدثین کرام سے افضل ہونے کی تو بحث ہی تکرار حاصل ہے۔ کیا مرزا جی کو پیکر صدق وصفا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ سے افضل مانتے ہوئے تمہارے بدن کے رونگٹے کھڑے نہیں ہوتے؟ اور تمہارے ایمان تمہیں نہیں جھنجھوڑتے کہ نبی کریم ﷺ کی صحبت سے مشرف ہونے والی خوش قسمت ترین افراد سے ایک ایسے شخص کو افضل سمجھتے ہو جو لوگوں کو انگریز کی غلامی کا درس ہی دیتا رہا۔ اور نبی کریم ﷺ تو فرمائیں کہ تمہارا احد پہاڑ جتنا صدقہ بھی میرے صحابی کے نصف مد صدقے کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور تم مرزا جی کے مرتبہ کو اصحاب رسول کے مقام سے بڑھا رہے ہو۔ خدارا اپنے اس عقیدہ پر غور کرو۔ اور شرف صحابیت کی توہین نہ کرو۔

6۔ کیا مرزا جی نے دعویٰ نبوت نہیں کیا

کبھی بھولے بھالے لوگوں کو یہ کہہ کر بھی دھوکہ دیا جاتا ہے کہ مرزا جی نے اپنے آپ کو نبی نہیں کہا وہ تو صرف ایک محدث اور ملہم تھے۔ اور بہت سی ایسی عبارات پیش کی جاتی ہیں جن میں مرزا جی نے اپنے نبی ہونے کا انکار کیا ہے۔ اور عام انسان اس چکر میں پھنس جاتا ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ چونکہ مرزا جی نے دعویٰ نبوت 1901ء میں کیا ہے اس سے

پہلے وہ قدم بقدم مختلف دعوے کرتے رہے لیکن نبی ہونے سے انکار کرتے رہے۔ وہ تمام عبارات جو دعویٔ نبوت کے انکار میں پیش کی جاتی ہیں دراصل اسی دور کی ہیں۔ 1901ء کے بعد ان کی کتابوں میں متعدد مقامات پر نبوت کا دعویٔ موجود ہے۔

اس وقت میرے سامنے ان کی ایک کتاب ''ایک غلطی کا ازالہ'' موجود ہے۔ جس کے آخر میں 5 نومبر 1901ء کی تاریخ درج ہے۔ اس پس منظر میں اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

''ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعویٰ اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں جن کو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہ کر اپنی معلومات کی تکمیل کر سکے۔ وہ بعض حالات میں مخالفین کے کسی اعتراض پر ایسا جواب دیتے ہیں۔ کہ جو سراسر واقعہ کے خلاف ہوتا ہے۔ اس لیے باوجود اہل حق ہونے کے ان کو ندامت اٹھانا پڑتی ہے چنانچہ چند روز ہوئے ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے حق یہ ہے کہ خدا تعالٰی کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ، پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہو سکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں بلکہ اس وقت تو پہلے زمانے کی نسبت بہت تصریح اور توضیح سے یہ الفاظ موجود ہیں اور براہین احمدیہ میں بھی، جس کو طبع ہوئے بائیس برس ہوئے یہ الفاظ کچھ تھوڑے نہیں ہیں چنانچہ وہ مکالمات الٰہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکے ہیں ان میں سے ایک یہ وحی ہے: هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (فتح:28) (دیکھو صفحہ 498 براہین احمدیہ) اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے پھر اس کے بعد اسی کتاب میں میری نسبت یہ وحی اللہ ہے: جری اللہ فی حلل الانبیاء ۔یعنی خدا کا رسول نبیوں کے حلوں میں (دیکھو براہین احمدیہ 504) پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ

اللهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ۔ اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔ پھر یہ وحی اللہ ہے جو صفحہ 557 براہین میں درج ہے" دنیا میں ایک نذیر آیا" اس کی دوسری قراءت یہ ہے کہ" دنیا میں ایک نبی آیا" اس طرح براہین احمدیہ میں اور کئی جگہ رسول کے لفظ سے اس عاجز کو یاد کیا گیا"۔(1)

مرزا جی کا دعویٰ صرف رسول ہونے کا نہیں بلکہ" قمر الانبیاء" یعنی نبیوں کا چاند ہونے کا بھی ہے۔

یاتی قمر الانبیاء " نبیوں کا چاند آئے گا"(2) سیاق کلام سے یہ بات سمجھنی مشکل نہیں کہ یہاں قمر الانبیاء سے مراد مرزا جی کی اپنی ذات ہے کیونکہ اس سے پہلے جملہ میں" قل" کا لفظ کہ تو لوگوں سے کہہ دے۔ الخ

اور کہیں وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں:

آنچہ داد ست ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بتمام (3)

" خدا نے جو پیالے ہر نبی کو دیئے ہیں۔ ان تمام پیالوں کا مجموعہ مجھے دیا ہے"۔

کیا اب بھی مرزا جی کے دعوئ نبوت میں کوئی شک باقی رہ جاتا ہے۔

7۔ مرزا جی نے دنیا کو کیا دیا

مرزا جی نے تقریباً نوے چھوٹی بڑی کتابیں لکھیں ان کتابوں میں چند مسائل کو ہی بار بار دہرایا گیا ہے۔ آپ ان کے لٹریچر کا مطالعہ کیجئے آپ اس بات سے اتفاق کریں گے کہ ان کتابوں میں امت مسلمہ کے لئے کوئی عظمت کا پیغام نہیں ہے۔ کوئی وحدت فکر کا درس نہیں ہے۔ کوئی معاشی، معاشرتی، سیاسی، اخلاقی یا عمرانی ضابطہ نہیں ہے۔ مسلمانوں کے باہمی اختلافات کو حل کرنے کا کوئی ضابطہ کار نہیں ہے۔ مسلمانوں کی بے عملی ختم کرا کے ان میں جذبۂ عمل پھونکنے کا کوئی گر نہیں ہے۔ اس وقت مسلمانوں کو بے شمار مسائل درپیش تھے۔

1۔ ایک غلطی کا ازالہ، صفحہ 4-3 2۔ حقیقۃ الوحی، صفحہ 106 3۔ نزول المسیح، صفحہ 477

ایک تو یورپ انہیں اپنے شکنجۂ غلامی میں جکڑنے پر تلا ہوا تھا۔ عملی طور پر مسلمان اسلامی تعلیمات کو فراموش کیے ہوئے تھے۔ باہمی اختلافات کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہو رہی تھی۔ ان کی قوت فرقوں میں بٹ رہی تھی۔ مسلمان مادی طور پر بھی کمزور تھے اور علمی طور پر بھی۔

کسی نئی نبوت کا تو سوال ہی نہیں کیونکہ قرآن وسنت واضح الفاظ میں اس کی تردید کر چکے تھے اس دور میں تو اگر کوئی مجدد بھی پیدا ہوتا۔ کوئی دینی مصلح بھی ابھرتا تو قوم کو یورپ کی یلغار سے بچنے کے گر سکھاتا، انہیں علم جدید کے ہتھاروں سے مسلح کرتا، دین سے ان کا حقیقی تعلق قائم کرتا، ان کے رسمی ایمان میں ایک نئی روح پھونکتا، اپنے مستقبل سے لرزاں و ترساں اس قوم کو جذبۂ ایمانی عطا کر کے انہیں نئے ولولے دیتا، ان کی منتشر قوت کو مجتمع کرتا، انہیں اختلافات کی خلیج کم کرنے کا لائحہ عمل دیتا اور اپنی بکھری ہوئی قوم کو ایک وحدت فکر دے کر ناقابل تسخیر قوت بنا دیتا۔

لیکن مرزا جی کے تمام لٹریچر میں زمانے کے ان تقاضوں کا جواب تک نہیں۔ ان کے تمام لٹریچر میں کیا ہے؟ القلیل کالمعدوم الگ چیز ہے، ورنہ ان میں

وفات مسیح پر بحث ہے۔
انگریز کی وفاداری کا درس ہے
اپنے نشانات کا بیان ہے
اپنی ذات کا تحفظ ہے
اپنی شان وشوکت کا تذکرہ ہے
محمدی بیگم اور آتھم کے جھگڑے ہیں
مخالفین کو گالیاں ہیں

زمانے کے تقاضے کیا تھے۔ مرزا جی کیا کرتے رہے جو طبیب مریض کی نبض پر ہاتھ رکھنا نہیں جانتا اسے طبیب کہنا طبابت کی توہین ہے۔ سوال یہ ہے کہ مرزا جی نے دنیا کو کیا دیا ہے۔ ان کے پاس وہ کون سا پیغام تھا؟ جس کے لیے انہیں بھیجا گیا تھا۔ ان کے پاس تو کوئی

ایسی بات نہیں تھی جو ایک عام مذہبی رہنما کے پاس ہوتی ہے۔ وہ کیسا لیڈر ہے جو اپنی قوم کو غلامی میں پختہ ہونے کی تلقین ہی کرتا رہے

وہ نبوت ہے مسلماں کے لئے برگ حشیش

جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام

مرزا جی کی پوری جدو جہد کا نتیجہ کیا نکلا!!!

اتفاقی مسائل اختلافی بن گئے۔ امت نئے نئے مباحث میں الجھ گئی۔ ان کے ماننے والے انگریز کے مہرے بن گئے۔ امت مسلمہ کی قوت کا ایک بہت بڑا حصہ مرزا جی کے پھیلائے ہوئے نظریات کی تردید میں صرف ہو گیا۔ جو قوت یورپ کے مقابلہ میں سدسکندری بن سکتی تھی وہ آپس میں ہی صرف ہونے لگی۔ ظاہر ہے یہ بھی انگریز سے وفاداری نبھانے کا ایک طریقہ ہی تھا۔

خود ہی فیصلہ فرمایئے جس انسان کی ساری کاوشوں کا نتیجہ امت کو مزید کمزور کرنا ہو، جو اپنی قوم کو غلامی کا درس دیتا رہے، جس کے فکر کے سارے دائرے اپنی ذات کے تحفظ اور اپنے مفادات کے حصول کی طرف ہی لوٹتے رہے، جو قوم کو دشمن کے مقابلہ میں سینہ سپر کرنے کی بجائے آپس میں ہی الجھا دے، جو قوم کو ایسے مباحث میں لگا دے جن کا مسائل حیات سے کوئی تعلق نہ ہو۔ تو کیا ایسا شخص ایک قائد اور رہنما ہو سکتا ہے اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہی ہے تو یقین فرمایئے آپ ایسے ہی ایک شخص کو نبی ماننے بیٹھے ہیں۔ بالفرض حضور اکرم ﷺ کے بعد کوئی نبی آ بھی سکتا تب بھی مرزا جی کو نبی ماننا ایک پاگل پن اور گمراہی کے سوا کچھ نہ ہوتا ہے۔ کیونکہ نبوت عزت کا پیغام دیتی ہے غلامی کا نہیں، اختلافات مٹاتی ہے پھیلاتی نہیں۔ نبی زمانے کو اخلاق کی تعلیم دیتا ہے مخالفین کو گالیاں نہیں دیتا۔ قوم کو آگے لے کر چلتا ہے الجھاتا نہیں۔ وہ قوم کی منتشر طاقتوں کو ایک نقطۂ اتحاد دیتا ہے اسے بکھیرتا نہیں۔

مرزا جی کے سارے لٹریچر کو کھنگال مارئیے اور خود ہی سوچئے کہ کیا ان میں نبیوں والی

ایک بات بھی پائی جاتی ہے؟

8۔مرزا جی کو نبی ماننا حضور ﷺ کے امتی ہونے کے شرف سے محرومی ہے

احمدی حضرات ذرا ٹھنڈے دل سے اس بات پر غور فرمائیں۔ یہ بات حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری قدس سرہ نے ایک موقع پر فرمائی تھی۔ میں اسے کچھ تفصیل سے اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہوں:

کسی بھی انسان کا تشخص اور اس کی پہچان سابقہ انبیاء کرام نہیں ہوتے بلکہ ایک جدید نبی ہوتا ہے۔ سابقہ انبیاء کرام ایک جنس کی حیثیت رکھتے ہیں اور جدید نبی ایک نوع کی حیثیت رکھتا ہے اور تعارف جنس سے نہیں، نوع سے کروایا جاتا ہے مثلاً عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں اور یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی عیسائی بھی مانتے ہیں لیکن وہ یہودی نہیں کیونکہ عیسائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی نبی مانتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دونوں ہی مانتے ہیں لیکن یہودی یہودی ہے کیونکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی کو نبی نہیں مانتا لیکن عیسائی عیسائی ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک اور ذات کو بھی مانتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور ایک مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دونوں کو نبی مانتا ہے پھر بھی نہ یہودی ہے نہ عیسائی بلکہ مسلمان ہے کیونکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک اور ذات کو نبی مانتے ہیں جن کا اسم گرامی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ گویا یہودیوں کا تشخص پہلے انبیاء کو ماننے کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں عیسائی کا تشخص دیگر انبیاء کو ماننے کے باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور مسلمانوں کا تشخص سابقہ انبیاء کو ماننے کے باوجود حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

اب احمدی حضرات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو نبی ماننے کے بعد ایک اور شخص کو نبی مانتے ہیں جس کا نام مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ تو گویا ان کا تشخص مرزا غلام احمد قادیانی

ہے۔ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے امتی ہیں عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے امتی ہیں مسلمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہیں اور احمدی حضرات مرزا غلام احمد کے امتی ہیں۔

جب قیامت کا دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ انبیاء سے فرمائے گا کہ اپنی اپنی امت کو لاؤ تو احمدی حضرات مرزا غلام احمد کے ساتھ اٹھیں گے اور مسلمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوں گے احمدی حضرات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہونے کے شرف سے محروم ہو گئے ہیں۔

یہاں یہ بحث نہ کرنا کہ ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہی امتی ہیں کیونکہ مرزا جی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں ہی فنا تھے۔ اگر آپ کی بات مان بھی لی جائے تب بھی آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالواسطہ امتی ہیں بلاواسطہ نہیں۔ اور بالواسطہ تو سارا جہاں ہی میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام الانبیاء ہیں اور تمام انبیاء درحقیقت آپ کے ہی امتی ہیں۔

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہوں معنی اول آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

(اعلحضرت بریلوی)

علامہ سید محمود آلوسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

و من هنا ذهب العارفون الى انه صلى الله عليه وسلم هو النبى المطلق والرسول الحقيقى والمشرع الاستقلالى و ان من سواه من الانبياء عليهم الصلوٰة و السلام فى حكم التبعية له صلى الله عليه وسلم (1)

"اسی لیے عارفین نے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نبی مطلق، رسول حقیقی اور مستقل شریعت لانے والے ہیں اور دیگر سب انبیاء کرام علیہم السلام آپ کے تابع ہیں"۔

1۔ تفسیر روح المعانی، جلد 3، صفحہ

بالواسطہ تو سب ہی امام انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلاواسطہ امتی ہونے کا شرف صرف اور صرف امت محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء کو حاصل ہے۔

احمدی حضرات اس بات کو کبھی نہ بھولیں کہ مرزا جی کو نبی مان کر وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہونے کے شرف سے محروم ہو چکے ہیں اور قیامت کے دن ان کا حشر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہیں بلکہ مرزا جی کے ساتھ ہو گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی امت کے لیے جو خصوصی شفاعت ہوں گے وہ اس سے محروم ہو چکے ہیں۔

آپ اچھی طرح اس بات پر غور کر لیں کہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہونے کے شرف سے محروم نہ ہوں؟

کیا آپ چاہتے ہیں کہ قیامت کے بعد آپ کا حشر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو؟

کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی شفاعت ملے جو ان کی امت کو نصیب ہو گی؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے منبر ہوں گے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اپنے منبروں پر بیٹھ جائیں گے اور میں اس وقت تک اپنے منبر پر نہ بیٹھوں گا جب تک میرا ایک بھی امتی دوزخ میں رہے گا۔ انبیاء کرام کے حوالے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنی محبت اپنی امت سے ہے اور مرزا جی نے تو سارا کاروبار ہی دجل وفریب سے چلایا ہے۔ تفصیل پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے۔

تو خدارا! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس محبت سے محروم نہ ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہونے کے شرف سے محروم نہ ہوں۔ ابھی قادیانیت سے توبہ کر لیجئے۔ مرزا جی کے امتی ہونے کا قلادہ اپنی گردن سے اتار پھینکئے۔ مرزا جی کے امتی نہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی بن جائیے۔ اپنا تعارف مرزا جی کے حوالے سے نہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے کروائیے۔ جلدی کیجئے، زندگی کا کچھ اعتبار نہیں۔ دیر نہ کیجئے نہ جانے آج کی رات قبر کی ہی رات ہو۔ مرزا جی کو چھوڑ کر میرے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن میں آ جائیے۔ مقصد زندگی مل جائے گا،

حاصل زیست پالوگے۔ فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے تاجدار کونین ﷺ یا مرزا جی

مانو نہ مانو جان من اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

9۔فقہ حنفی کی تقلید کیوں؟

مرزا جی اصولی طور پر فقہ حنفی کے مقلد تھے اور امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کو بھر پور طریقے سے خراج تحسین پیش کرتے تھے۔ ایک مقام پر امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے متعلق مرزا جی لکھتے ہیں:

''وہ ایک بحر اعظم تھا اور دوسرے سب اس کی شاخیں۔ اس کا نام اہل الرائے رکھنا ایک بھاری خیانت ہے۔ امام بزرگ ابو حنیفہ کو علاوہ کمالات علم آثار نبویہ کے، استخراج مسائل میں ید طولیٰ تھا''۔(1)

مرزا جی ایک مقام پر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''اصل حقیقت یہ ہے کہ امام صاحب موصوف اپنی قوت اجتہادی اور اپنے علم اور درایت اور فہم و فراست میں ائمہ ثلاثہ باقیہ سے افضل و اعلیٰ تھے اور ان کی خداداد قوت فیصلہ ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ وہ ثبوت عدم ثبوت میں بخوبی فرق کرنا جانتے تھے اور ان کی قوت مدرکہ کو قرآن شریف سمجھنے میں ایک خاص دستگاہ تھی اور ان کی فطرت کو کلام الٰہی سے ایک خاص مناسبت تھی اور عرفان کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ چکے تھے اور اسی وجہ سے اجتہاد و استنباط میں ان کے لیے درجہ علیا مسلم تھا جس تک پہنچنے سے دوسرے سب لوگ قاصر تھے''۔(2)

مرزا جی اپنے امتیوں کو کہتے ہیں:

''اگر حدیث میں کوئی مسئلہ نہ ملے اور نہ سنت میں اور نہ قرآن میں مل سکے تو اس صورت میں فقہ حنفیہ پر عمل کر لیں''۔(3)

1۔الحق مباحثہ لدھیانہ، صفحہ 151 بحوالہ احمدیہ حنفیہ، صفحہ 13   2۔ازالہ اوہام، صفحہ 531-530، ایضاً

3۔ریویو بر مباحثہ چکڑالوی و بٹالوی، صفحہ 5، مندرجہ روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 209

مرزا جی کا یہ قول ان کے فقہ حنفی کے مقلد ہونے پر واضح دلیل ہے کیونکہ تقلید کا تو دائرہ ہی وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں قرآن وسنت اور اجماع کی نصوص نہیں ہوتیں۔

اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد اب احمدی حضرات سے میرا سوال یہ ہے کہ تاریخ نبوت میں سے آپ ایسی مثال دے سکتے ہیں کہ ایک نبی کسی غیر نبی کی تقلید کر رہا ہو اور اس کی پیروی کرنے والا ہو؟

ظاہر ہے فقہ قرآن وسنت کی روشنی میں ہی مستنبط ہوتی ہے۔ تو وہ کیسا نبی ہے جو قرآن وسنت میں وہ بصیرت بھی نہیں رکھتا جو ایک غیر نبی رکھتا ہے۔ جو اپنے امتیوں کو قرآن وسنت کی روشنی میں ایک لائحہ عمل بھی مرتب کر کے نہیں دے سکتا۔ یہ کیا بات ہوئی کہ نبوت مرزا جی کی اور فقہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی۔

مرزا جی امام ابوحنیفہ کی فہم وفراست اور قرآن فہمی اور نور بصیرت کے جس قدر معترف ہیں اس کی ایک جھلک آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ لیکن تعجب ہے کہ ختم نبوت کے متعلق امام ابوحنیفہ کا جو دوٹوک مؤقف ہے مرزا جی اس کے منکر ہیں۔ یہ بات پہلے بھی گزر چکی ہے لیکن کلام کی مناسبت سے اس کی چند ضروری اجزاء یہاں بھی ملاحظہ ہوں۔

امام اسمٰعیل حقی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

تنبا رجل فی زمن ابی حنیفة و قال امهلونی حتی اجیء بالعلامات فقال ابوحنیفه من طلب منه علامة فقد کفر لقوله علیه السلام لا نبی بعدی(1)

''امام ابوحنیفہ کے زمانے میں ایک شخص نے دعویٰ نبوت کیا۔ اور اس نے کہا کہ مجھے مہلت دو تاکہ میں اپنی نشانیاں دکھاؤں۔ تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا: جو اس سے نشانی طلب کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا کیونکہ حضور ﷺ فرما چکے: لا نبی بعدی ''کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا''۔

1۔ تفسیر روح البیان، جلد 7، صفحہ 188۔ المکتبۃ الاسلامیہ۔ ریاض

احمدی حضرات اس نکتہ پر غور فرمائیں کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر مرزا جی نبی تھے تو وہ غیر نبی کے مقلد کیوں تھے؟ اور اگر امام ابوحنیفہ کی فراست، نور ایمان اور شریعت فہمی دیگر مسائل میں مرزا جی کے نزدیک بھی مسلم ہے تو مسئلۂ ختم نبوت میں ان کا فتویٰ قابلِ قبول کیوں نہیں؟

امام صاحب تو فقط دعویٰ نبوت کو ہی کفر قرار دیتے ہیں بلکہ اس سے دلیل مانگنے والے کو بھی کافر قرار دیتے ہیں تو مرزا جی کی تاویلات کو سننا بھی امام صاحب کے نزدیک گمراہی کا راستہ ہے۔ باقی مباحث میں تو پڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

10۔ مرزا جی کو نبی ماننے کے مضمرات

کسی کو نبی ماننا یا نہ ماننا کوئی اختیاری یا ذوقی قسم کی چیز نہیں ہوتا۔ کہ جس کا جی چاہے وہ نبی مان لے اور جس کا جی نہ چاہے وہ نبی نہ مانے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ بلکہ نبی کو ماننا ایمان اور نہ ماننا کفر ہوتا ہے اگر مرزا جی کی نبوت کو سچا مانا جائے تو اسلام کی بنیادیں ہی ہل جائیں گی۔ اور دین اسلام کو نہ صرف یہ کہ نا قابلِ تلافی نقصان پہنچے گا۔ بلکہ اسلام کی عمارت ہی منہدم ہو جائے گی۔

سب سے پہلا نقصان یہ ہو گا کہ قرآن وسنت کی تعلیمات پر حرف آئے گا۔ کیونکہ قرآن مجید میں حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کا ذکر تو ہے، لیکن آپ کے بعد بھی نبوت جاری رہے گی اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے حدیث پاک میں یہ تو واضح فرمایا گیا کہ "لا نبی بعدی"۔ یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اگر کسی ظلی یا بروزی نبی نے آنا ہوتا تو آخر حضور ﷺ کہیں تو وضاحت فرماتے کہ لا نبی بعدی الا نبیا ظلیا او امتیا۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا مگر ظلی یا امتی نبی آئے گا۔ جب سرکار نے واضح الفاظ میں صرف یہ فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا جبکہ حقیقت میں کسی قسم کے نبی نے آنا تھا، تو گویا حضور اکرم ﷺ اپنی امت کو اندھیروں میں چھوڑ گئے؟ اور انہیں ادھوری تعلیم ہی دے کر گئے؟ (معاذ اللہ) اور قرآن مجید جس کا دعویٰ ہے کہ اس میں چھوٹی بڑی چیز کا بیان ہے، بھی

مشکوک ہو جائے گا کیونکہ جب جس مسئلہ پر ایمان اور کفر کا بیان ہے، اسے ہی بیان نہیں فرمایا تو پھر وہ ہر چیز کا بیان کیسے ہوگیا اب یہ آپ کا اختیار ہے کہ قرآن وسنت کی تعلیمات کو مکمل مانو اور نصوص قطعیہ کے مطابق کسی بھی نئی نبوت کو ٹھکرا دو یا قرآن وسنت کی تعلیمات کو ادھورا مانو اور کسی نئی نبوت کو اس کے کہنے پر مان لو۔

دوسرا نقصان یہ ہوگا کہ مرزا جی کو نبی ماننے سے پہلے صحبت نبوی کے شرف اور تعلیم نبوت کی توہین ہو جائے گی۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طبقہ وہ خوش نصیب طبقہ ہے جن کے دلوں کا تزکیہ براہ راست خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جن کی تعلیم و تربیت خود معلم کتاب وحکمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی جن کو اخلاص اور للہیت کا سبق خود مزکی اکبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا۔ اور جن کے تزکیۂ قلوب پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنا ناز اور مان تھا کہ آپ نے فرمایا کہ اگر میرا صحابی نصف مد جو راہ خدا میں خرچ کرے اور تم احد پہاڑ جتنا صدقہ راہ خدا میں دو، تو میرے صحابی کا نصف مد جو کا صدقہ تمہارے احد پہاڑ جتنے صدقہ سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے'' او کما قال۔ اس کا سبب یہی تو ہے کہ اللہ تعالیٰ چیز کی کمی بیشی کو نہیں دیکھتا بلکہ اخلاص اور للہیت کو دیکھتا ہے۔ اگر اخلاص ہو تو ایک کھجور کا صدقہ بھی احد پہاڑ جتنا ہو جاتا ہے اور اگر اخلاص کم ہو تو احد پہاڑ جتنا صدقہ بھی ایک کھجور جتنا رہ جاتا ہے یا اس سے بھی کم۔ کیونکہ یہاں بے تاب جذبے دیکھے جاتے ہیں چیز کی کمی بیشی نہیں۔

فیضان نبوت کے سبب صحابہ کرام کا اخلاص اور للہیت اتنی مستحکم ہوگئی تھی کہ ان کا ایک مد یا نصف مد کا صدقہ دوسروں کے احد پہاڑ جتنے صدقہ سے زیادہ ہو جاتا تھا تو ان کی دیگر عبادات اور قربانیوں کا بارگاہِ خداوندی میں کیا مقام ہوگا!

اب اگر مرزا جی کہیں کہ میں عبادت کرتے کرتے اس مقام تک پہنچ گیا ہوں کہ مجھے نبوت مل گئی۔ تو گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرزا جی عبادت میں اس مقام پر پہنچ گئے جہاں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہ پہنچ سکے۔ مرزا جی کو نبی ماننے سے براہ راست فیضان نبوت کی توہین ہو جائے گی۔ اور شرف صحابیت کی عظمتوں پر حرف آئے گا۔ نبوت

ایک وہبی چیز ہے کسبی چیز نہیں۔ عبادت سے نہیں ملتی، صرف فضل خداوندی سے جس کو ملنی تھی ملی۔ تاہم اگر نبوت کسبی چیز بھی ہوتی اور حضور ﷺ کے بعد کسی کو عبادت کے معیار سے ملنی بھی ہوتی تب بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ملتی۔ جن کی عبادتوں پر قرآن وسنت شاہد ہیں اور ایک ایرانی جاسوس، جن پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتا: ھم رھبان باللیل و فرسان بالنھار۔ کہ وہ راتوں کے راہب ہیں اور دنوں کے شہسوار ہیں۔ مرزا جی کو نبی ماننے سے عظمت صحابیت کا انکار لازم آتا ہے جو فی نفسہ کفر ہے۔

مرزا جی کو نبی ماننے کا تیسرا نقصان یہ ہے کہ حفظ مراتب کا اصول منہدم ہو جاتا ہے کیونکہ امت اس پر متفق رہی کہ امت کا سب سے اعلیٰ طبقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طبقہ ہے پھر صحابہ کے بعد تابعین کا درجہ ہے۔ لیکن اگر مرزا جی کو نبی مانا جائے تو ظاہر ہے کہ نبی تو بہرحال غیر نبی سے افضل ہی ہوگا۔ تو مرزا جی کو نبی ماننے کا مطلب یہ ہے کہ وہ صحابہ کرام سے بھی افضل ہیں۔ اور امت کے وہ تمام اکابر جن کی شخصیات کو مرزا جی بطور حوالہ کے درج کرتے ہیں مرزا جی کو ان سب سے افضل ماننا پڑے گا۔ جس کا تصور کر کے بھی انسان لرز اٹھتا ہے۔

مرزا جی کو نبی ماننے کا چوتھا نقصان یہ ہوگا کہ شرف نبوت ہی مشکوک ہو جائے گا۔ کیونکہ انبیاء کرام انسانیت کا سب سے اعلیٰ طبقہ ہیں جو انسانیت کو صرف اللہ کی بندگی کا درس دیتے ہیں۔ وہ کبھی فرعون کے بھرے دربار میں صدائے توحید بلند کرتے ہیں۔ کبھی خدائی کا دعویٰ کرنے والے نمرود کو للکارتے ہیں۔ جو پورے جہان کو للکارتے ہیں کہ تم سارے اکٹھے ہو جاؤ اور میرے خلاف جو کر سکتے ہو کر لو، تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، کیونکہ اِنِّیۡ تَوَکَّلۡتُ عَلَی اللّٰہِ۔ میں نے اللہ پر توکل کیا ہے، میرا کارساز میرا اللہ ہے، میری پشت پر رب قدیر کا دست قدرت ہے۔

جبکہ مرزا جی کے متعلق یہ بات مسلم ہے کہ وہ انگریز سے مدد مانگتے رہے۔ اس کی غلامی کا دم بھرتے رہے، اس کی خوشامد اور چاپلوسی میں لگے رہے، تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ تو اگر

ایسے انسان کو نبی مانا جائے تو شرف نبوت کی توہین ہو جائے گی اور حق کے داعیوں کا کردار مشکوک ہو جائے گا۔

مرزا جی کو نبی ماننے کا پانچویں نقصان یہ ہوگا کہ تعلیمات نبوت کی ہی توہین ہو جائے گی مثلاً اللہ تعالیٰ کے انبیاء تو زمانے کے حسن اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں اور تاریخ نبوت شاہد ہے کہ وہ گالیاں دینے والوں کو دعائیں دیتے ہیں۔ برا کہنے والوں کو بھلا کہتے ہیں جبکہ مرزا جی نے اپنے مخالفین کو جس طرح گالیاں دی ہیں اور اپنی نبوت کے منکرین کے لیے جو گھٹیا زبان استعمال کی ہے۔ جس کی کچھ تفصیل پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے۔ اگر مرزا جی کو نبی مانا جائے تو ایک عام انسان پریشان ہوگا اور یہ سوچنے پر مجبور ہوگا کہ اگر نبیوں کا یہ کردار ہے تو میں ویسے ہی بھلا۔

نبی انسانوں کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم کرنے کے لئے آتے ہیں ان کی تمام تعلیمات کا مرکز وحید تعلق مع اللہ ہوتا ہے جبکہ مرزا جی کی زندگی کا مقصد وحید اپنی ذات کو منوانا ہے۔ یہ خود پرستی اور دعویٰ نبوت، یہ انا پرستی اور دعویٰ رسالت؟

اگر مرزا جی کو نبی مانا جائے تو ایک عام انسان یہ سوچے گا کہ اگر نبی کی تمام کوششوں کا محور اور تمام جدوجہد کا حاصل اپنی ہی ذات کو منوانا ہے تو پھر یہ کام تو ہر بندہ ویسے ہی کر لیتا ہے تو مجھے نبوت کو ماننے کی ضرورت کیا ہے، الغرض مرزا جی کو نبی ماننا صداقت نبوت کو مشکوک کرنا اور شرف نبوت کی توہین ہے۔ مرزا جی کو نبی مانو گے تو نبوت پر زر پرستی، زن پرستی اور خود پرستی کا الزام آئے گا۔ وہ لوگ کتنے بھولے ہیں جو ایک ایسے شخص کو نبی مان رہے ہیں۔ جس کی تعلیمات قرآن وسنت کے منافی ہیں، جو اجماع کا منکر ہے، جس کی زبان گالیوں سے آلودہ ہے، جس کے گلے میں انگریز کی غلامی کا طوق ہے، جو اپنے پیروکاروں کو عزت نفس کا نہیں بلکہ انگریز کی غلامی کا درس دیتا ہے، جس پر زر پرستی کا بھوت ایسی شدت سے سوار ہے کہ اس کے اکثر الہامات منی آرڈر کے متعلق ہی ہیں، جس کی زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ نئے نکاح کی خواہشات اور اس پر اٹھنے والے اعتراضات کے

جوابات دیتے گزر گیا۔ ایسا شخص تو خود نور ایمان سے محروم ہوتا ہے دوسروں کو کیا ایمان دے گا۔ یہ تو خود تاریکیوں کا سوداگر ہے دوسروں میں روشنیاں کیا بانٹے گا۔

وہ ایک شخص جو آیا ہے آندھیاں لے کر
اسی سے اپنے دیئے کی ضمانتیں مانگو

میں جانتا ہوں محبت کے رشتے بڑے گہرے اور حساس ہوتے ہیں اور جب محبت کی بنیاد مذہب ہو تو یہ گہرائی اور حساسیت اپنی آخری حدوں کو چھونے لگتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو عقل بخشی ہے اور شعور بھی۔ احمدی حضرات سے میری التماس ہے کہ وہ بحث و تکرار کے دائرہ سے باہر آ کر ذرا ٹھنڈے دل سے ان حقائق پر غور کریں کہ آخر وہ قرآن وسنت کی واضح تعلیمات کو چھوڑ کر مرزا جی کی تاویلات پر فریفتہ کیوں ہو گئے؟۔ وہ براہ راست حضور اکرم ﷺ کے امتی ہونے کے شرف سے کیوں محروم ہو گئے؟ وہ ایک ایسے شخص کو نبی کیوں مان رہے ہیں جو قرآن وسنت کو فیصل نہیں مانتا۔ جو انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین کے جرم کا مرتکب ہو رہا ہے۔ جو اخلاق سے گری ہوئی گفتگو کرتا ہے۔ جس نے عالم اسلام کو سوائے جھگڑوں کے کچھ نہیں دیا۔ جو اپنے ماننے والوں کو غلامی کا درس ہی دیتا رہا۔

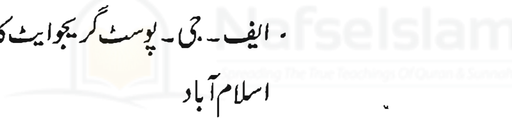
ان باتوں پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ اللہ تعالیٰ سے طالب ہدایت بن کر اس کے کرم کا سوال کریں۔ اس ضد اور ہٹ دھرمی کو چھوڑیں کیونکہ کل رب کے حضور جانا ہے۔ اس کے ختم نبوت کے اعلان کے بعد اگر کسی اور کو نبی مانیں گے تو کل اسے کیا منہ دکھائیں گے۔ حضور ﷺ کے واضح اعلان ''لانبی بعدی'' کے باوجود اگر کسی اور کو نبی مانو گے تو ان کی شفاعت کی امید کیسے رکھو گے؟ سوچو! غور کرو! اپنے ضمیر سے پوچھو شاید اللہ تعالیٰ کوئی روشنی دکھا دے اور تم مرزا جی کے جھنڈے سے نکل کر صاحبِ لواء الحمد ﷺ کے قدموں تک پہنچ جاؤ

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزارہا شجر سایہ دار رہ میں ہے

اللھم ارنا الحق حقاوار زقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه اللھم ارنا الاشیاء کماھی و صلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقه و نور عرشه و زینة فرشه محمد و علی اله و اصحابه اجمعین

روز قیامت میں جس دم یارب میں حاضر خدمت ہوں
جا بندے تجھ کو بخش دیا اس طرح تو مجھ کو فرما دے

طالب رحمت پروردگار
محمد حبیب اللہ چشتی
ایف۔جی۔پوسٹ گریجوایٹ کالج H-8
اسلام آباد



امامت

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحب اسرار کرے

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رخ دوست
زندگی تیرے لیے اور بھی دشوار کرے

دے کے احساس زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

فتنہ ملت بیضاء ہے امامت اس کی
جو مسلمان کو سلاطیں کا پرستار کرے

(اقبال علیہ الرحمہ)

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

رحمۃ للعالمین، شاہِ دنیا و دیں، حاکم دین مبیں، وجۂ مبیں، زینت خلد بریں، نزہت بستان دیں، صاحب تاج و نگیں، حسن سراپا، عشق مجسم، روئے منور، گیسوئے پرخم، عاشق امت، شافع عالم، صاحب قرآں، فخر رسولاں، رحمت یزداں، بادۂ عرفاں، ساقیٔ عالم، نغمۂ پیہم، شمع دو عالم، صدر نشین بزم رسالت، آیت رحمٰن معنیٔ رحمت، فرش قدم افلاک کی عظمت، امن و محبت حسن کی شریعت، سب کے لئے پیغمبر رحمت، ہادیٔ عالم، عظمت آدم، نازش حوا، حیرت موسیٰ، غیرت عیسیٰ، نور مقدم، حسن مجسم، شافع محشر، سرور عالم، محرم یزداں، جلوۂ ایماں، حامل قرآں، چہرۂ منور، زلف معطر، فخر ملائک، رہبر دنیا، روح دو عالم، اہل نظر کے کعبۂ اعظم، ساقیٔ کوثر، مالک زم زم، نفس مکرم، شان نبوت، تابش فطرت، ظل طریقت، دولت عرفاں، حق کی گواہی معنیٔ قرآں، عزت آدم، جانِ طریقت، دولت عرفاں، روح شرافت، غیرت ایماں، شوکت انساں، حسن دو عالم، درِ یتیم بر عنایت، قلزم شفقت، منبع عرفاں، مخزن حکمت، ہادیٔ صادق، رحمت خالق، مشعل ایماں، گلشن رضواں، مہر طریقت، شمع شریعت اور صاحب تاج ختم نبوت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر لکھنا، لکھانا کوئی معمولی سعادت نہیں ہے بلکہ سچی بات یہ ہے کہ یہ تو ابو ہریرہ، عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابی داؤد، ابن ماجہ، ابن العربی، ابن سعد، الجوزی، ابن ہشام، عسقلانی، ابن عساکر، بوصیری، بغوی، بیضاوی، بیہقی، سخاوی، شوکانی، شبلی اور سلمان منصور پوری کی صف میں شامل ہونا ہے۔

برادر محترم پروفیسر حبیب اللہ چشتی قابل صد مبارک باد ہیں جن کا نام آج صرف سیرت نگاروں میں شامل نہیں ہوا بلکہ انہوں نے سید المرسلین ﷺ کی ختم نبوت کا ٹھوس اور بے مثال براہین کے ساتھ دفاع کر کے اپنے آپ کو ختمی مرتبت ﷺ کے سپاہیوں میں

شامل کرلیا ہے۔ مجھے یقین ہے قیامت کے دن جب رسول اللہ ﷺ کے سیرت نگاروں اور سپاہیوں کی خاص محفل سجائی جائے گی پروفیسر حبیب اللہ چشتی کی بھی آپ ﷺ کے ہاتھوں سے دستار بندی کی جائے گی۔

رسول اللہ ﷺ کی شان ختم نبوت پر نقب لگانے کی غرض سے دشمنان رسالت نے جس جس طرح بھی غیر محسوس انداز سے سادہ لوح لوگوں کو ورغلانے یا مغالطہ آمیز دھوکے دینے کی کوشش کی ہے پروفیسر حبیب اللہ صاحب نے ایسے چال باز دشمنان ختم نبوت کا خوب محاسبہ کیا ہے اور اس ضمن میں لازوال سچائیوں کو روز روشن کی طرح عیاں کردیا ہے۔

یہ کتاب عام قاریوں کے لئے بڑا آسان فہم اسلوب رکھتی ہے اور علماء یا سکالرز کے لئے تحقیقی بنیادیں فراہم کرتی ہے۔

اللہ رب العزت کے حضور التجاء ہے کہ پروفیسر حبیب اللہ چشتی کی یہ محنت بارگاہِ الٰہی اور دربار رسالت میں شرف قبولیت سے ہمکنار ہو اور پڑھنے والوں کے ایمان کی مضبوطی کا ذریعہ ثابت ہو۔ آمین

پروفیسر محمد طاہر مصطفیٰ

21/مارچ 2005ء

کتابیات

قرآن کریم، بائبل اور صحاح ستہ کے علاوہ جن کتب سے استفادہ کیا گیا ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

کتب تفسیر

#	کتاب	مصنف / ناشر
1	تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس	لابی طاہر محمد بن یعقوب الشیر ازی الشافعی المتوفی 817ھ مکتبہ حقانیہ۔ محلّہ جنگی پشاور
2	تفسیر طبری	ابو جعفر محمد بن جیریر طبری۔ المتوفی 310ھ دار المعرفہ للطباعۃ والنشر ۔ بیروت
3	تفسیر کشاف	ابو القاسم جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری المتوفی 538ھ دار المعرفہ۔ بیروت
4	تفسیر کبیر	فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی المتوفی 606ھ مکتب الاعلام الاسلامی
5	تفسیر قرطبی	ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی المتوفی 668ھ دار احیاء التراث العربی۔ بیروت لبنان
6	تفسیر خازن	العلامہ علی بن محمد خازن بغدادی المتوفی 725ھ دار الثقافہ بیروت
7	تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان	نظام الدین حسن محمد بن حسین النیشا پوری المتوفی 725ھ شرکۃ مکتب ومطبعہ البالی۔ مصر
8	تفسیر ابن کثیر	الحافظ اسماعیل بن عمر ابن کثیر الدمشقی المتوفی 774ھ دار القرآن الکریم۔ بیروت

9	تفسیر الدر المنثور	الامام جلال الدین سیوطی المتوفی 811ھ دار المعرفہ للطباعہ والنشر۔ بیروت
10	تفسیر جلالین	الامام جلال الدین سیوطی۔ محلی اصح المطابع۔ آرام باغ کراچی
11	تفسیر نظم الدرر فی تناسب الایات والسور	برھان الدین ابراہیم بن عمر البقاعی المتوفی 885ھ دار الکتب العلمیہ۔ بیروت۔ لبنان
12	تفسیر روح البیان	العلامہ محمود آلوسی۔ المتوفی 1270ھ الطباعۃ المنیریۃ۔ احیاء التراث العربی۔ بیروت
13	تفسیر تبصیر الرحمٰن	علامہ علی بن احمد بن ابراہیم المھائمی المتوفی 835ھ مکتبہ فاروقیہ محلّہ جنگی پشاور

کتب حدیث وشروح حدیث

(صحاح ستہ کے علاوہ)

14	مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین تبریزی المتوفی 742ھ اصح المطابع۔ آرام باغ کراچی
15	کنز العمال	العلامہ علی متقی بن حسام الدین برہان پوری المتوفی 975ھ بیروت۔ لبنان
16	مسند امام احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل المتوفی 241ھ، بیروت۔ لبنان
17	اشعۃ اللمعات (اردو)	شیخ عبدالحق محدث دہلوی المتوفی 1052ھ فرید بک سٹال لاہور
18	الشمائل المحمدیہ	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی المتوفی 1279ھ دار ابن حزم
19	فتح الباری۔ شرح صحیح	علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی

بخاری — التوفی 852ھ

کتب لغت

20 مفردات الفاظ القرآن — الامام راغب الاصفہانی التوفی 506ھ
اسماعیلیاں۔ چاپ۔ نشر۔ ایران۔ قم

21 مختار الصحاح — العلامہ محمد بن ابوبکر بن عبد القادر الرازی التوفی 664ھ
دار الکتب العربی۔ بیروت۔ لبنان

22 لسان العرب — العلامہ ابن منظور الافریقی التوفی 711ھ
احیاء التراث العربی۔ بیروت

23 تاج العروس — السید محمد مرتضیٰ الحسینی الذبیدی التوفی 1205ھ
دار الفکر للطباعۃ والنشر

24 اقرب الموارد — العلامہ السعید الخوری، دار الاسنوہ للطباعۃ والنشر

25 المنجد — لویس معلوف، انتشارات اسماعیلیاں۔ تہران

متفرقات

26 سیف چشتیائی — حضرت پیر مہرؒ شاہ صاحب گولڑا شریف
گولڑا شریف راولپنڈی (اسلام آباد)

27 شمس الہدایۃ فی حیات المسیح علیہ السلام — پیر مہر علی شاہ گولڑوی
گولڑا شریف۔ راولپنڈی (اسلام آباد)

28 ختم نبوت — مولانا مفتی محمد شفیع، ادارۃ المعارف۔ کراچی

29 ختم النبوۃ — اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی، مکتبہ نبویہ۔ لاہور

30 مقیاس النبوۃ — مولانا محمد عمر اچھروی، دار المقیاس اچھرہ۔ لاہور

31 تازیانہ عبرت — ابو الفضل مولوی محمد کرم الدین دبیر، مسلم پرنٹنگ پریس لاہور

32	تاریخ محاسبہ قادیانیت	خالد شبیر احمد، لائیلپور۔ لفیس پرنٹنگ پریس۔ فیصل آباد
33	عدالتی فیصلے	محمد خالد متین، فاتح پبلشرز لاہور
34	تاریخی قومی دستاویز	مرتبہ مولانا اللہ وسایا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت۔ حضوری باغ روڈ ملتان
35	اسلام اور قادیانیت	مولانا محمد عبدالغنی پٹیالوی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت۔ حضور باغ روڈ ملتان
36	تحریک ختم نبوت	شورش کاشمیری، الفیصل ناشران وتاجران کتب۔ لاہور
37	حیات عیسیٰ علیہ السلام	مولانا محمد ادریس کاندھلوی، ادارہ اسلامیات۔ لاہور
38	خاتم النبیین	مولانا قاری محمد طیب، ادارہ اسلامیات لاہور
39	ختم نبوت	مولانا محمد ادریس کاندھلوی، ادارہ اسلامیات۔ لاہور
40	ختم نبوت	سید ابوالاعلیٰ مودودی اسلامک پبلیکیشنز۔ لمیٹڈ۔ شاہ عالم مارکیٹ۔ لاہور
41	قادیانیوں کے عقائد و عزائم	مولانا تاج محمود تنظیم تحفظ ختم نبوت طلبہ۔ پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد
42	حرف محرمانہ	ڈاکٹر غلام جیلانی برق شیخ غلام علی اینڈ سنز۔ لمیٹڈ۔ لاہور
43	ضیائے حرم۔ ختم نبوت نمبر۔ مدیر اعلیٰ	ضیاالامت پیر محمد کرم شاہ الازہری دفتر ماہانہ ضیائے حرم۔ بھیرہ شریف ضلع سرگودھا
44	قومی ڈائجسٹ	قادیانیت نمبر۔ مدیر اعلیٰ۔ مجیب الرحمٰن شامی قومی پبلشرز 50 لوئر مال۔ لاہور
45	سازشوں کا دیباچہ	رائے محمد کمال، زاویہ پبلشرز۔ اردو بازار لاہور
46	مرگ مرزائیت	طاہر رزاق، مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

47 قادیانی مسئلہ — سید ابوالاعلیٰ مردودی
اسلامک پبلی کیشنز۔ لمیٹڈ۔ شاہ عالم مارکیٹ لاہور

48 تحفظ ختم نبوت — طاہر رزاق، مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

49 عقیدہ ختم نبوت — ڈاکٹر محمد طاہر القادری، تحریک منہاج القرآن۔ ماڈل ٹاؤن لاہور

50 مسئلہ کشمیر اور فتنہ قادیانیت — حافظ عبید الرحمٰن
اشتیاق پبلی کیشنز۔ نصیر آباد۔ لاہور

51 علامات قیامت اور نزول مسیح — مفتی محمد رفیع عثمانی، مکتبہ دار العلوم کراچی

52 الحاوی للفتاوی — امام جلال الدین سیوطی، المکتبۃ النوریۃ الرضویہ فیصل آباد

53 بحر قلزم فی میلاد عیسیٰ ابن مریم — عنایت اللہ اثری، دار الحدیث گجرات

54 علامات قیامت — شاہ رفیع الدین، مکتبۃ الایمان۔ اردو بازار لاہور

قادیانی کتب و رسائل

55 حقیقۃ الوحی — مرزا غلام احمد قادیانی 1907، مطبوعہ قادیان

56 روحانی خزائن — مرزا غلام احمد قادیانی، نظارت اشاعت ربوہ پاکستان

57 کشتی نوح — مرزا غلام احمد قادیانی، نظارت اشاعت ولٹریچر ربوہ پاکستان

58 توضیح المرام — مرزا غلام احمد قادیانی، نظارت اشاعت۔ ربوہ پاکستان

59 ایک غلطی کا ازالہ — مرزا غلام احمد قادیانی، نظارت اشاعت ربوہ

60 انفاخ قدسیہ — مرزا غلام احمد قادیانی، نظارت اشاعت ربوہ پاکستان

61 براہین احمدیہ — مرزا غلام احمد قادیانی، نظارت اشاعت ولٹریچر ربوہ پاکستان

62 تریاق القلوب — مرزا غلام احمد قادیانی، نظارت اشاعت ربوہ

63	نزول المسیح	مرزا غلام احمد قادیانی، نظارت اصلاح وارشاد۔ ربوہ
64	الوصیہ	مرزا غلام احمد قادیانی، نظارت بہشتی مقبرہ۔ ربوہ
65	اعجاز احمدی	مرزا غلام احمد قادیانی، نظارت اشاعت۔ ربوہ
66	آئینہ کمالات اسلام	مرزا غلام احمد قادیانی، نظارت اصلاح وارشاد۔ ربوہ
67	فتح اسلام	مرزا غلام احمد قادیانی، نظارت اشاعت۔ ربوہ
68	ازالہ اوہام	مرزا غلام احمد قادیانی، مطبوعہ قادیان
69	جنگ مقدس	مرزا غلام احمد قادیانی، نظارت اصلاح وارشاد۔ ربوہ پاکستان
70	انجام آتھم	مرزا غلام احمد قادیانی، مطبوعہ قادیان
71	تحفہ گولڑویہ	مرزا غلام احمد قادیانی، مطبوعہ قادیان
72	ایام الصلح	مرزا غلام احمد قادیانی، مینیجر بک ڈپو قادیان
73	حقیقۃ النبوۃ	مرزا محمود احمد، انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور
74	احمدیت کا پیغام	مرزا بشیر الدین محمود احمد، نظارت اصلاح وارشاد۔ ربوہ
75	فقہ احمدیہ حنیفہ	مرزا عبدالحق، نظارت اشاعت ربوہ
76	فقہ احمدیہ	ملک سیف الرحمٰن، تدوین فقہ کمیٹی سلسلہ عالیہ احمدیہ۔ ربوہ
77	القول المبین فی تفسیر خاتم النبیین	مولانا ابوالعطاء جالندھری، مکتبہ الفرقان ربوہ
78	تفسیر صغیر	مرزا بشیر الدین محمود، اسلام انٹرنیشنل۔ پبلی کیشنز لمیٹڈ
79	آئینہ صداقت	مرزا محمود احمد، مطبوعہ قادیان
80	اخبار الفضل	مطبوعہ قادیان